

# A High Class Spiritual Magazine

Estd. 1934

# OM

DELHI.

KRISHAN  
A N K  
1966

PRICE. Rs. 3/-







DA 65/413

## ہر موسم میں ہر گھڑی اپنے کام پر مستعد

چاہے بارش ہو یا دھوپ، دن ہو یا رات،  
شام لال اپنے کام پر مستعد رہتا ہے۔ لیکن نام میں کیا کچا  
ہے۔ وہ تو محترم ڈاک و تار کا ایک فرد ہے۔  
ہمارا شام لال ایک پرسٹ میں ہو سکتا ہے، تار  
لے جانے والا ہو سکتا ہے، ریلوے میل سوس میں  
چھٹیاں چھانٹنے والا ہو سکتا ہے، تار باجو ہو سکتا ہے، ایک  
سکر ہو سکتا ہے۔ یا پھر محترم ڈاک و تار میں کام کرنے والے  
ساڑھے چار لاکھ کارکنوں میں سے کوئی ایک ہو سکتا ہے۔ ان  
کارکنوں میں سے مشیرات دن اپنی ڈیوٹی پر مستعد رہتے ہیں۔  
بھارتی محترم ڈاک و تار ملک بھر میں ۳۰۰۰ ڈاک گھر،  
۸۰۰۰ تار گھر اور ۲۳۰۰۰ ٹیلی فون کچھن (۱۷ لاکھ ٹیلی فون)  
چلاتا ہے۔ ملک بھر میں روزانہ ۱۸ لاکھ چھٹیاں پارسل وغیرہ  
ڈاک سے بھیجے جاتے ہیں۔ ڈیڑھ لاکھ لائٹ جاتے ہیں اور لاکھ لاکھ  
ساتھ ہزار ڈرنک کالیں کی جاتی ہیں۔  
شام لال کا کام روز نو کا کام ہے۔ پھر بھی وہ اسے پوری  
قدر دہری اور گن سے کرتا ہے۔ اسے اپنا کام ہوشیاری اور الجھت  
کے ساتھ کرنے کی تربیت دی گئی ہے۔ تلواریں ملنے پر وہ آپ کی  
خدمت اور بہتر فحک سے کر سکے گا۔

ہمیں بہتر خدمت کا موقع دیجیے



## محکمہ ڈاک و تار





جاری شدہ ۶۱۸۳۲

رسالہ اوم



# دھارتھاک سالہ اوم دہلی کا سالہ

## کرشن انک

فی کاپی  
تین  
روپے

جنوری ۱۹۶۶ء

ایڈیٹر گورکھ ناتھ تندرہ

سالانہ چھپڑہ

Rs. 8/50

ساتھ آٹھ روپیہ

ممالک غیر سے

Rs. 14/-

چودہ روپے

نوٹ :- سالانہ کرشن انک جنوری اور فروری ۱۹۶۶ء یعنی دو ماہ کا پرچہ تصور کیا گیا،  
ماہ فروری میں کوئی علیحدہ پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ ناظرین اس کے لئے فضول خط و کتابت نہ کریں۔



# دھارمک رسالہ اوم دہلی کا کرشن انک جنوری ۱۹۶۶ء

## فہرست مضامین جنوری ۱۹۶۶ء

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	فہرست مضامین	..	۱ تا ۳
۲	کنہیا — (نظم)	شری لوبت رائے جی شوخ	۴
۳	بھکتی یوگ	سنت ہری سنگھ جی	۲۳ تا ۲۵
۴	بڑا کاریا ساکار	سنت جوت سنگھ جی	۲۵ تا ۲۶
۵	گیتا کیلئے	منشی بشیشور پرشاد منور	۲۶ تا ۲۸
۶	بھگوان کرشن کی شان	دہاتما موہن موہتی	۲۸
۷	میرا بھگت بن	شری ۱۱۵۵ سوامی دیشیو اچاریہ دربار پٹواری	۲۹-۳۰
۸	پیرا رختنا	کوی لوکناکھہ دل	۳۱
۹	شری رام کرشن چالیس	گوسائیں روشن ناٹھہ یوگیشور	۳۱-۳۲
۱۰	لاکھوں پرنام	کوی دل	۳۶
۱۱	ایک انوکھا ٹوڑ	شری کانشی رام چاولہ	۳۸ تا ۴۱
۱۲	قصہ ٹوڑ	شری لوبت رائے شوخ	۴۲
۱۳	کرشن جنم	شری ستیہ پرکاش مہتاب	۴۵
۱۴	تم استھیتی	شری بھاگ مل سائینی	۴۶
۱۵	گیتا ادھیائے دوسرا	منشی جوند لال شاد	۵۵ تا ۵۶
۱۶	آئیے بھگوان کے پیارے بنیں	حکیم رمیلداس مضطر	۵۶-۵۷
۱۷	قائم العقل انسان کے اوصاف	شری شوخ صاحب	۶۶-۶۷



۶۸-۷۱	پروفیسر نرمل چندرجی	۱۸	آتم وِدیَا
۷۲	حضرت بلکے شاہ	۱۹	طوفان نور
۷۳ تا ۷۴	پروفیسر نرمل چندرجی	۲۰	آتم گیان
۷۵ تا ۷۸	شری ہری چند خوشدل ایم اے	۲۱	کرشن کی عظمت
۷۹	ایڈیٹر	۲۲	سم درشتی
۸۰	شری نوبت رائے شوخ	۲۳	آج
۸۱ تا ۸۶	شری جگن ناتھ کھنہ بی اے بی ٹی	۲۴	شرید بھاگوت پُران
۸۷	ایضاً	۲۵	گھنشیام کی مہرلی
۸۸-۸۹	کوی دل	۲۶	مُریا باج اُٹھی پیاری
۹۰	کوی دل	۲۷	ادوھو کو گویوں کا جواب
.	دراستھا حب ہر گو بندجی	۲۸	بھاگوت گیتا کی کہانی
۹۶	ایضاً	۲۹	کرشن جہا
۹۸	دیوان پنڈی دس چوڑہ بی اے	۳۰	شری کرشن اور اُنکی گویاں
۱۰۴	شری نوبت رائے شوخ	۳۱	پریم بندھن لیلیا
۱۰۸ تا ۱۱۰	دیوان پنڈی دس چوڑہ بی اے	۳۲	شری کرشن کا روحانی پیغام
۱۱۱	شری جگن ناتھ کھنہ	۳۳	جادوگر کرشن
۱۱۲	سنت نرائن سنگھ جی	۳۴	بھاگوت لیلیا
۱۲۲	شری بالکرشن بنترہ	۳۵	بھگوان کرشن کے چہروں میں مہکار
۱۲۳	گوردو گو بند سنگھ جی ہمارا ج کے	۳۶	کرشن اوتار
۱۲۸ تا ۱۲۹	دشمن گرنہ سے		
۱۲۹	سوامی اکھنڈ انانتاندجی پارس	۳۷	آئسو ڈرامہ
۱۳۱	شری سوہن لال گوردو	۳۸	بھگتی کا پاتر کرشن
۱۳۲	ایم بی ذرا حلیق	۳۹	جنت کا اوتار کرشن
۱۳۳ تا ۱۳۴	لالہ دولت رام پوری	۴۰	سنت جگنی بھارت
۱۳۵ تا ۱۳۶	.. ..	۴۱	فہرست کتب



محمّد بن شمس

14

مصنف منظوم یسینا نوری طبع

کتاب

بے ہوشی سے ہمارے دل کے کنول میں غنچہ دہن کھنپیا  
 بے حالے قلبِ حنین کے اندر وہ چاند لاکھوں ہونہور  
 جو لیتا رہا ہرے قدم ہے جو تیرے قدموں پہ ہوتا خم ہو  
 فقیر گو تیرا بے نوا ہے مگر غنچہ سے کہیں سوا ہے  
 تو ہی چمکتا ہے بحرِ دریاں تو ہی لہکتا ہے ہر شجر میں  
 نہیں فریبِ نظر کے دھوکے ہیں سائے جلوہ ترے جگر کے  
 زبانِ یں یں کے جب پہاڑ ہمارا ہر مٹوئے تن کھنپیا  
 وہ گنگا اٹھا دل کا مندر ہے وہ جلوہ فگن کھنپیا  
 تو اُس کا بیت وہ نیرِ اعظم ہے تو جان ہے تو وہ تن کھنپیا  
 بجا تو یوں ہے وہ خود خدا ہے عجب ہے تیری لگن کھنپیا  
 ہر ایک ذرہ مری نظر میں ہے ہر زبان کا چسپ کھنپیا  
 تو سب سے بالا ہی میں ہے جہاں تیری اک کرن کھنپیا

ۛ شوح دولت کا تجھ سے طالب شوح جہت کا تجھ سے طلب

ہے شیوخ رحمت کا بیج سے طالب دیال مومن ملن کفہ ہیا







یوں ہم بھی فقط اپنے ہی من کی شانتی کے لئے اس بھگوت گیتا میں بتلائے ہوئے بھگتی لوگ کو اوم پیاروں کیلئے پیش کریں گے۔  
اغلب ہے کہ یہ طالبانِ حق کے لئے کسی حد تک کارآمد اور مفید ثابت ہو۔ مگر یاد رہے کہ اس بھگتی لوگ کو بھی ہم مختصر طور پر واضح  
کر سکیں گے تفصیل کے ساتھ نہیں تفصیل کیلئے تو وہاں چھ ادھیائوں کا ایک مکمل شک بیان ہوا ہے۔ مگر ہم فقط اس کے بارہویں  
ادھیائے کو ہی جس کا نام بھی ”بھگتی لوگ“ ہے اس وقت کیس کے مکمل ہے کہ اس سے ہم سارے بھگتی شک کے بھاد کو ہی نظریں  
کے سامنے رکھ سکیں۔ اب ہم اس کے ترجمہ کے لئے پہلے اس ادھیائے کی بھومکا کرتے ہیں۔

मत्कर्मकामपरमो मदुक्तः सङ्कर्जितः ।

निर्वैः सर्व भूतेषु यः समामेति पाण्डव ॥ गी० १२-५५ ।

مطلب :- میرا بھگت میرے لئے ہی کرم کرنے والا میرے پرانے ہوا نیز جملہ پرانیوں سے پریم رکھتا ہوا آخر مجھ کو ہی پراپت کرتا ہے۔  
بھگوت گیتا کے پچھلے گیارہویں ادھیائے کا یہ آخری شلوک ہے۔ اس میں سارے گیتا شاستر کا پچھڑا ہی وہ ہے کہ  
اسے کئی بار وہاں دُرا یا گیا ہے۔ تو بھی عام لوگوں کے لئے تو اس کا پڑھنا کتنا آسان ہے۔ مگر مطلب نہایت ہی مشکل ہے۔ سبکی  
وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ گیتا کے اندر بتلائے ہوئے اور جگہ جگہ دُرا سے ہوئے شری کرشن کے میں پد والے ہنگ شد کی مابیت اور  
اصلیت کو نہیں سمجھتے۔ بلکہ بعض انجان تو کُٹایہ غرض کرتے ہیں کہ کیوں کر یہ سری کرشن اپنی نسبت جگہ جگہ کہتا ہے۔ میں ایشور ہوں  
تمام جگت کا کرتا ہوں سری کرشن کی شان میں سرور گید اور سرور خلقتی ہوں۔ اے ارجن ! تو میری ہی شرن میں آجا۔ میں تجھے تمام پاؤں سے  
مکت کر دوں گا۔ اس قسم کے ایشور ہون اور ناسکتا سے بھرے ہوئے الزامات لگاتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ بھگوان کے ایسے  
بیان واقع میں ایک صحیح اور ایک گہرے سدھانت پر مبنی ہیں۔ واقع میں جو عین ایشور اور پرہاتما ہے۔ وہ اپنی نسبت اگر ایسے  
الفاظ کہتا ہے تو اس میں مضائقہ ہی کیا ہے۔ وہاں اوروہ خود ایشور ہو کر اور جیوؤں کی مانند ہوتا تو ایک گناہ تھا۔ مگر نہیں  
وہ پرہاتما ہو کر آپ کو پرہاتما بتلاتا ہے۔ اور یہ کیا ہے۔ اس لئے سری کرشن کو جین پریشور جانا اور اس کی تصنیف بھگوت گیتا کو بھی  
اسی طرح صحیح اور سچا تصور کرو۔

جس طرح بھگوت گیتا کے اندر اور جگہ سری کرشن کے ہاں ”اسمی“ یعنی ”ہنگ“ پدیں شہ ہے۔ بھیک اسی طرح اس  
ادھر بتلائے ہوئے شلوک میں بھی سند یہ ہے۔ درحقیقت بھگوان کا مطلب میں ”پد سے کیا ہے۔ کیا نرا کار۔ نریش۔ نرہا دھاک۔  
نے جس و حرکت اور بے چوں و چرا پر مانتا ہی ذات سے مراد ہے یا ساکار۔ ساویش۔ سا اُپا دھاک اور تمام نام اور صورت والے  
سنگ پرہاتما سے مطلب ہے۔ اور یہ درست ہے کہ بھگوت گیتا کے اندر ان دونوں کا تروپن جگہ جگہ ہوا ہے۔ مثلاً

बहूनां जन्मनामन्ते ज्ञानवान्मां प्रपद्यते ॥

یعنی بہت جنموں کے آخر میں گیان دان ہو کر تجھ کو پاتا ہے۔ تو یہاں شدھ نرا کار و ستو کا ذکر ہوا ہے۔ اسی طرح پھر

नाहं वेदैर्न तपसान दानेन न चेज्यया ।

शक्य एवंविधो द्रष्टुं दृष्टवानसि मां यथा ॥ गी० ११-५३ ॥

الہات اے ارجن میں طرح تم نے مجھے دیکھا ہے۔ ایسا نہی ویدوں کے پڑھنے سے۔ نہ تپ سے۔ نہ دان سے اور نہ  
ہی بڑے بڑے کیوں کے کرنے سے بھی پایا جاتا ہوں۔



تو یہاں ساکارو وراثت سُرُوپ کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔ کیوں کہ یہ شلوک بھگوت گیتا میں ویراٹ درشن کے آخر میں ملتا ہے۔  
یوں دونوں سلگن اور بزرگن روپ بھگوان کے بیان ہوئے ہیں اور چونکہ دونوں ہی بھگوت وادبیہ ہیں اس لئے جب تک ادھیکا کے  
بھید سے ان کی دوستی نہ لگائی جائے ان میں باہم اختلاف کے ممکنات ہوں گے لہذا ان ہر دو کے ہی تفصیلات کے ساتھ بیان کیئے  
یہ بارہواں ادھیائے شروع ہوتا ہے اور اس کے اندر گیتا کے چاروں کی رائے بھی ہے جنہوں نے اس ادھیائے کی بھوبکا کرتے ہوئے  
بتلایا کہ فقط بزرگن اور سلگن آپاسناؤں میں اعلیٰ آپاسنا جاننے کی غرض سے ہی اسے کہا گیا ہے۔ چنانچہ وہ شلوک یہ ہے۔

निगुणोपासनस्यैव सगुणोपासनस्य च ।  
त्रैयः कतर दित्येव निर्णेतुं द्वादशोद्यमः ॥

یعنی بزرگن اور سلگن آپاسنا کے اندر اعلیٰ آپاسنا کون ہے۔ اس لئے وہی یہ بارہواں ادھیائے شروع کیا جاتا ہے۔ اب  
اسی ہی جگہ سا کو لئے ہوئے ارجن پوچھتا ہے۔

प्रजुनोवाच

एवं सतत युक्ता ये भक्तास्त्वां पर्युपासते  
ये चाप्यक्षरमव्यक्तं तेषां के योगवित्तमाः ॥ १ ॥

**مطلب۔** اس طرح ہر نتریاکت ہو کر جو بھگت ہتھیں آپاسنے ہیں نیز جو اکھشرا اور اوکیٹ کے آپاسنا کرتے ہیں (۱۷ سری  
کرشن) ان کے اندر کون زیادہ یوگ کو جاننے والے ہیں۔  
**تشریح۔** یہاں ارجن کا مطلب فقط اس سلگن روپ سے ہے جسے اُس نے بھگوان سے ہی ملی ہوئی دویہ درشی سے دیکھا تھا۔  
یعنی جو البتہ کا وراثت روپ تھا۔ اور جس کے اندر ہزاروں سر ہزاروں آنکھ۔ ہزاروں کان۔ ہزاروں ہاتھ اور پیر تھے۔ چھپیں سورج  
پیر رین پانی، آگ، ہوا۔ اور لکاش کے دستار تھے جس میں جملہ لوک اور ہر لوک کی ہر شیاں اور ان میں رہنے  
والے پرانیوں کے سموہ تھے۔ غرضیکہ جس ویراٹ سے الگ تمام جگت کا کوئی جدا گانہ وجود نہ تھا۔ لیکن اسی سر روپ کی نسبت یہاں  
ارجن پوچھتا ہے۔ اس لئے یقین کرو کہ یہاں فقط مٹی منوہر یا مکٹ گندل اور پیتا مبر واری یا فقط ایک انسان کے سے لباس سے  
ظاہر ہونے والے ویکیتی سے مطلب نہیں ہے۔ چنانچہ ارجن پوچھتا ہے کہ اے بھگوان جو نتریاکت ہو کر آپ کی اس طرح آپاسنا کرتے ہیں۔  
یعنی جملہ عالم کو آپ کی ہی تصویر سمجھتے ہیں۔ آپ سے الگ کسی نام اور صورت کی ہستی کا اقرار نہیں کرتے اور سر و ترسم درشی کو لئے ہوئے راگ  
ودیش سے رہت ہوئے ہیں کیا وہ سر نشیت ہیں یا وہ اعلیٰ ہیں جو آپ کو اکھشرا اور اوکیٹ جان کر بھجن کرتے ہیں۔ اکھشرا اور اوکیٹ ناموں  
سے بھی مطلب اُس بڑا کار پر ماتا سے ہی ہے۔ جیسے ویدوں کی شرتیاں۔

प्रस्थूलमन एव ह स्वमदीर्घमतो हितम् ॥

یعنی اکھشرا پر نام نہ سٹھول ہے نہ سُکشم ہے نہ چھوٹا ہے نہ لمبا ہے۔ اور نہ ہی کسی گن والا ہے اتیادی روپ سے بیان  
کرتی ہیں۔ یا سٹھلکرت دیا کر ن کی رو سے ॥ **नक्षरति इति प्रक्षरः** ॥ یعنی جس کا ناش نہیں ہوتا وہ اکھشرا  
ہے۔ اس آؤناشی نیز سٹھلکرت تو کا ہی بیان ہوا ہے۔ گو سلگن اور بزرگن سر روپ کے اندر کوئی ذاتی قنادت نہیں تاہم اتنا بھید ضرور  
ہے کہ سلگن سر روپ تو جملہ نام اور صورت کی آپادھی کے ساتھ ہے۔ مگر بزرگن ان ہر دو کے بغیر ہے۔ اور یہ بھی امر صحیح ہے کہ ان دونوں



کے اندر بھی سنگن و گرہ مانگ اور متعین ہے۔ اور نرگن سچا۔ تو بھی اُپاسنا کی غرض سے پہلے پہل سنگن ایشور ہی مانا جاتا ہے۔  
وہ اس کی یہ ہے کہ نرگن تو تین چیتن کے لئے کسی المین کے نہ ہونے سے فی الفور کوئی کوئی راض نہیں ہو سکتا۔ نیز یہ بھی سچ ہے  
جب تک سنگن برہم کی اُپاسنا نہیں ہوتی۔ قلب صاف نہیں ہوتا۔ اور نرگن کی گرفت آدمی سے کوسوں دور رہتی ہے۔ ایشور  
اُپاسک نرگن تو تین پرولیش پانے کے لئے خواہ کتنا ہی سرچکے مگر اس کے لئے کہ جس کا ہر دے صاف نہیں نرگن کی کھٹا  
ایک نامکن سوال ہے۔ بلکہ اسی بات کو صاف کرنے کے لئے ہی تو انتہائی ہری کرشن نے ارجن کو پرینادی کہ وہ ان سنگن اور  
نرگن کی گتی پوچھے۔ چنانچہ اس کے سادھان کے لئے اور ارجن کا فقط سنگن و دیاس ہی ادھیکار جان کر بھیگوان نرگن اُپاسکوں کی  
نسبت سنگن اُپاسک کو سریشٹھ اور اعلیٰ بتلاتے ہوئے بولے۔

श्री भगवानोवाच ।

मय्यावेश्य मनो ये मां नित्ययुक्ता उपास्ते ।

अद्वया परयो चेतास्ते मे युक्ततमा मताः ॥ २ ॥

**مطلب۔** اے ارجن جو ادھیکاری اپنے من کو مجھ سنگن برہم میں ایک کر کے نیت کیئت ہو کر نیز سنگی برہم بتردھا سے  
ملے ہوئے میرے ساکار روپ کا چیتن کرتے ہیں۔ وہ مجھ پریشور سے زیادہ کیئت ماننے گئے ہیں۔  
تشریح :- ہر دے کی طرح باہر بھی جس کسی دستوں سادھی کی جاسکتی ہے کیونکہ سادھی مانتر کا سہارا کوئی نہ کوئی چیز ہونی لازمی ہے  
اس لئے وہ سادھی ہر دے کی طرح باہر بھی کسی نہ کسی روپ میں ہو سکتی ہے۔ سنگن اُپاسک کی چونکہ سادھی نام روپ جگت کے اندر  
برہم بھانا ہوتی ہے۔ اس لئے ایسی سادھی اُسے خود بخود ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جہاں وہ کوئی خوبصورت اور پُر رونق چیز کو دیکھ پاتا ہے۔  
فی الفور سمارت ہو جاتا ہے۔ چونکہ نرگن اُپاسنا چیتن کے لئے کوئی خاص المین نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہاں لوہر،  
بادھ اور بادھ کیا جاتا ہے۔ اس سبب اس کی نسبت سنگن اُپاسنا بہتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھیگوان بھی ارجن کے تامل نرگن اُپاسک  
کی نسبت سنگن اُپاسک کو سریشٹھ اور اعلیٰ بتلاتے ہیں۔ ورنہ یہ امر واقع نہیں کیونکہ حق یہ ہے کہ جس سنگن اُپاسک کے پھل لگنے پر آدمی  
نرگن و دیاس پرولیش کر جاتا ہے۔ بھلا وہ کب اور کس طرح ہلکی اور ادنی سمجھی جاسکتی ہے۔ یہ فقط ارجن کے نیز اور اور لوگوں کے  
ادھیکار کی ضرورت کو انہیں جو کر کے ہری کرشن نے ایسے کہا ہے۔ اور اسی کو اصطلاحات کے اندر अथ वा بتلایا ہے۔  
اس لئے حقیقت پسند کو اس جواب سے کبھی گمراہ نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ فلسفہ گیتا کے اندر اگر کچھ مشکلات ہیں تو وہ یہی ہیں کہ انجان فقط  
اس کے کسی ایک "نقطہ" کو دیکھ کر اور لگے پھلے تمام مضمون کو نظر انداز کر کے فی الفور ایک طرف فیصلہ دے دیتا ہے لیکن  
دانا وہ ہے جو اس کے ہر ایک پہلو کو سوچنا ہو اصح اور درست راستہ اختیار کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آخر سچ کو پالیتا ہے۔ اس  
لئے ناظرین بھی پرچہ خیال رکھیں کہ ان کو بھی ایسا معاملہ نہ لگ جائے۔  
بھوہکا :- مگر کیا اکھشر اور اوکیئت کے اُپاسک سریشٹھ نہیں۔ اور کیا وہ آپ کو پراپت نہیں کرتے۔ اس پر اگلے دو شلوک کہے  
جائے ہیں۔

ये त्वक्षरमनिर्देश्यमव्यक्तं पर्युपास्ते ।

सर्वत्र गमयिष्ये च कूटस्थमचलं ध्रुवम् ॥ ३ ॥



جاری شدہ سالانہ

پچندہ سالانہ

سارے چھپے روپے  
۶/۸/۰

ایڈیٹر  
گورکھ ناتھ  
نند

رسالہ اوم دہلی

ممالک غریب  
سارے چھپے روپے  
۸/۸/۰

فہرست مضامین ششماہی ایک سالہ ۱۹۶۱ء

قیمت فی پرچہ  
۱/۸/۰

نمبر صفحہ	مضمون نویس	نمبر شمار	مضمون
۱	شری سوامی پری پورنا نند جی پورن	۱	کلیان بھادونا
۲	مینجر	۲	اغراض و مقاصد
۵	ایڈیٹر	۳	بھوکا
۷	شری نوبت رائے جی شونخ	۴	سوز و محبت
۸	شرمی شانتی دیوی جی	۵	سرد ویاک اوم
۹	سوامی شوانند جی سوسوتی	۶	شانتی کا پیغام
۱۳	سوامی گوپند آنند جی	۷	شانتی کے آبائے
۱۵	سوامی پری پورنا نند جی	۸	مئے وحدت
۱۶	سنت جھری سنگھ جی	۹	دیراگ بھگوت بھگتی اور تو گیان شانتی
۲۹	شری جواہری ناتھ جی کوکی	۱۰	دسکتا اور
۳۰	ایڈیٹر	۱۱	پرما تامل حستی
۳۸	لالہ نند کشور جی افگر	۱۲	گیانی (نظم)
۳۹	شری بھاگ مل جی سامنی	۱۳	گیان پرکاش
۵۵	کوکی لوک ناتھ جی دل	۱۴	امر سندیش
۵۹	حکیم لودھراج جی عاروت کمال	۱۵	خطوط تجلیہ معرفت
۶۷	سوامی گیان نند جی	۱۶	لوگ و دنیا
۶۸	شری شونخ جی	۱۷	مستان حق
۶۸	شری جین رام جی دھیمان ایم اے بی لی	۱۸	پنچھی اوسکے



نمبر شمار	نام مضمون	مضمون نویس	نمبر صفحہ
۱۹	شراستی	پنڈت جیت رچر جی	۷۲
۲۰	ایشوراستی	حصد دومکم کمیٹیا میں	۷۳
۲۱	رارقنا	شریتی شامکت دیوی جی	۷۴
۲۲	خورد ارجن دیو	کوی دل سنگھ جی	۷۵
۲۳	شانت منی داسین بھان والے	شری امرناکھ جی دلوانہ	۸۳
۲۴	گورو امر داس جی کا آپدیش	سنت بھگوان سنگھ جی	۸۴
۲۵	نواسے موہن	بھاتما لکھن مورتی جی	۸۵
۲۶	موہن (دکھتا)	ایڈیٹر	۸۶
۲۷	خود حضرت میں آیا ہے	بھاتما آننت رام جی	۹۰
۲۸	دھرم راج یکھشٹر	ایڈیٹر	۹۱
۲۹	جہار راج رگھو اور کوکس رشی	شری کندن لال جی بی۔ اے	۹۲
۳۰	بزرگوں کے کارنامے	شری دیویدیا ل جی آنکس	۹۵
۳۱	سعدوا	ایڈیٹر	۹۶
۳۲	بھارت تاناکا نریاد	پنڈت سوہن لال جی تنظیم	۱۰۴
۳۳	شادھی سکھوبائی	ناتھ کرشن بھاسی لال جی	۱۰۵
۳۴	صورت گنیشام	ڈاکٹر راج بھادرجی درما	۱۰۷
۳۵	سوامی گوپند چند جی	پروفیسر امیر لال جی چوپڑہ ایم اے	۱۰۸
۳۶	اندر اور وردچن	دیوان پنڈی داس جی چوپڑہ بی۔ اے	۱۱۱
۳۷	رگھو کیوٹ	شرتی جہنم لال جی ساہنی	۱۱۷
۳۸	بھگت رھوناکھ	ایڈیٹر	۱۲۵
۳۹	سراسے فانی	.....	۱۳۳
۴۰	بھگت منی داس	شرتی طراب جی	۱۳۷
۴۱	ارمان دیو	شرتی ام پرکاش جی	۱۳۸
۴۲	سنت گوبند	شرتی دیو راج جی سندل	۱۴۰
۴۳	جہا بھرت	دیوان دیس راج جی سندھ	۱۴۱
۴۴	بھگت نارائن داس	شرتی دینا ناتھ جی سرلو استرا	۱۴۳
۴۵	جیوت پنت	شرتی برہمانند جی بی۔ اے	۱۴۶
۴۶	ولی لال بھگت	لالہ گودھاری لال جی بی۔ اے	۱۴۸
۴۷	جو پچھوتم	منشی دیو دیال جی دستار	۱۵۲
۴۸	ایشوراستی	شرتی ناتھ جی سندھ	۱۵۳
۴۹	نہرست کتب	شرتی ایس ایس منڈو ویل ایم بی بی	۱۵۴
۵۰		بھاتما ایم دہلی	۱۵۶





روحانیت بلند ترین خیالات کا پرچارک

رسالہ "اوم" دہلی

"کاشانی ایک" بابت ماہ جنوری ۱۹۶۱ء

بھومرکا

پریم کیا جس نال پیار سے اُس پیار سے نول پایا  
 بنا پریم نہ بلدا پیارا دید گرنتھ یہ گایا  
 بھگوان پریم روپ ہیں بلکہ پریم ہی بھگوان ہیں جن پریشوں کی چادر گرنتھی یعنی ہر دیہ گرنتھی ٹوٹ گئی ہے یا یوں کہیں کہ جن کا  
 ہر دیہ رُدی شیشہ نل اور وکشیپ رُدی میل سے صاف ہو گیا ہے اور جن بھاگ شالی پریشوں نے چٹشٹھ سادمن (دو دیک ویراگ  
 کھٹ سمیت) کو کھ اچھا کی منازل کو طے کر یا ہے وہی بھگوان کے نزدیک پہنچے ہیں۔ سب دید شاستر گرنتھ بھی پکارا ہے ہیں کہ وہ  
 پریم اور عتبہ بھگوان ہر ایک کے ہر دیہ رُدی مندریں نو اس کر رہے ہیں۔ اگر آپ اُن کے ساکشات درشن کرنا چاہتے ہیں تو ہر دیہ  
 کے اوپر جو پانچ پردے ہیں اُن کو اٹھا کر سچا اندر سوپ کے درشن کر دے۔ اُن سے اُپر ان سے، منو سے، اوگیان سے اور آند سے  
 یہ پانچ پردے ہیں جن کو جگیا سٹو پرش نے گیان دوارا ہٹا کر اُس پیار سے کے جن مکملوں میں پہنچ جانا ہے۔ شاستر کاروں نے  
 اس راستہ کو سات منازل میں یوں بیان کیا ہے جن کو سات بھومرکا بولتے ہیں۔ ششٹھ اچھا، ششٹھ دھارنا، اتن مانا، ستو اتی  
 اسکتی، پدارتھ ابھادنی، تریا، پہلے جگیا سٹو اس سنا کر کے پدارتھوں اور سکھوں کو ناشودان سمجھتا ہوا یہ اچھا کرتا ہے کہ اس  
 کو ایسا سمجھ لے جس کا کبھی ناشس نہ ہو۔ دوسرے معنوں میں وہ آند سوپ بھگوان کی پراپتی کی خواہش کرتا ہے اس کا نام ششٹھ اچھا  
 ہے۔ بس یہاں سے ہی اس کی منزل شروع ہو جاتی ہے اور وہ پدارتھ کے راستہ کو آہستہ آہستہ طے کرنا شروع کر دیتا ہے جب  
 وہ اپنے اعمیاس اور اتین سے (یا یوں کہیں کہ مہاتما لوگوں کی سنگت اور ست شاستر کے دھار سے) چار منازل طے کر کے پاکوٹی  
 اور جھپٹی بھومرکا میں آتا آسن جما لیتا ہے تب وہ بھگتی اور گیان کے اصل مفہوم کو باکر ایک ایسے عجیب و غریب رنگ میں رنگا جاتا  
 ہے کہ جس کا اندازہ عام دنیا دار نہیں کر سکتے۔ جیسے خواب غفلت کی بیند میں سویا ہوا پرش جاگ رت اُکھٹا دے پرش کے تعلق  
 کچھ واقفیت نہیں رکھتا۔ اسی طرح وہ مہاتما پرش دُنیادی لوگوں سے کہیں کو سوں دور چلا جاتا ہے اور وہ لوگ اس کی ادستھا کا  
 ٹھیک اندازہ کرنے کے اصرار کرتے ہیں۔

या निशा सर्वभूतानां तस्यो जागर्ति संयमी ।

यस्यो जाग्रति भूतानि सा निशा पश्यतो मुनेः ॥ गीता २-३९ ॥



کیمورن بمبوت پرانیوں کے لئے جو رات ہے اس نیتیتھ دھو دھو سرورپ پر رانند میں بھگوت کو پراپت ہو کر پیش جاتا ہے اور جس ناشران کھیت ہنگر منارک شگھ میں رب بمبوت پرانی جلتے ہیں پتو کو جاننے والے مٹی کے لئے یہ رات ہی ہے (گیتا ادھیتم شلوک ۳۹) عام سناری لوگ ایثور سے بے کھمک ہو کر اپنے منس جسم کو دھو دھو کر ادوں میں میرے کو کوڑیوں کے تول مناسے میں بیکین ایثور بھگت اب اس منزل تک پہنچ جاتا ہے جہاں سے پھر گرنے کا اندیشہ نہیں رہتا۔ بھول بھول اس کو آند اور سرور کی بھنگیں آتی ہیں۔ وہ مرت اور بخود جو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ اس منج بھوتک دیہہ کو گیان انجی میں جلا دیتا ہے۔ بمبوت بھوشت اور درتقان جاگرت استین اور شکھیتی شکھ دھکھ ہرکھ اشوک وغیرہ کو وہ اپنے سرورپ میں نہیں دیکھتا۔ اپنے سرورپ کو وہ اڈول اور سچل محسوس کر کے اکھول پر اسی میں ہی غرق رہتا ہے۔ دنیا کے لوگ اس کو پاگیاں ہیں یا اس کے شریر کو کشت دیوں اس کو ان باتوں سے کوئی مرادگار نہیں رہتا۔ ایسے جیون مکت پریش کی پراربد اور شریر یا تار خود بخود جوت ہے۔ اس کو کوئی چپٹ ٹھا نہیں کرنی پڑتی۔ ایسے پریش کے کاریر سنگم اور لٹ کام دونوں حالتوں سے بھرا ہو جاتے ہیں بلکہ اس کے تمام کام ایثوری کام ہی ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو برشوم برسم کی اکتیہ اور انت آند لیا کا ایک مرکز جان کر اپنی خودی کو چھوڑ دیتا ہے اور اپنے شاریرک بھید کو بھول کر اپنے اندر اور باہر پرشوم کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔

यस्तवात्मरतिरेव स्वादात्मतृप्तश्च मानवाः।

अत्मन्येव च संतुष्टस्तस्य कार्यं न विद्यते। गीता ३-२०॥

جس پریش کا آتما میں ہی پریم ہوگیا میں ہی شانت اور تربت ہے۔ آتما میں ہی منتشت ہے اس کیلئے کوئی بھی کریم (DUTY) نہیں۔ وہ ایثور روپ ہی ہو جاتا ہے اب اس کیلئے اگر بھگوان کو کوئی دوتیہ مورتی بھی دھارن کرنی پڑے تو اس میں تعجب کی کوئی بات ہے بھگوان اپنی مایا دارا سب کچھ کرنے کے سحر کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ اس نشانتی انگ "میں کئی ایک بھگت جنوں کی سوانح حیات میں پڑھیں گے کہ بھگتوں کے لئے بھگوان نے کیا کچھ نہ کیا۔

پیارے سمجھو! پریش کی منزل اس دنیاوی عقل سے بہت دور ہے۔ اس لئے اگر آپ بھگتوں اور بھگوان کی مہا کو جاننے کا شوق رکھتے ہوں تو کو تو تم بھی اس پریم کے رنگ میں رنگے جاؤ۔ پھر دیکھو کہ بھگوان نامکن کو بھی ممکن کیلئے کر دیتے ہیں اس کو سمجھا پڑنا عقل کا کام نہیں بلکہ دل کا کام ہے۔ بھول بھول آپ بھگوان کے نزدیک ہوتے جاؤ گے تمہارے تمام شک و شبہات کا نور ہو جاتے جابین گئے۔ آپ دشواس کو دھارن کر کے اس انگ میں جو کھتیا میں دی گئی ہیں ان کو مٹ دھاؤر دک پڑھو تاکہ آپ کے ہر دیکر کی کانٹیں نقل جاویں اور آپ بھی اس پریم اور بھگتی کے امرت کو پان کر لیں۔ اس میں کئی فوق القدرت واقعات بالاتر از عقل پڑھتے ہیں آجئے جو کہ عقیدت۔ اور شہر دھالو سمجھوں کے لئے پریم اور بھگتی میں غرق کر دینے والے ہوں گے۔ یہ ان بھگتوں کی جنوں کا مجموعہ ہے جن کی زندگیوں ایثور اور اپن ہو چکی ہیں جن کے دل اور زبان سے دھک اور نصیبوتوں کے موقع پر ہمیشہ واہ واہ کی فضا میں نکلی جنوں نے شکھ کی نسبت دھک میں گھر سے پریم کا رس لیا جن کی زبان پر کبھی حرف شکایت نہیں آیا۔ جنہوں نے سرفریم پریمی پورن سمجھانند گھٹ گھٹ نو اسی اور انتر یا جی بھگوان کو ہمیشہ اپنے انگ سنگ دیکھا۔ جنہوں نے ہر روپ میں اسی کا روشن کیا جن کا کھانا مینا مینا سب کچھ سادھی تھا۔ جنہوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ بھگوان کے اربن کر دیا اور اپنی خودی اور انانیت کو ملیا میرٹ کر کے بھگوان روپ ہی ہو گئے۔ ان کے حالات نہایت خوبصورتی اور محنت سے تربت دیئے گئے ہیں تاکہ ان کا اثر جگایا سوسکے دل پر جاگزیں ہو اور وہ منزلی مقصود یعنی شانتی کے مندر تک با آسانی پہنچ جاوے۔ یہ سوانح حیات بڑی بڑی فاضل شخصیتوں کی شبانہ روز محنت کا نتیجہ ہے اور ایک ایک کھتیاں وہ سوز اور گداز ہے کہ پڑھنے والے کی چپٹ کی ادھتھا ہی اور ہو جاتی ہے۔ یہ کھتیاں ہر ایک گھر ہستی کے گھر میں بطور پاکھ کے رکھی جانی چاہئیں۔ تاکہ سب پر یار میں ایک نیا جیون پیدا ہو کر دھک اور کلش والا



گھر بھی شکھ اور شاعری کا مندر بن جاد سے۔  
 "شاعری انک" کا تیسرا حصہ شری مہا بھارت کا شاعری پر ہے یہ حصہ گرمہسی سبجوں کے لئے ایک نہایت سچا اور  
 ہے۔ اس کے ساتھ سے حدود و مہر کی بہت سی واقفیت حاصل ہو جاتی ہے لیکن بوجہ عدم گنجائش اس انک میں ہم شائع  
 نہیں کر سکے۔ اب ماہ اپریل کے پرچہ میں اس کو شائع کیا جاد سے گا۔  
 سب کا آتما: — گورکھ ناتھ مندر

## سوزِ محبت!

۲۰: — شری نوبت رائے جی شوخ

جو اپنی خودی کو بھلاتے رہیں گے  
 و فوڑِ محبت سے خونِ حبسِ گرا  
 حراکِ سانس میں گرمی ذکرِ لاکر  
 جو اوروں کو بھی بھنوا کر کئے اپنا  
 محبت کا آئینہ خود کو بن کر  
 حراکِ دل میں اپنے طلقِ عمل سے  
 اسی سے میں یکسو جو ہو کر  
 وہ پائیں گے پائیں گے اس کو  
 رہِ عشق میں اُن کی خاکِ قدم کا  
 رہیں گے وہی شوخ محروم مقصد  
 زبانی جو باتیں بناتے رہیں گے!

اطلاع "شاعری انک" ماہ جنوری اور فروری ۱۹۶۱ء کا مشترکہ پرچہ نکلا گیا ہے۔ ماہ جنوری ۱۹۶۱ء کا کوئی علیحدہ پرچہ شائع نہیں ہو گا۔ ناظرین  
 اس کے لئے خط و کتابت نہ کریں۔ اگلا پرچہ یکم مارچ ۱۹۶۱ء کو شائع ہو گا۔" مینیجر





از قلم شریعتی شانتی دیوی جی ۳۱- یو بی پی ایگ نکتین بوم اور دلی

سر شری کے تار تار میں میرے اوم چھپے بیٹھے ہیں  
یہ لوگ کاتر سارے کیا درشیمیں نیارے نیارے  
ہے اجرام اوداشی، نہ ملے وہ مہتر اکاشی  
رشی منی تیرایش گاتے، یوگی جن دھیان لگاتے  
پریت نبھ چاند ستارے، مہا ساگر بھارے بھارے  
اس مایا کے دستار میں میرے اوم چھپے بیٹھے ہیں  
ہر سوانس کی جھنکار میں میرا اوم چھپے بیٹھے ہیں  
ہر دیہ کے ستیہ وچار میں میرا اوم چھپے بیٹھے ہیں  
بھگتوں کی منت پکار میں میرا اوم چھپے بیٹھے ہیں  
بندھو کی گہری دھار میں میرا اوم چھپے بیٹھے ہیں

کہیں انت نہ اس کا پایا، سب بارے سیس جھکایا  
ممکنی کے اونچے دوار میں میرا اوم چھپے بیٹھے ہیں!

نوٹ:- شریعتی شانتی دیوی جی دھرم پتی شری گیش داس جی کے ہاں ۱۰ نومبر سے ۲۴ دسمبر تک شریمان یوجیہ مہاتما پرکاشو اشروت جی مہاراج کی ادھیکت میں چاروں دیدوں کا گیتہ تھا۔ اس ادھر پر یہ گیت گایا گیا جسے بہت ہی پسند کیا گیا۔ ناظرین اوم منت سنگ میں مل کر گایا کریں اور شری





مبارک ہیں وہ ہستیاں جو دنیا میں شانتی اور امن کے لئے  
کوشش کرتی ہیں۔ کیونکہ وہ ایشور کی سنتان کہلائیں گے۔  
(حضرت سچ)

زندگی کا مقصد آتم گیان یا ایشوری گیان حاصل کرنا ہے۔ ایک ہی امر، لافانی رُوح، آتما برہم، جو تمہارے  
دلوں کے اندرونی گوشوں میں لپٹا ہے۔ وہی ہمیشہ سے قائم ہے اور قائم رہے گا۔ وہی اصلی حیات پورن گیان اور  
پورن آتم ہے۔ لا علم ان شانتی اور آتم حاصل کرنے کے لئے ناشوان بیرونی اشیاء کو فصول بھڑکتا ہے  
جو کال۔ کارن۔ اور آکاش سے وابستہ ہیں۔ اُسے من کی شانتی نصیب نہیں ہوتی۔ اس کی خواہشات پوری نہیں  
ہوتیں۔ وہ دھن اکٹھا کرتا ہے۔ سمنان پیدا کرتا ہے۔ خطاب، عزت نام اور شہرت حاصل کرتا ہے۔ لیکن  
پھر بھی اس کا من بے چین رہتا ہے۔ اُسے ابدی خوشی اور مستقل آتم نہیں ملتا۔ اُسے پھر بھی کسی چیز کی کمی  
دہ جاتی ہے۔ وہ یکبھی محسوس نہیں کرتا کہ میں اس طرح سے پورن ہو گیا ہوں۔ یہ احساس اور تکی صرف  
کھینچنا ہوتی ہے جس کا ذریعہ اندریہ من یعنی من پر قابو رکھنا۔ پاکیزگی اور دھیان ہیں۔

آج کل سنسار میں جادو کی طرف بے چینی ہے۔ خود غرضی، بوجھ۔ کرودھ اور کام نے غضب ڈھال رکھا ہے  
جنگ۔ لڑائیاں اور معمولی جھگڑے گرم ہوائی فک کو گندھلا کر رہے ہیں۔ اور نا اتفاقی۔ ناسازی اور شانتی  
میدا کر رہے ہیں۔ بنگ بکتا ہے۔ اور سیاسی میدان جنگ میں اپنے دشمنوں کو قتل کرنے کے لئے ٹوچ کرنے ہیں  
ایک قوم دوسری قوم کے خلاف ملک گیری اور طاقت کے لئے جنگ کر رہی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ  
شانتی کی تحریک بھی خاموشی کے ساتھ اتفاق، اتحاد اور امن قائم کرنے کے لئے اور گیان کا ناش کرنے کے  
لئے جو انسانی تکلیفوں کی جڑ ہے۔ اور ایشوری گیان یا آتما کا گیان لوگوں میں پھیلانے کے لئے کام کر رہی ہے۔ یہ  
سنسار بھٹ گہرا ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ گہرا اور ماسالی کے ناقابل آنکھوں سے اچھیل ایشور کے خاموش  
کام ہیں۔ جو ایک طرف رنجش لوگوں کو جنگ کے لئے آمادہ کرتا ہے اور دوسری طرف سنوئی لوگوں کو رُوحانی  
گیان پھیلانے کے لئے شانتی کے مرکز قائم کرنے اور مصیبت زدہ انسانوں کے دکھ دُر کرنے کیلئے تیار کرتا ہے  
کبتک تم دورنگی اور بے چینی کی زندگی گزارنا چاہتے ہو۔ کبتک گیان و نصرت اور جدائی کی غار میں پڑے



رہو گے۔ کبتک یہ خود غرضانہ جدوجہد جاری رکھو گے۔ یہ تقرقات اور تمیز کبتک دیکھنا چاہتے ہو۔ کبتک یہ جدائی کی خلیج جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے جدا کرتی ہے۔ قائم رکھنا چاہتے ہو۔

شانتی صرف شعور و عقل جنگ و جد اور لڑائی جھگڑوں کی عدم موجودگی کا نام نہیں۔ یہ بیرونی ذرائع سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہ اس جگہ کی کیفیت کا نام نہیں۔ جہاں سے تمام ناپسند چیزیں دور کر دی گئی ہوں۔ اگر تین سادھو بہالیہ کی کسی گچھا میں رہتے ہوں۔ اور وہ آپس میں جھگڑنا شروع کر دیں اور اپنے دلوں میں بغض، حسد اور نفرت کو جگہ دیں تو وہ اس جگہ کی نہایت شانت اور پورے آدمیوں کو گندہ کر دیں گے لیکن شانتی کی حالت میں ماضی یا مستقبل نہیں ہوتے۔ نہ صبح و شام ہوتی ہے۔ وہاں ہمیشہ ہی جگہ اور دھوپ رہتی ہے۔

شانتی۔ الشیو، اتما، برہم۔ آزادی، سارنا، کمیو، لیو، مردان، موکش، برہم دھام۔ پرمانند پراچی، یہ سب تقریباً ایک ہی معنوں والے شدید ہیں۔ نیکی اور شانتی کا آپس میں یہیم ہے، شانتی اور برہم کا بہت میل ہے۔ ملاپ اور شانتی اکٹھے رہتے ہیں۔ اور خواہشوں کے تیاگ سے تو شانتی کبھی جدا ہوتی ہی نہیں۔ لیکن الشیو کے برہم کے بغیر تو برہم شانتی کبھی نصیب نہیں ہوتی۔

شانتی کی سلطنت زبان اور خیال کی طاقت سے باہر ہے۔ صرف ان تھک و دھانی سادھنوں سے ہی وہاں تک پہنچا جاسکتا ہے، یہ شانتی سنت برکار اور خاموش پڑے رہنے کا نام نہیں، نہ ہی یہ خواب اور سمرزم کی سیبوشی یا وجد کی حالت کا نام ہے یہ اوگنوں سے مترازن کی حالت بھی نہیں۔ یہ وہ حالت ہے جس میں کہ جیو ٹھوس روحانی شکتی حاصل کرتا ہے یہ تمہارا مرکز مقصد اور انجام ہے یہ انسانی زندگی کا محور ہے اتنا اسی کا متلاشی ہے یہ یونین گیان ہے یہ وہ ادبئی اور سائنہ ادا و ستھلا ہے جس میں یوگی انتہائی الشیوری آئندہ نہایت اعلیٰ برہم گیان حاصل کرتا ہے۔ یوگی پر اتما کی سائنہ مل جاتا ہے، شانتی کا امرت ملی کر وہ بالکل نشکام اور بیخوف ہو جاتا ہے۔

شانتی تمہارا پیدا شدی جتن ہے، شانتی اندر اور باہر سے تھائے وجود کو بھر رہی ہے شانتی تمہارے آگے پیچھے دائیں بائیں اور برہم ہے، شانتی ہی اصلی حقیقت ہے نام اور شکلیں سب بفرضی ہیں۔ اس شانتی کو اوجھو کرو اور انداز ہی ہو جاؤ۔ شانتی کی طاقت واقعی حیران کن ہے۔ جو برہم آئندہ اور خوشی مہیا کرتی ہے۔

لگاتار دھیان سے من کو شانت کر کے جنگ و جد کے وسیع سمندر کو عبور کرو۔ اور شانتی مندرتا اور امرتا کے دوسرے کنارے پر جا پہنچو۔ اپنی خود غرضی کے لئے تمام کوششیں چھوڑ دو، اور زندگی کی دھینا نہ بے حسنی سے اپنے تئیں آزاد کرو۔ شانتی رہو۔ الشیو کی اچھیدا کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کرو، تمام تفکرات چھوڑ دو۔ ربح اور چنتا کو روک دھو گا دوانے من کی اندر ملی گہرائیوں میں اتر جاؤ۔ اور شانتی کے ساگر میں جھلانگ لگا دو۔

قانون محبت یا سنہری قانون کے مطابق اپنی زندگی بسر کرو۔ پہلے اپنے مسالطان کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرو۔ اپنے دل میں شانتی کا راج قائم کرو۔ یہ شخصی شانتی ہی ہے جو سناہ کی شانتی کیلئے راستہ تیار کرتی ہے۔ اپنے من میں شانتی ستھاپت کرنا سب سے بڑا کام ہے جو تم ہی نوع انسان کی خاطر کر سکتے ہو۔ وہ یوگی جس نے ایسی شانتی حاصل کی ہے جس تک خیال پہنچ نہیں سکتا، سناہ کے تمام کونوں میں شانتی کا پرکاش کرتا ہے۔ جو لوگ اس کے ساتھ ملتے جلتے ہیں۔ وہ اس کی سیٹی آتما کو اٹھانے والی سڑکی حق تعالیٰ کی لہروں سے متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکتے اس کی موجودگی میں نفرت بھاگ جاتی ہے۔



لڑائیوں کو بند کرنے کی گفتگو بے فائدہ ہے۔ جب تک تمہارے دل حسد اور نفرت سے بھرے ہوئے ہیں  
پیلے انجی تا اذغاتی اور ناسازی کو دور کرو۔ قوموں کی جنگ خود ہی بند ہو جاوے گی۔ ایک ایک بشر سے ہی  
قوم بنتی ہے پُر امن اور شہ زندگی گزارو، تمام شک و شبہ، تعصب، حسد، بغض، کینہ اور طغانت و جاہلاد حاصل کرنے کے لئے  
خود غرضانہ لالچ و بغیرہ کو سختی سے برباد کرو۔ سادہ زندگی بسر کرو۔ ہر روز دھیان جمائو اور اپنے دل میں شانتی دھارن کرو پھر  
اس کو اپنے ہمسایوں اور اُن سب لوگوں میں جن سے تم کو واسطہ پڑتا ہے پھیلاؤ۔ دُور دور تک اُس کی روشنی کی کرنیں  
پھینکیو، سناہ کے سب مردوں اور عورتوں میں شانتی کا پرچار کرو۔

اگر تم خود غرضی، لالچ اور خودی کو مٹا دو گے۔ تو مانا پر کرتی تمہارے کام کرے گی، تمہیں اُس کے ساتھ تعاون کرنا  
پڑے گا۔ پھر وہ تمہارا زندگی کا بوجھ اپنے سر پر اٹھائے گی۔ تم بالکل آرام میں ہو گے۔ تم رنج و فک، جینا، غم اور خوف و بغیرہ سے  
آزاد ہو گے، تمہاری مرضی اور خوشی وہی ہوگی۔ جو پر کرتی کی مرضی اور خوشی ہوگی۔ اس کا مقصد اور تمہارا مقصد ایک ہوگا۔ پھر  
کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ جو کوئی بھی اپنی خود غرضانہ خواہشات کو ابھارنے کی اچھا کے آگے بھینٹ کرے گا وہ پریم آئندہ  
ادب شانتی حاصل کرے گا۔

بھگوان گیتا میں لکھا ہے :-

राग द्वेष वियुक्तैस्तु विषयानिन्द्रियैश्चरन्

प्रात्मवश्यैर्विधेयात्मा प्रसादमधिगच्छति ॥ गी : २, ६४ ॥

प्रसादे सर्वदुःखानां हानिरस्योपजायते ।

प्रसन्नचेतसो ह्याशु बुद्धिः पर्यवतिष्ठते ॥ ६५ ॥

नास्ति बुद्धिरयुक्तस्य न चायुक्तस्य भावना ।

न चाभावयतः शान्तिरशान्तस्य कुतः सुखम् ॥ ६६ ॥

विहाय कामान्यः सर्वान् पुमाञ्छरति निस्पृहः ।

निर्ममो निरहंकारः स शान्तिमधिगच्छति ॥ ७१ ॥

**مطلب :-** جس کا من اُس کے قابو میں ہے اور جس کی اندریاں راگ اور دوش کو چھوڑ کر اُس کے بس میں رہتی ہیں۔ وہ  
شخص انہی باتوں سے کام کرنا چاہتا ہے جس کی خوشی کو حاصل کرتا ہے خوش رہنے سے اُنھیں کے تمام دکھ دور ہو جاتے ہیں  
جس کو خوشی حاصل ہو جاتی ہے اس کی بھی خوشی خود اُسی میکسٹ ہو جاتی ہے جس میں سم بھاتا نہیں۔ یعنی جو ہر حالت میں کچھ  
دکھ و بغیرہ میں یکساں نہیں رہ سکتا۔ اُسے شدھ بھئی یا ودیک نہیں ملتے۔ نہ ہی اُسے بھکتی حاصل ہوتی ہے اور جس میں  
بھکتی نہیں اُسے شانتی نہیں۔ جہاں شانتی نہیں وہاں سکھ کہاں سے ہو سکتا ہے۔ بھگوان کرشن

अद्वावांलु भती ज्ञानं तत्परः संयतेन्द्रियः ।

ज्ञानं लब्ध्वा परं शान्तिमचिरेणाधि गच्छति ॥ ४। ३९ ॥

काम क्रोध वियुक्तानां यतीनां यतचेतसाम् ।

प्रभितो ब्रह्म निर्वीणं वर्तते विदितात्मनाम् ॥ ५। २६ ॥



**مطلب :-** جو شخص شر دھار یعنی اعتقاد والا ہے۔ اور جس نے اپنی اندریوں پر پورا قبضہ کیا ہوا ہے۔ وہ گیان حاصل کرتا ہے۔ اور گیان پا کر فوراً ہی پریم شانتی پر اپت کرتا ہے۔ پریم رومی شانتی ہمیشہ اُن جتنی لوگوں کے نزدیک ہے جنہوں نے کام اور گردہ کو جیت لیا ہے۔ اور جنہوں نے اپنے من اور خیالات کو بس میں کر لیا ہے۔ غصہ، لالچ، حسد اور نفرت سب شانتی کے دشمن ہیں۔ اس لئے ہمیشہ نیک ارادہ میں۔ دیا، امنہ، کشا، صبر، شرافت اور تمام مخلوق کے لئے پریم اپنے اندر بڑھاؤ۔ جب ایسا کر دھیان کرنے کے لئے بیٹھو اس شخص کے لئے دعا کرو جس نے ہمیں نقصان پہنچایا ہے۔ اُس کے لئے اور تمام دنیا کے لئے شانتی اور شہد کا منا کے خیالات کی لہریں بھیجو۔

میں یہ شانتی خاموشی میں ہی مل سکتی ہے۔ ہر روز آدھ گھنٹہ سے ایک گھنٹہ تک ایک ایسے کمرے میں جہاں شور و غل نہ ہو، خاموشی سے بیٹھو۔ اپنی آنکھیں بند کر لو ہر پریم کو ڈھیلہ چھوڑ دو، مدلوں، انکھوں کی بھنوں میں اپنی اُرو کے درمیان ایک نقطہ پر توجہ قائم کرو۔ من اور حواس کو بیرونی اشیاء سے مٹا لو۔ جیت میں اٹھتی ہوئی درتوں اور خیالات کو باڈا اپنے جسم کو اور دنیا کو بھول جاؤ۔ اُس مہاں پر بیٹھو۔ پریشدہ کے نہایت اُفانت اور پوشیدہ مندر میں داخل ہو جاؤ۔ تم بھگوان کو جو "شانتی" ہی ہے۔ اپنے من کی اندرونی خاموشی میں پاؤ گے۔ اس طرح سردیوں میں روزانہ چار دفعہ اور گرمیوں میں دو دفعہ بیٹھ کر دھیان جماؤ۔ باقاعدگی سے یہ عمل کرو۔ یہ باقاعدگی بہت ہی ضروری بات ہے تمہیں روحانی ترقی تب ہی نصیب ہوگی۔ جب تم اپنے سادھن باقاعدہ کرو گے۔ جب تمہیں شانتی حاصل ہوگی۔ تو تم دنیا کو شانتی دے سکو گے۔

من میں اٹھنے والے خیالات کے بلبوں کو دباؤ۔ اور تمام دنیاوی و نفسانی خواہشات کو چکنا چور کر دو۔ شانتی حاصل ہوگی۔ روحانی سادھنوں سے اندرونی خاموشی اور پریم شانتی کی راہ دہانی کو پر اپت کرو۔ اگر تم اپنے من کو شانت کر سکتے ہو تو تم ایک بڑے بھاری طوفان یا خوفناک سمند کی لہروں کو شانت کر سکتے ہو، شانتی کے ساگر میں رہو۔ اپنے اندرونی آتما سے اپنے جیون کو وابستہ کرو۔ تب ہی تم حقد، بغض، ناسازی، بریادی وغیرہ کی تاریک طاقتوں کے اثر کو زائل کر سکو گے۔

شانتی صرف اپنے اندر ہی مل سکتی ہے، تم باہر کہیں نہیں ڈھونڈ سکتے، دولت، انشیاں، بچے، جائیداد، شاندار عمارتیں اور محل تمہیں شانتی نہیں دے سکتے۔ اپنے اندر نظر ڈراؤ۔ اُس ایک پریم آتما اور پریم گیان کے ساتھ جو تمہارے دل کے اندر رہتا ہے۔ اپنی یکانیت محسوس کرو۔ جب تم اُس اندرونی پرماٹما کے ساتھ مل جاؤ گے۔ تو تمہیں بڑے سے بڑا ربح، دولت، نقصان، شکست وغیرہ نہیں ہلا سکے گا۔ تم سناہ کی تمام مشکلات اور تکلیفوں کو آسانی سے عبور کر سکو گے۔ اور زندگی کی ہر منزل میں فتحیاب ہو گے۔ اس شانتی کے ساگر میں تیرو۔ اور اپنی آتما کی شانتی میں مگن رہو۔

(ادوم شرم)

آستک تاسک سنواد۔ چار آنہ  
برہمچریہ ڈرامہ۔ ۸۔ نصف شری سوامی شوانند جی  
ملنے کا پتہ  
رسالہ "ادوم دہلی"



# سچی لازوال شانتی کے پائے

بجواب سوالات ایک برہمچاری پنڈت جی

از شری سوامی گوپنڈا نند جی مہاراج

سوال نمبر ۱۔ ہے بھگون! بیش ہر وقت کام کر دھو و بیماری وغیرہ دکھوں سے اشانت اور دکھی رہتا ہے۔ اس کا کوئی مکمل علاج تجویز فرمائیے۔  
جواب :- پیارے سچی شانتی تو مکمل پرما رتھ سے ہی مل سکتی ہے۔ اور اسی سے سرب دکھ فوری اور پرمانند کی پراپتی ہوتی ہے۔

سوال ۲۔ بھگون! پرما رتھ کیا ہے؟  
جواب :- پرما رتھ کا شردخ — ست اور است کا نرنے ہے اور اخیر کیوں ست و ستو کا ہی انو بھو ہے سوال ۳۔ پرما رتھ میں ترقی کے کیا اصول ہیں؟

جواب :- مل (یعنی پاؤں) کا ذخیرہ جس کے سبب بار بار دوشیوں کی طرف جیت جاتا ہے جو نشکام کرم سے دور ہوتا ہے (یعنی من کی چچھلتا۔ جو آپا سنا یعنی چیت برنی اکا گر کے کسی دھیان میں لگانے سے دور ہوتا ہے)

دلوں و دشنوں کو دور کر کے ذیل کے چاروں سادھن سہت مچتے ہوئے گورو شردنری برہم نشیٹ سے ست آپدیش کا شرون و دھی پوریک کر کے اس کا من نہ دھیان کرنا ہی پرما رتھک ترقی کے (اصل) ہیں۔ وہ چاروں سادھن یہ ہیں۔ (۱) دو یک۔ نت انت کا دچار۔ (۲) ویراگ۔ انت پرما رتھوں میں داگ نہ ہو کر ان کے تیاگ کی اچھا (۳) سکھٹ و سمپتی۔ جو چھ مل کر ایک سادھن بنتا ہے

راشتم۔ من کا اپنی جگہ پر قائم ہونا (۱۲) دم۔ اندریوں کا دشنیوں سے روکنا (۱۳) آپرتی۔ دشنے اور دشنے پرشوں سے دور رہنا (۱۴) تنکھٹ۔ دکھ سکھ رگمی ہمدی بھوگ پیاں وغیرہ کا سہا دنا رتھ، شردھا۔ ست گورو اور ست شانتی کے داکوں پرست ہونے کا لودا یقین، (۱۵) سادھا تتا۔ جیت کو باہر سے مہا کرانتر تکھ مہرانا۔ (۱۶) مموکشتا۔ مکتی کی پوری خواہش جو دور مہر نے دالی نہ ہو۔

ان سادھنوں سہت ہونا ہوا جب یہ جگیا سو ست آپدیش یعنی نت نوم اسی وید کے مہا داکید کا رتھ و سہا ت سمجھ کر اپنی جگہ و چار کرنا ہے۔ تب اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس خفول شریو جو باج جھوٹوں کی پیچیں پر کرتوں کا بنا ہوا است جڑ دکھ پر چھن روپ ہے) میں نہیں ہوں۔ اور نہ ہی میں سوکشم شریو شردے ننڈوں والا) ہوں۔ اور نہ ہی میں کارن شریو (اودیا یا بیجری روپ) ہوں۔ میں تو ان کا جاش ہا رکھتینر گید و شٹا



ساکشی آتما ان سب جزوی کلی تینوں شریوں اور ان کے دھرموں اور اچھے بُرے نتیجوں سے انتیت سجدانند پورن  
ہوں۔ ایسا دھارم کے جب آپ کو آتما پر ہم نشی کر لیتا ہے تب ہی اس کے ادھیاتمک (مانسک) ادھی بھونک  
(انتا بریک) اور ادھی دیوک (سیر دنی) تینوں قسم کے دکھ دور ہو جاتے ہیں۔

سوال ۷۴ :- جنہوں نے پرمارتھ میں کمال حاصل کیا۔ وہ کن کن اصولوں پر کار بند ہونے آئے ہیں۔  
جواب :- جب تینوں شریوں دلشچی، سمشچی کو مدہ ان کے دھرموں کے متھیا جان کر ان کا بادھ کر دیا جاتا  
ہے۔ اور منونا ش واسنا کھٹے ہو کر شیش ایک نزد شیش آتما ادویت ہی رہ جاتا ہے۔ تو اس ادھتھا میں پرمانند کی  
پراپتی جسے لازوال شانتی بھی کہا جاتا ہے پراپت ہوتی ہے۔ اور کوئی دکھ یا شوک وغیرہ اس ادھتھا میں نہیں پہنچ  
سکتے۔ کیونکہ آتما ان سے انتیت پارے ہے۔ یہاں اس پرمارتھ کے کمال سے مراد دھارم پر دکھش اور بھونکی  
جائے گی۔ اس کے بعد نشی گیان کھٹے بھونکی درتن ویراگ کے اصولوں پر گیان دان موصوف کا رہند یا عامل  
ہوتا ہے۔

الف :- نشی گیان، تمام نام رُوب سناہ کو انتر میں متھیا سمیتے ہوئے ان کا بادھ کر کے شہ برتی روارا اپنے  
آتما کو ادویت سجدانند پرکش (سینہ و پر یہ دھت) اور بھونک کر کے انتر مٹھی میں اس نشی کا ہمیشہ بار مٹھا، یہی  
نشی گیان کہلاتا ہے۔

ر ب :- کھٹے بھونکی، ایکانت میں جس شہ برتی کے ذریعہ پریم کو آتم رُوب سے اور بھونک کر کے۔ اُس برتی کا پردہ جاری  
رہنا اصلی بھونکی گیانوانوں کی ہے۔ اور بوا کمال میں آتم بھاونانہ کھٹے ہوئے سب مپا کرتے ہوئے سب ہت میں برتنا یہ  
بھی اس بھونکی میں داخل ہے۔

ر ج :- درتن ویراگ۔ اور شٹ اوسار یا پہلے سو بھا وول سے اگر چت کسی پرمارتھ کی طرف چلا جاوے تو اُس کو  
متھیا و شٹ کے بل سے اس طرف سے مٹا لینا۔ اگر درتن میں بھی آجاوے تو اُس پرمارتھ یا دھتے کو متھیا دیکھتے ہوئے  
اُس میں اسکت نہ ہو کر اندر یہ آگوں سے اس کا استھال اور نشی میں ان سے اسکتا اور لیتا یہی گیانوان کا درتن ویراگ  
سوال ۷۵ :- پرمارتھ سے تین کے کیا کارن ہیں۔ یعنی کئی پہلے بڑے شوق اور ویراگ سے تیاگ کرتے ہیں۔ بڑی ادھی  
استھتی کو پہنچتے ہیں۔ مگر بعد میں پھر سنا میں پھنس جاتے ہیں۔ اور ان میں پھر ویراگ و دلش زکانتا کچن وغیرہ میں برتی  
ہو جاتی ہے۔ اور ان میں دنیہ ابھمان اور زیادہ آجاتا ہے۔ اس کا کیا کارن ہے؟

جواب :- بڑی اور ادھی استھتی نام تو مکمل پرمارتھ یعنی درتھ گیان کی ادھتھا کا ہے۔ اُس سے تو کبھی تنزل یا  
تین نہیں ہو سکتا۔

اگر عام لوگوں یا چیلوں کی پرشٹھا یا شہرت یا کسی سدھی کا ہو جانا یا دھیان آدھوں کا لگا کر مٹھیا یا کھٹ  
کائی کا سہارا یا کئی بدادھتھوں کا بیرونی تیاگ دیکھ کر اُس کو ادھی استھتی کہا جاوے اور شاستری اور کوئل گیان  
دیکھتے ہوئے ان کو گیانوان سمجھا جاوے تو پھر سناہ میں بدادھتھوں کے سنگ دوش اور اُس کے پانے بھا وول کو جس کو  
ویراگ اور دھارم کے بل سے تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور عام گیانیوں یا نقلی ویراگ والوں یا صرف شاستری گیانی پرشٹوں کی طرف  
ہی اس کی نظر اور سنگت رہتی ہے یہی کارن اُس میں دنیہ ابھمان وغیرہ کا ہو کر پھر بدادھتھوں میں ویراگ و دلش زکانتا  
پرورت ہو جاتا ہے اور یہی پرمارتھ سے تین یا نڈال کا کارن ہے جس سے اشناختی ہی دھتتی ہے اور شانتی کا مکھ نہیں دیکھ



سکتا۔

(نوٹ) جب پُرش کی صبح اوستھا در دھ گیاں اور برہم اچھیاں کے بل سے ہو جاتی ہے یعنی بولار اود پر مارتھ میں فرق نہیں پڑتا ہوتا یا سب برہمنوں اور نام رُپ میں وہی ایک اتما جلوہ زن ہوتا ہے تو وہی پُرش تنو گیان منو ناس واسنا کھنٹے کے مکمل اچھیاں سے جھوٹکا اودھ ہو جاتا ہے۔ تب ہی پورن پرمانٹ اود پورن شانتی حاصل ہو سکتی ہے اور اس اوستھا میں آتم دنیا گیاں اود پُرش سب شوکوں سے نر جاتا ہے یہی سچی شانتی کی اودھی ہے

”اوم شانتی شانتی شانتی اوم“

## مئے وحدت کا اثر

سوامی پری پورنا نند جی

پی کر شراب وحدت متانہ ہو گیا ہوں  
عقل و خرد سے یارو بیگانہ ہو گیا ہوں  
کہنے کی کچھ زبان سے کہہ کو ہے ہوش و فرصت  
ساتی کی شمع رو پہ پروانہ ہو گیا ہوں  
حالت مریاے یار ویاں تک ہے بخود کی  
ساتی سبکو ہوں میں خود ہی مانہ ہو گیا ہوں  
جب سے پلایا بھر کے ساتی نے جام وحدت  
یارو بتاؤں کیونکو حاصل ہوئی یہ مستی  
ہستی مٹا کے اپنی نابود نہ ہوا ہوں  
ہر موجد میں مجھ سے عاشق بے نہ ہرگز  
فضل و کرم سے ساتی کے ہم نشین ہوں میں  
رنج و الم کہاں اب ڈھنڈے ملیں نہ مجھ میں  
فرحت خوشی کا پورن کا شانہ ہو گیا ہوں



از۔ سنت ہری سنگھ جی مہاراج

# ویراگ۔ جھکوت۔ جھکتی۔ تنوکیاں۔ شانتی

ماٹی میں دھن پاٹیو ہری نام  
من میرودھا دن تے جھوٹو  
کر بیٹھو بسرام  
مایا ممتا تن تے بھائی  
اچھو نرمل گیان  
لوکھ موہ ایہ پرش نہ سائیں  
گہی جھکت جھگوان  
جنم جنم کا سنسا چوکا  
رتن نام جب پایا  
ترشنا سکل بنی من تے  
نچ ٹکھ ماہیں سمایا  
جانکو موت دہال کر یا ندرہ  
سوگو مند گن گاوے  
کنو نانک ایہ بندھ کی سچے  
کوڑ گورنگھ یادے

(گور دگرنتھ)

اس سنسار میں شانتی ایک انینت درلجھ پدارتھ ہے۔ اور درلجھ پدارتھ وہ ہوتا ہے۔ جو مقدار میں کم ہے۔ جتنا تھوڑا کمش دیکھنے میں آتا ہے کہ پرپایا ہی سارا سنسار دیکھ شیب روپ آگنی میں دھک دھک کر کے جل رہا ہے اگرچہ شانتی اور سکھ کے لئے ہی سب کوشاں ہیں۔ لیکن اس کی پراپتی بہت مضبوطیوں کو ہوتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان سب کوشاں کو ہونڈ بھال غلط ہے بلکہ ان پدارتھوں میں ہے۔ جہاں اگرچہ شانتی نظر تو عزیز در آتی ہے مگر ہے نہیں جس طرح کلہ کی جھوٹی میں پانی نظر آتا ہے مگر وہاں ہے نہیں۔ لیکن جو ہرن اس بات سے آگاہ نہیں ہوتے وہ چمکتے چمکتے کلہ کو ہی سچ پانی تصور کرتے چمکتے بھٹک بھٹک کر پیسے ہی مرجھاتے ہیں۔ اور ان کو پانی نصیب نہیں ہوتا۔ اسی طرح اودیکی پرائی بھی اس سنسار میں جو کہ ٹکھ سے بالکل نشوون ہے۔ ٹکھ روپ جان کر اس کے چمکتے چمکتے بالکل جھوٹے پدارتھوں پر گھوٹو سکھ اور شانتی کے لئے برہما ہی اپنے سے کو گھوٹا ہے۔ اور اس دیو درلجھ مش جیوں کو کھوٹ دیکھتے ہیں جس جیوں سے سچی اور حقیقی شانتی کی پراپتی ہوتی ہے۔ اگر تکا مش غلط نہ ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ سچی شانتی پراپت نہ ہو۔ اس لئے بگاڑ ہے۔ تو صرف سچ اور جھوٹ کی پہچان میں جو کو برائی ایسا دیکھ نہیں کرتا۔ اور بنا سوچے سمجھے دوڑ دھوپ کرتا رہتا ہے۔ اسی سبب پورن اور مکمل شانتی کو نہیں پاتا۔ گو شانتی سنسار میں بھی نظر آتی ہے مگر وہ سچی نہیں۔ دیکھنے سے کہ اگر پانی بل جائے تو اس کو شانتی ہوتی ہے۔ جھوٹ کے گور دلی مل جائے شانتی ہوتی ہے ننگے کو کپڑا دیکھ شانتی ہوتی ہے۔ ایک بیمار تندرست ہو کر شانتی کا اوجھو کر تا ہے۔ اسی طرح اور بھی کئی خواہشات کے پورا ہو جانے پر شانتی ہوتی ہے، مگر صحیح معنوں میں، ہم اسے شانتی نہیں کہہ سکتے کیونکہ جھوٹ اور بیاس چھوٹتی ہے۔ جھوٹے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ یا آدمی تندرست اور شفا ہو کر بھی پھر بیمار ہو جائے شانتی ٹھیک معنوں میں اسے کہنا



چاہیے جس کے دل جانے پر پھر اشانٹی اور دکھشیپ کا مشہور دیکھنا پڑے۔ اس لئے ہم اس کو شانتی نام دیکھ  
 بھی اتنی شانتی یا پون شانتی نہیں کہہ سکتے اور جب تک پون شانتی کا لاکھ نہ ہو شانت ہو کر بھی اشانٹی  
 اور دکھشیپ ہی رہے گا۔ جیسے ایک بار کھانی کر بھی بھوکا اور پیاسا ہوتا ہے یا نذر دست ہو کر بھی پھر بہار ہوتا ہے  
 اس لئے سچی اور حقیقی شانتی کے خواہاں کو ان دنیاوی پیداغھوں سے پرے کسی اور دستو کی تلاش کرنی ہوگی۔ اور  
 جیتک اس کی پراپتی نہیں ہوتی ہزار لاکھ کوشش کرنے پر بھی آرام اور خوشی حاصل نہیں ہوگی۔ نہایت مذکورہ کی بات  
 ہے کہ یہ پریش سے سے پران پیداغھوں کے غمت سے دکھ اور کلش انہو بھی کرتا ہے مگر بد نصیب اور بے سمجھ  
 پھر بھی ان سے اور اس نہیں ہوتا بلکہ بار بار دل کے کپڑے کی طرح ان ہی میں اور لپٹتا ہے۔ ہمارے پورے جوں نے  
 جو چٹنے طرے دھنوں کے اندر چھٹا اور نہایت قیمتی سادھن "موکش اچھا" رکھا ہے۔ اس کا مطلب عام معنوں  
 میں صرف اتنا ہی نہیں کہ "میری تمکنتی ہو جائے" جسے کوئی بٹھے بٹھائے کہہ دیتا ہے۔ بٹھے بٹھے ان میری تمکنتی کر" تو  
 اتنے مانتے سے وہ مکھشو یا سچا طالب نہیں کہا جاسکتا بلکہ موکش اچھا اس اچھا کا نام ہے جہاں اور کوئی  
 اچھا نہ رہ جاوے اور مکھشو بھی اس کو ہی بولنا چاہیے جو دنیا کی تمام خواہشات سے دل کو ہٹا کر پھوکے جوں  
 میں لگ گیا ہو اور سنا کے شکھ اور آرام مانتے سے اس کو ہٹا کر اتنا ہی نہیں کہ نہیں جانتا۔ بلکہ ان تمام غصوں اور  
 ان کے سادھنوں کو محض دکھ کا گھر اور کھٹا اور جانتا ہے سچی تڑپ یا سچا پیار، سچی لگن یا سچے پریم کو ہی موکش  
 اچھا کے نام سے پکارا جاسکتا ہے۔ اس لئے ہی سادھن چٹنے کے اندر موکش اچھا کو چٹھے پد پر رکھا ہے  
 یعنی جس پریش میں دست اور است کا ویک ویراگ اور شرم دم آدی شچھ سادھن پائے جاتے ہیں۔ اس کے  
 اندر ایسی مٹنکٹ اچھا کا آئین ہونا ہو سکتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایک سچا پریمی ہی مکھشو ہو سکتا ہے۔ تو  
 بھی کچھ نا واجب نہیں جس دلیں ابھی دنیاوی اسکتی یا پیار بھرا ہوا ہے۔ وہ نیک چال چلن رکھتا ہو ابھی سچا  
 طالب یا مکھشو نہیں گنا جاسکتا۔ بھلے بننے اور مکھشو بننے میں بڑا بھاری فرق ہے۔ ہاں بھلا بن کر ہی  
 مکھشو ہوتا ہے یہ بات ضرور درست ہے، مگر محض چال چلن سے بھلا ہونا ہی کافی نہیں۔ ایک اچھے چلن  
 والا بھی بھگت یا جگیا سو نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ بھلا انسان تو شاستر ودھی سے اپنے دھرم کرم کو پالن کرتا ہو  
 شاستر کی برتی سے سنا کے پیداغھوں یعنی وشٹیوں میں درتتا ہو ان کو بھو گئے ہے مگر ایک پریمی اور اعلیٰ  
 ویراگ دان پریش ان سے انا سکت ہو سچی شانتی اور خوشی کے لئے ان سے اور اس رہ کر انگ رہنے کی  
 ہمیشہ کوشش کرتا ہے اور انہیں بھو گنا بھی نہیں چاہتا۔ شاستر وکت دیتی سے چلنے والے کا بھی لکھش دنیاوی  
 پیداغھوں سے ہی شانتی کو انہو جو کر تلیے مگر ایک بھگت اور پریمی کا لکھش ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ تو ان  
 تمام کو اپنی خوشی اور شانتی کا سادھن ہی تسلیم نہیں کرتا۔ اور نہ ہی سمجھتا ہے ہی وجہ ہے کہ ہمارے شاستر کا دل  
 نے پامر، دشمنی، جگیا سو اور گناہان چاہے کہ ہی منش کہے ہیں۔ اور اس پر کرن میں ہمارا پر یو جن تو صرت کوئی  
 یعنی سنا کے لکھشوں سے مکھشو یعنی جگیا سو کو علیحدہ کرنے کا ہے۔ کیونکہ اس کا ہی یہاں تذکرہ ہو رہا ہے۔  
 اگر چہ سند و شاستر میں شانتی کی پراپتی کے لئے کئی آئے یا سادھن کہے ہیں، مگر ہم نہایت ہی مختصر طور پر ان  
 میں سے خاص تین کو تجویز کرتے ہیں جن کے نام یہ ہوں گے :-  
 ۱) ویراگ یعنی خواہشات کے نیاگ سے شانتی۔



۲، مہنگوت مہنگوت یعنی الیٹوریم سے شانتی اور  
۳، تنوگیاں یعنی برہم ودیا سے شانتی  
نیز ہم ان کو ذیل کی تفصیل میں بالترتیب کھولتے ہیں۔

## (۱) ویراگ یعنی خواہشات کے تیاگ سے شانتی

नजातु कामाः कामानां उपभोगेन शाम्यति ।  
हविषा कृष्णवर्त्मैव भूय एवाभिवर्धते ॥

ارتقا :- کامناؤں کو دیشیوں دوا اور دن کرنے پر کبھی بھی کامناؤں کی شانتی نہیں ہوتی۔ بلکہ جس طرح آگ پر  
گھی ڈالنے سے وہ اور بھی اٹھک پر چند ہوتی ہے۔ اسی طرح کامناؤں اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔  
شانتی کی کھوج سے پہلے ہم کو یہ سوچنا ہے کہ شانتی کا کام کیا ہے۔ اور اگر غور کیا جاوے تو معلوم  
ہو جاوے گا کہ شانتی جو حیات کی کل چل کا نام ہے محض خواہشات کو ہی کہتے ہیں۔ کیونکہ جب کوئی خواہش پیدا ہوتی  
ہے۔ فی الفور ہی من میں ہل چل مچنی شروع ہو جاتی ہے۔ جس طرح ساکن پانی میں پتھر وغیرہ پھینکنے سے اس  
میں لہریں بیکارک اٹھنے لگتی ہیں۔ اسی طرح پھڑپھڑے ہوئے حیات میں بھی خواہشات کے سبب حرکت یعنی چیخنا اٹھنا  
ہو جاتی ہے اور وہ ہی شانتی کا موجب ہوتی ہے اگر خواہشات کو دل سے مٹا دیا جائے تو شانتی ہی بنائی ہے۔ شانتی  
کے لئے ہمیں آنا جانا نہیں محض خواہشات کا تیاگ ہی شانتی کا سرور ہے۔ پرنکھش دیکھنے میں آتا ہے کہ چپ  
چاپ بے حس و حرکت سمیٹے بٹھائے کو جب کوئی خواہش پیدا ہوتی ہے تو جنبش اس کی پورنی نہیں ہو رہی۔ تب  
تنگ من میں ایک طوفان سا بچا رہتا ہے۔ دیکھتے یہ اس طرح صبح اور درندہ ہے اور ہم ہاں ایک چھوٹے  
بچے کی مثال پیش کرتے ہیں۔ جو ہی اس نے ایک کھلونے کو دیکھا اور اس کے لینے کی خواہش اس کے اندر پیدا ہوئی  
اُس نے رونا اور چیخنا شروع کیا چنانچہ جب اس کی خواہش پوری کر دی گئی چھوٹ ہی اس کا رونا غصہ۔ اور وہ چپ چاپ  
ہو گیا۔ یا اسے اس طرح سمجھو کہ پیاسے کو پانی کے مل جانے اور اس کی خواہش مٹ جانے پر بھوک کے کورولی مل جانے  
اور اس خواہش کے مٹ جانے پر شانتی حاصل ہوتی ہے تو اس سے صاف ظاہر ہوا۔ کہ خواہشات کا پورا ہو جانا ہی  
شانتی کا سبب ہے مگر اس میں اور بھی مغالطہ پیدا ہو گئے۔ اور عام لوگ یہ سمجھتے تھے کہ بھوکوں کی خاطر یہ انھوں  
کو اکٹھا کرنا چاہیے۔ تاکہ جب ہی خواہش پیدا ہوئی اگر اس کو پورا کرنے کا بھوکہ اس میں موجود ہوا۔ تو اس سے حیات  
کی گھبراہٹ یا چیخنا نہ مرنے سے شانتی کا مندہ دیکھا جاسکتا ہے۔ لیکن ہاتھ یہ نہ ڈری بھوکہ پیدا ہو گئی۔ اور یہ  
استقدر لمبی جوڑی چوک ہے کہ ایک دو میں نہیں دس میں ہیں، سوچنا اس میں نہیں بلکہ ہزاروں۔ لاکھوں اور  
کروڑوں کی تعداد میں سب مذہب اور ملت کے لوگ بلکہ تمام ملک اور قومیں اس حدود میں ہیں کہ پراختوں  
کے سنگرہ کرنے سے دل کی تڑپ کو مٹایا جاسکتا ہے مگر افسوس کہ یہ ناممکن کے لئے کوشش ہو رہی ہے  
جو بات بنی ہی سمجھو ہے۔ اُس کے لئے یقین ہو رہا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اور ابھی بے سمجھی کے سبب ہی بھائی



کے ساتھ بھائی۔ قوم کے ساتھ قوم۔ اور ملک کے ساتھ ملک لڑائی اور جنگ کے لئے تلے ہوئے ہیں، ہمارے رشی لوگ جو ہم سے نہایت اعلیٰ و دماغ رکھتے تھے۔ ان کے فیصلے کب غلط ہو سکتے ہیں۔ ہم یہاں مثال کے طور پر اوم کے پیادوں کے سامنے رشی یا گیولک اور منتری سمباد رکھتے ہیں جس کا تذکرہ براہمانیک اپنشد میں ہوا ہے۔

ایک سے راجہ جنگ اور یا گیولک رشی ایسی بات چیت کر رہے تھے کہ راجہ جنگ نے یا گیولک مہاراج سے پوچھا۔ ہے پر پھو مجھے دیراگ کا سروپ کیسے اسپر انہوں نے کہا کہ ہے راجن! کل میں تجھے کو دیراگ کا سروپ دکھاؤں گا چنانچہ ایسا کہہ کر ہر رشی اپنے اشرم گئے۔ وہاں اپنی چھوٹی پتی منتری سے کہا:-

मैत्रेयीति होवाच याज्ञवल्क्य उद्यास्यन्वा अरे ऽहमस्मात्स्था-  
नादस्मि हन्त ते ऽनया कात्यायन्या ऽन्तं करवाणीति ॥

**مطلب :-** ہے پر منتری میں اس گرمہت اشرم کو تیاگ کر بان پرست کو گرمہن کرنے کی اچھا دلا ہوں۔ اگر تمہاری صلاح ہو تو تمہارا سے اور کا تیاگ کے دہیان میں برابر برابر دھن سمپتی کو بانٹ دوں۔

सा होवाच मैत्रेयी यन्नु म इयं भगोः सर्वा पृथिवी वित्तेन पूर्णा  
स्यात्कथं तेनामृता स्यामिति नेति होवाच याज्ञवल्क्यो  
यथैवोपकरणवतां जिवितं तथैव ते जीवितं स्यादु मृतत्वस्य  
तु नाऽऽशाऽस्ति वित्तेनिति ॥

**مطلب :-** یہ سن کر منتری بولی۔ ہے پر پھو میں پوچھتی ہوں۔ آپ کو پا کر کے مجھ کو اتر دیجئے۔ کہ مان لیجئے۔ کہ یہ سب پر پھو دھن کر کے لوٹن ہے۔ یہی دیکھتا ہے یہ سب میری ہو جاتے تو کیا اس سے میں تر پست ہو جاؤں گی۔ اور امرت ہو جاؤں گی۔ اس پر یا گیولک رشی نے کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ان میں طرح منگھ سادھن ملے عام دھنی لوگوں کا جیون ہوتا ہے ویسے ہی تمہارا جیون ہوگا۔ پر تو امرت بھاء یعنی مکتی اور شانتی کی آشا دھن سے کبھی نہیں ہو سکتی۔

सा होवाच मैत्रेयी येनाहं नामृता स्यां किमहं तेनु कुर्यां  
यदेव भगवान्वेद तदेव मे ब्रूहीति ॥

**مطلب :-** اس پر منتری چھ لہولی۔ ہے بھگوں جس دھن کو کہ میں مکت یا شانت نہیں ہو سکتی۔ تو پھر اس دھن کو لے کر میں کیا کروں گی جس منگھ کے سادھن کو آپ جانتے ہو میری مکتی کے لئے وہ ہی بتلائیے اور جس سریشٹک دھن کو آپ لئے جاتے ہیں۔ اس میں مجھے شریک کیجئے۔

اس پورب ادکت معمولی سمباد سے اپنشد کا رد کے آئے کس طرح روز روشن کی طرح خواہشات کے



تیاگ کا ایشیہ سے رہے ہیں۔ اور ایسی بیشمار مثالیں ویدک گرنھوں میں پڑی ہیں جن سے ہم کو اسی انشکانتا کا ہی اوشن مل رہا ہے۔ کچھ آپشند میں بھی کہا ہے،

यदा सर्वे प्रमुच्यन्ते कामा येऽस्य हृदिस्थितः  
प्रथमं तयोऽमृतो भवत्यत्र ब्रह्मा समश्नुते ॥

الترک :۔ جس سے یہ پُرش ان تمام خواہشات کو جو کہ اُس کے ہرے میں استھت ہیں تیاگتا ہے۔ تب یہ مرن ہرما پُرش یہاں ہی امرت ہو کر برہم کو برابرت کر لیتا ہے لیکن

(۱) جتنے جی کرتا ہے کب دُنیا سے دُشیا دار بس  
(۲) زندگی میں جھگڑے جاتا ہے پڑھاتا آدمی  
(۳) سخت تھنک ہے یہ بیماری ہوا دِرم کی  
۴۔ کرتے کرتے عمر جھٹے گی گذر اپنی تمام  
۵۔ تجھ سے دُنیا کی عمارت ختم ہونے کی نہیں  
۶۔ کھا چکا دُنیا کو تو اور تجھ کو دُنیا کھا چکی  
۷۔ جس کو تو اب دیکھتا تازہ بہ تازہ تو بہ تو  
۸۔ اس تجارت گاہ میں کچھ کر لے سرود لین دین

اپنے دے سے گر چہ وہ کہتا ہے سو سوار بس  
دم نکل جاتا ہے جب ہوتی ہے سب تکوار بس  
جانتاں آزار ہے دُنیا میں یہ آزار بس  
روتنے روتے ہوں یہ ہو جائے گا آخر کار بس  
چھوڑے اس کو یہاں بس کر دے اسے کار بس  
اب تو کر اس سے خدا کے واسطے یا اس  
ختم ہو جائے گا گل اور موسم گلزار بس  
ہونے والا ہے یہ سودا ختم اقد بازار بس

ہم یہاں اوم کے پیادوں کے لئے اس آشا یعنی ترشنا کے ہی مضمون پر نہایت مختصر طور پر بیچکلام والی دلشیا رنگنا کی کہانی کہتے ہیں جسکو شر پیکار گوت میں اور دھوت دتا ترے نے راجہ بد کے بتی کہا ہے۔

تو رب کال میں دھرم نگر میں ایک بیچکلام کی گنا ترستی تھی۔ ایک دن کسی پریمی کو اپنے گھر لانے کی (چھا) سے وہ خوب بن بھٹن کر بہت دیر تک اپنے گھر کے دروازے تک کھڑی رہی۔ چنانچہ وہ کامنا کی ماری جب ہی کوئی پُرش اس مارگ سے نکلتا۔ دیکھ کر اس کو سمجھتی کہ کوئی بہت دھن دیکھ رہی ہے۔ دالا دھنی ہوگا۔ مگر اُس کے وہاں سے ہو کر نکل جانے پر پھوڑا دیا کرتی۔ کہ شاید کوئی دھن کا کافی دھن دینے والا پُرش میرے پاس آتا ہوگا۔ چنانچہ اسی پرکار اسی انداز میں دروازے کے پاس کھڑے کھڑے اُس کی نیند جاتی رہی اور کبھی باہر اور کبھی اندر آتے جاتے اُسے ادھی رات گند گئی۔ دھن کی دُراشا سے انتظار کرتے کرتے اُس کا منہ سٹوٹھ گیا۔ اور جیت بھن دیا کل ہو گیا مگر اُس کو بھگوت کرپا سے یا شاید بھگوان دتا ترے کی آباد کرپا سے جو ایک طرف کھڑے تھے یہ سب تداشا دیکھ رہے تھے۔ اس دھن کی جیتا سے خوب ادا اس ہو کر دم سٹھکا دینے والا اور شانتی کا داتا دیراگ آئین ہو گیا۔ جس کے آئین مچتے ہی اُس نے جو کچھ کہا وہ ہم آپ کے سامنے محض دیراگ کی آنتی کے لئے حیند الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

وہ لولی۔ اہو اچھہ مو۔ کھو اور اندرے براٹن کے موہ کا دستار توہ نیمو جوئی ان تجھ اور است تہ بھی پُرشوں سے کھک کی کامنا کرتی ہوں۔ اچھے میں بری بے سمجھ ہوں جو اپنے ہرے میں رہن کر لے دے اور اتنیت سمیت تھانت



ہی پرتی اور سچے دھن کے دینے والے آتم دیو پر تپ کو چھوڑ کر کامنا پودن ہوئی دیرنقد ہی ان دکھ، موہ، شوق اور  
بھٹے کے دینے والے تجھ پریشوں کو سیون کرتی ہوں۔ دیکھو میں نے دیرنقد ہی اس اتی تندت برتی سے اپنے  
آپ کو دھوکا دیا۔ اور ستایا۔ ہائے کشت ہے کس لئے میں ان استری لپٹ کامی پریشوں سے رتی اور دھن  
کی اچھیا کرتی تری ہوں۔ اس دوپہہ نگر میں ایک ہی ایسی دشت آچار والی اور بیوقوف مند بھائی ہوں جو اس  
گیان والوں کے نگر میں اس اتی سمیپ اچیت پرمانما جو سب کے سر سے ہیں براہمان ہیں، اچھوڑ کر دوسرے پریشوں  
سے اپنی کامنا پودن کرنا چاہتی ہوں اور پو میرے کوئی تشیخہ کر کم کا بھیل ہے جو آج ایک ہی بار میرے اوپر بھگوان  
وشنو پرین پڑے ہیں جس کے سبب نت ہی در آشا میں دہنی والی اور مجھ در آچارنی کے چیت میں پریم شکھ اور  
شانتی کو دینے والا ویراگ آئین ہوا ہے۔ اگر آج میرا بھاگ مند ہونا۔ تو اس پرکار کی اچانک ویراگ برتی میرے چیت  
میں کب بیکارک پیدا ہو سکتی تھی۔ بس اب میں اس بھگوت آپکار کو سر آنگھوں پر لے کر اور دوشے سے آئین  
ہوئی ہوئی اس تجھ در آشا کو چھوڑ کر جیگ نیوڑ کی شرین چاؤں گی۔ اور اس اکسمات پر اپیت پڑے ویراگ میں  
شر دھارکھ کر بار بدھ دوش جو کچھ ملے گا۔ اسی سے نشت ہو کر اپنا جیون زواہ کروں گی۔ اور اس اپنے آتم  
روپ رمن یعنی بتی کے ساتھ نت ہی بھوگ بھاس اور آسندہ دہار کروں گی۔ اور ہو۔ اس سنا کر کوپ میں پڑے ہوئے  
اور دوشے واسنادوں سے نشت اور گھرے پڑے اس ابھائی جیو کا پرمانما کو چھوڑ کر کون سہارا ہو سکتا ہے  
لیکن وہ پرمانما تب ہی برسن ہوتے ہیں۔ جب جھوٹے واسنادوں سے آپرام ہو۔  
پنگلا اس طرح دھار کر اور لپٹے کر کے کانت کی در آشا کو چھوڑ کر شانت چیت سے اپنے بستر پر سو گئی پڑے

प्राणा हि परमं दुःखं नैराश्रयं परमं सुखम् ॥

یعنی آشا ہی دکھ اور اشانتی کا موجب ہے چنانچہ آشا سے مکنت ہونا ہی پریم اور سہی سکھ تنھا شانتی  
کا مہندار ہے۔ ویراگ کے معنی بھی سوائے خواہشات کے تباہ کے اور کچھ نہیں۔ ویراگ سے مراد وشتو کے تباہ  
کے نہیں ہیں تباہ بھی افس چیز کا ہو سکتا ہے جو اپنے پاس موجود ہو۔ لیکن ویراگ یعنی خواہش کا تباہ تو ہر ایک چیز کا  
ہو سکتا ہے خواہ وہ پاس ہو یا نہ ہو۔ جو دیرنقد یا دوشے ہمارے پاس ہی نہیں جیسے سوگ لوک یا پریم لوک کے  
دو پریم بھوگ تو بھلا ان کا تباہ ہم کیسے کر سکتے ہیں مگر یہاں ہی بیٹھے بھٹے ویراگ یعنی خواہش کا تباہ تو ان  
تمام درشت اور دشت یعنی لوک پر لوک کے پریشوں کا بھی ہو سکتا ہے اور جب تمام خواہشات کی فہمی ہو جاتی  
ہے۔ تو چیت ہمالیہ پہاڑ کی طرح شیش اور ٹھنڈا ہو جاتا ہے جس طرح ہم نے اوپر گنگا کے اتھاس میں اس بات  
کو اچھی طرح درستایا ہے کہ جوں ہی اس نے در آشا کا سڈکلب چھوڑا۔ شیشیل اور شانت من ہو کر آرام سے  
بستر پر پڑی اور سو گئی۔ اس میں کوئی سند پر نہیں کہ من نہایت جھنجھلی اور آسندہ بھاؤ کا ہے۔ مگر اس کی جھنجھلی کا سبب  
محض یہ در آشا ہے اور کھوئی واسنہ ہی ہیں۔ اگر کسی طرح ان کا سڈکلب ہوجائے تو من کی استحقاق میں کوئی  
شک و شبہ نہیں رہتا۔ اور من کے بھر جانے پر شانتی تو پاؤں کا فرش اور ہاتھ کی پتھیلی پر ہے۔ چنانچہ اس نغم  
سے ہر پریشوں نے اس من کے سڈکھار کے لئے کئی آپلئے رچے ہیں جن میں نہایت اعلیٰ اور شکھنی پریشوں



دشیوں میں دوش درشن دکھا ہے جس کا مطلب ہے کہ جن جن دشیوں کو نعت دکھ کر من روڑتا رہتا ہے، اُن اُن کے اندر دوشوں کو ہی بجایہ دوا رہ دیکھتے رہتا اور وہ دوش یہ ہیں۔ پہلا دشیوں میں است، انت اور مستھیا رویتا کا چنتن نیز دوسرا ہے اُن کے ادانت میں دکھ رویتا کا دچارہ۔ اگر جی ایک او دی کی پرش کے پاس تمام دشتے ست روپ اور کھ روپ ہی سر دقتا بھان پڑتے ہیں۔ مگر ایک اعلیٰ دیک کی نظر دیکھنے والا اُن کو انت یعنی آگما پائی اور ادانت میں دکھ دایک ہی جانتا ہے دیکھتے دشیوں کی مدد پر کا دی ہی ادستھا مانی گئی ہے ایک کا یہ مان ادستھا یعنی پراپتی سے پہلے جب اُن کی کامنا حیت میں ہوتی ہے اور دوسری بھوجی مان ادستھا یعنی جب کہ اُن کا بھوگ ہوتا ہے۔ ان دونوں حالتوں کے اندر وہی او دی کی پراپتی سے دچار کرنا ہے یعنی اُن کی پہلی حالت میں جبکہ وہ پراپت نہیں ہوتے، اُنکی پراپتی کی خواہش سے جلد ہے نیز اُن کے دل جلد ہے یہ بنے رہیں اور رشتہ ہوں۔ ایسی جیتا اور بھی ادھک سنتا کرتی ہے اس طرح ہمیشہ ہوشیار اور خبردار رہنے کے سبب وہ اپنی اندریوں اور من کے اوپر پڑے پراپت کر لیتا ہے جس سے لڑن شانتی کو الٹو بھو کرنا ہے رشتا نئی تو اُس کے اندر ہی تھی۔ بلکہ اس کا سروپ ہی شانت تھا صرف کئی ایک دوا شادوں کے سبب اُس کے من کو حرکت ملنے سے شانتی میں ہی اُشانتی کا الٹو بھو ہونے لگ گیا تھا چنانچہ جب اُس کا سدھار ہو گیا۔ شانتی تو پہلے ہی پراپت تھی جس طرح پائی اپنے سچاؤ سے ہی شینل اور ٹھنڈا ہے لیکن جب اُسے آج کا سینوگ ہوتا ہے گرم ہو جاتا ہے۔ مگر جب ہی اس نے اگنی کا سمبذھ چھوڑا شینلتا کے لئے اُسے نہیں جانا نہ تھا کیونکہ وہ تو اُس کی پر کرتی یعنی اپنی ذات ہی تھی لہذا اُس کو ادھک نہ کرتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہی دیتے ہیں کہ محض جھوٹی بڑی خواہش کے نیاگ میں ہی شانتی اور آمنت کا راز ہے اور جو اس سے آگاہ ہوتے ہیں۔ وہ پورن شانتی کو پراپت کر لیتے ہیں۔

۲

## بھگوت بھگتی یعنی ایشور پریم سے شانتی

सर्व धर्मान परित्यज्य मामेकं शरणं ब्रज ।

अहं त्वा सर्व पापेभ्यो मोक्षयिष्यामि मा शुचः ॥

نیز بھگوت بھگتی یعنی ایشور پریم سے بھی شانتی ہو سکتی ہے۔ ولینو گرختوں میں بھگتی کا سروپ ایشور میں پریم ہی دکھا ہے۔ پریم پریم سے مراد اُس شذہ پیار سے ہے جو اور سب کی طرف سے ہٹ کر بھگوت چوں میں لگے عام طور پر تو جیت کی پریم مٹی بنتی کا نام ہی بھگتی ہے، مگر دراصل وہ پریم مٹی برتی ہی جیگی ہوئی کام کرودھ لوبھ، مودہ وغیرہ کی تشکیلیں اختیار کر رہی ہے۔ جب استری میں پریم ہوتا ہے۔ تب اُس برتی کا نام کام ہوتا ہے جب اس کام برتی میں کوئی دیکھن یا دکاوٹ اگر پیدا ہوتی ہے تو اُسے کرودھ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جب دھن پدارتھ کا لالچ ہو جاتا ہے تب اُسے لوبھ کے نام سے لکارا جاتا ہے اور جس سے پیرو وغیرہ میں اتنی سنبھ ہوتا ہے۔ تب وہ مودہ کہلاتا ہے مگر جب وہ ہی برتی بھگوت چوں میں اُتر داگ دھتی ہے تو اُسے ایشور پریم یا بھگوت



بھگتی نام دیا جاتا ہے۔ گویا وہ ایک ہی برتی جب شدہ ستو گن مٹی ہوتی ہے تو اسے بھگتی بولتے ہیں۔ مگر جب رجو گن اور ستو گن سے سمبندھ پاتی ہے تب اس کے دیگر نام ہو جاتے ہیں۔ اہل معنوں میں جس طرح ایک ہی صاف اور شفاف پانی میں جب لال رنگ ملا یا جاتا ہے۔ تب وہ لال ظاہر ہوتا ہے۔ جب بسرو لیتے ہیں تب سبز جب نیلا ملانے میں تب وہ ہی پانی نیلا نظر آنے لگتا ہے مگر درحقیقت پانی ایک ہے صرف جس جس کی قیمت اس سے ہوتی ہے اس اس روپ کو اختیار کر لیتا ہے یہاں بھی صاف اور شفاف پانی کی طرح شدہ برتی ہی بھگتی ہے۔ مگر جب اس میں کسی ملن گن کا سمبندھ ہوتا ہے تب اس کو کام کرودھ ناموں سے گنا جاتا ہے۔ نہیں تو چیز محض ایک جیت کی برتی ہے چنانچہ ست سنگ آدی سادھنوں سے تمام کوشش اور پُرشا رتھ بھی اسی بات میں ہے۔ کہ بتن سے جیت کی سمجھاؤں شدہ اسٹھان قصب ہو۔ اور جب باہر سے آئے دو ٹیٹا ہٹ جاتے ہیں۔ تب سمجھاؤں ہی البیور پریم جاگ آتا ہے مگر اس میں اتنا فرق ہے کہ شدہ پریم مٹی برتی روپ بھگتی کو بڑا یادھک پریم ہونے کے کارن اس کا سکھ اور شانہی روپ بھل تو نت ہوتا ہے۔ لیکن دوسرے استری دھن وغیرہ کے غمت سے انہیں ہوئی ہوئی پریم مٹی برتی کو سادہ یادھک ہونے کے کارن اس سے پیدا ہوا سکھ اور شانہی روپ بھل نت اور ست نہیں ہوتا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ایک بھگت کو جو شانہی البیور آرا دھن سے ہوتی ہے ایک سناری کے سکھ اور شانہی سے اس کا درجہ نہایت اُدبھا اور بلند ہے۔

بھگتی سمجھاؤں سے ویراگ آؤک سادھن بھی بھگت میں خود بخود آ جاتے ہیں کیونکہ وہ ہر ایک شے بھگوان کی ہی سمجھتا ہوا اپنے تمام کرم اور ان کے بھلوں کو بھگوت ایں کرتا ہے اور کسی بھی چیز میں اپنی معنا نہیں رکھتا۔ بلکہ بول جانتا ہے کہ یہ بھگوان کا گھر ہے اویں اس کے انتظام کے لئے مقرر کیا گیا ہوں جس طرح ایک دایہ یا لونڈی گھر میں گھر کا سب کام کرتی ہے اور اس کو اپنا ہی گھر کہہ کر نگارنی ہے۔ یا جس طرح ایک سرکاری ملازم دفتر ککام کو اپنا کام جان کر کرتا ہے۔ اسی طرح بھگوت بھگت بھی اپنے تمام فرائض پوری پوری دانائی اور دیانتداری سے سرانجام دیتا ہوا بھگوان کی ہی آگیا کو پالن کرتا رہتا ہے۔ اس سے نہ کرم کے کرنے میں ابھیمان ہے۔ اور نہ ہی کرم کے بھلوں کی ترشناہ تمام کرم تو بھگوان کی شگتی سے سمیاؤں ہوتے ہیں۔ اس لئے ان میں اپنا کیا ہے اور ان کے بھل سے بھی کیا پوچھتے ہیں۔ اس کا ایک مائز پوچھتے بھگوت سیدھا سے بھگوت پرہنتا ہے اسی لئے وہ فوڈن نشکام ہونے کے باعث کرموں کے بھلوں کو بھی نہیں چاہتا۔ اس کی آرزو محض پرہیتو پر راجتی ہی ہے جس کے لئے اس نے تمام خواہشات کو قربان کر دیا ہے ہم اس کی سچی جستجو کو ذیل کے چند فقرات میں اردو دان کے لئے پیش کرتے ہیں جس سے سچ اس کی قلبی حالت کا پورا پورا اظہار ہو جائے۔

- ۱۔ ہر صلوٰۃ رنج دلدار دیدن آرزو دارم - ہر سوتے صدائے اوشنیدم آرزو دارم
  - ۲۔ دریں غمخیزانہ کثرت چرا باشم چہرا باشم - کہ من در گلشن وحدت چمیدن آرزو دارم
  - ۳۔ ہر جانب کٹم سیرے نہ بنید دیدہ ام بیزے - کہ من در انجمن خلوت گزیدن آرزو دارم
  - ۴۔ نہ مادہ رنج سرود کارم نہ جہنم را طلبگارم - کجاں سوز محبت را خیریدن آرزو دارم
- ۱۔ میں ہر صورت کے ساتھ اپنے پیارے کا چہرہ ہی دیکھنا چاہتا ہوں اور ہر ایک آواز کے ساتھ اس کی آواز سننے کا خواہشمند ہوں۔



۲۔ اس کثرت کے غمخانہ میں کس طرح رہوں اور کس طرح رہوں۔ کیونکہ میں وحدت کے گلشن میں سیر کرنے کی خواہش رکھتا ہوں۔

۳۔ میں جس طرف سیر کروں میری آنکھ کسی غیر کو نہ دیکھے۔ کیونکہ میں انجمن یعنی انیکتا میں وحدت یعنی ایکتا کو چھٹنے کا آرزو مند ہوں۔

۴۔ میرا دوزخ کے ساتھ کوئی سروکار نہیں۔ اور نہ ہی میں حبث کا طلبگار ہوں۔ بلکہ میں پیارے کی محبت کی آگ کو اپنی جان کے ساتھ رکھنے کا خریدار ہوں۔

جیسے ہم ادب و ادراک سے ناشتہ کے پرکرن میں ظاہر کر آئے ہیں کہ مکھ اور اشتانتی کا بیچ محض خواہش ہے نگاہ غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ جب ہی کسی چیز کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ تو وہ پہلے اس چیز کے ابعاد یعنی نہ ہونے کو جانتی ہے۔ جب تک کسی چیز کی کمی نظر نہ آئے۔ اس کی خواہش اور طلب ہو ہی کب سکتی ہے۔ لیکن یہی یاد کی بات یہاں ہے کہ ایشور کا پرکھی جھگت اپنے میں کسی چیز کی کمی نہیں دیکھتا جس کے لئے وہ خواہاں ہو۔ یا زشتا کرے۔ کیونکہ اس نے اس پیارے سے اپنی سچی لگن لگائی ہے جس کے پاس کسی قسم کی کمی نہیں جس طرح ایک راج پر بے بہا دولت کا مالک ہو تا ہے اسی طرح جھگت بھی بھگوان کا پیارا پتر ہونے کے باعث دنیا کے ایشور یہ اور سب سے بڑا مالک ہی ہے۔ اگر ظاہری دنیا میں وہ خاص پر بھگوان کے پیارے مغرب یا مغلس دیکھے جاتے ہیں اس طرح ان کی برونی حالت دیکھ کر ان کی قلبی اور منہا کا اندازہ لگانا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے اندر پریم کی لے پہا نقدی کے مالک ہو چکے ہیں۔ دنیاوی نظر رکھنے والے لوگ ان کے ہاروں بھاؤں کو کیا سمجھ سکتے ہیں جس طرح آکاش میں پرندوں کے پیروں کا نشان نہیں۔ اسی طرح اہل دنیا ان کے اندر کی حالت کو قلبی نہیں جان سکتے بلکہ اگر ٹھیک سمجھ سوجھا جائے تو اعلیٰ خوشی کا ظہور ہی وہاں ہوتا ہے جہاں کسی قسم کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو۔ جو جھگت جھلا جھ میں ہمیشہ سندنش تربیت اور میں رہنے والے ہوں۔ ان کے نزدیک مکھ اور اشتانتی بھلا آسکتی ہے۔ آج ایشور بھی اس لئے آند سر داپ مکھ کا ساگر ہو رہا ہے۔ کہ بے محتاج اور کوئی ضرورت نہیں رکھتا۔ اور اس کے پیارے بھی جب اس کی طرح ہی بے ہوا و حرص ہو جاتے ہیں تب اس کی طرح ہی وہ بھی آندی اور بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ ان کے ایسا ہونے کا ایک عیب ان کی اندھی اور ٹوٹ شروہا ہی ہے انہیں اس بات کا سچا حدی ہے کہ ان کا کوئی کام بھی ہو تو ان کے لئے بنانا نہیں سکتا۔ اور ایسی طاقت ہی تو اس زمین کے نیچے پر نہیں جو اس پر اس کا وٹ پیدا کر سکتی ہو۔ پودے بکال کی بے شمار جھگتوں کی مثالیں نے اس کے اس و شوا اس کو ادھی در طہ بنا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بے خوف و خطر اس سنار میں بھرتے ہیں۔ سچ چچ جس کے پہلو میں آپ بھگوان ہوں اسے کس کا اندیشہ اور فکر ہو سکتا ہے۔ ایک مالک بھی جب اپنی مالا کی گد میں بڑا ہوتا ہے تو کسی کو کچھ نہیں سمجھتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میری مال میرے لئے سب کچھ ہے۔ مالا بلی کوئی کمی نہیں جیسے وہ پورا نہیں کر سکتی۔ یا ایسا کوئی خطرہ نہیں جس سے وہ مجھے بچا نہیں سکتی تو پھر کیا ہے اس جھگت پیارے کے متعلق جو اپنی سچی مال بینی پر مبنی گود میں پڑا ہوا ہوش ہے مگر اس بات میں اس کو پورا و شوا اس ہو سکتا ہے جو سچ چچ ایک انجان مالک کی طرح ہو رہے۔ یہ ہادی دانائی اور عقلندی کا ہمارے مکھ اور اشتانتی کا موجب بن رہا ہے۔ اور اس اچھا ن سے ہادی یہ دود ش ہو رہی ہے اگر ہمارے اندر ایک بچے کی سی سرنش اور سرودھان آ جائے تو وہ کون مہبت اور دکھنپ یا اشتانتی ہے جس سے ہمارا دکھنا نہ ہو۔ اور گزوری بھی اس میں ہی ہے کہ



سم خود بخود سب کچھ بنے بیٹھے ہیں۔ اور جس پر بھوک کی گریا سے ہم امنکاری یا ابھسانی بھی ہیں۔ اس کو قطعی بھول چکے ہیں۔ جب ایسے مہاراج کو بھول گئے۔ جو سب کا رازق ہے تو پھر کون کسب سکھ اور شانتی نصیب ہو سکتی ہے۔ اگر پریشود یا دیو۔ اور اس کی سمیٹنی بنی رہے تو کچھ، کلش، ڈر کو سنوں دور بھاگتے ہیں جس طرح روشنی کے سامنے اندھیا نہیں آسکتا۔ اس طرح بھگوت شرنانگت کے پاس کوئی آسانتی یا دکھ پی نہیں پہنچ سکتے۔ اگر اس سنا میں بھگوت پیدا دل کو بھی شانتی اور سکھ نہیں ہو سکتا۔ تب دعوے سے کہنا ہوگا۔ کہ اس جہاں میں کوئی سکھ اور شانتی کا مٹ نہ دیکھ سکے گا۔ کیونکہ شانتی اور سکھ محض اپنے دوشوں کے لئے ہی پڑی ہوئے ہیں۔ دنیا کا پیارا خواہ کتنا ہی ایشور برہاسمیتی کا مالک ہو۔ اور کس قدر ہی دھنی کیوں نہ ہو جائے۔ یا عزت اور شہرت کو حاصل کر لیتے۔ یہاں پریشوں کا فرمان ہے کہ وہ کبھی بھی سکھ کا بھائی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ الواقع یہ ایک چھپی ہوئی سمجھائی ہے جس سے حقیقی اور پورن شانتی کا خواہاں کوئی بھی بنے بغیر نہ رہے۔ چنانچہ صاحبوں کا فرمان ہے۔

ہر سبوت صد اکھواری

تا نکو دھو کا کہاں بیایے	جانکو ادٹ تہیاری
ن سمرن جو جیون بدلتا	سرب جیے ارجاری
تو کھنڈن کو راج کھٹے	انت چلے گوداری
سو سکھ یاد حق اس جہا	ناک تسن بہاری

(گورو گیتھ)

(۳)

## تتوگیان یعنی برہم و دیاسے شانتی

नास्ति बुद्धिर युक्तस्य न चायुक्तस्य भावना ।

न चाभावयतः शान्तिर शान्तस्य कुतः सुखम् ॥

آدویت ویدانت میں شانتی پر کوجیون کتنی کے دکھن سکھ سے ہی مخصوص کیا گیا ہے۔ جو تتوگیان کے بعد کی اوستھ اور شیش ہے مگر جس میں ویراگ اور اپاسنا لازمی طور پر ساتھ رکھے گئے ہیں۔ اور جن ہر دو کے بغیر تتوگیان آتین ہو کر بھی کوئی خاص شانتی کے فیض والا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل کے لوہن ویدانتی ویراگ اور اپاسنا سے شول محض عقل کی لطافت اور دماغی کے باعث اپنے آتم سروپ کا سا کھیات کر کے بھی دکھ پی اور شانتی ہی دیکھے جاتے ہیں۔ اور یہی بھگوت گیتا کے شول میں بھی بھگوان کرشن چندر نے اسی بات کو درشایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایکٹ پرش کی مدھی نہیں ہے جل کے معنی ہیں کہ جس نے لشکام اور بھگوت اپاسنا سے اپنے حیت کو یکت یعنی سمین نہیں کیا۔ اُسے تتوگیان نہیں ہو سکتا۔ اور اسی لئے ایسے اگرت آپاسک کے بھادونا نہیں ہوتی۔ بھادونا سے یہاں چیت کی برنیوں کا جو اپنے آتم سروپ میں لگا تار پرواہ ہے۔ مراد ہے جس کو کر تھ کر تافل فوہیان یا مدھیان نام دیا ہے۔ ارقات وہ بھی اُس کے نہیں ہوتی اور اس دھیان یعنی یکسوئی کے بغیر شانتی



نہیں۔ اور شانتی کے بغیر سکھ کہاں ہے۔ اگرچہ شانتی کا بالکل سیدھا اور سادہ کھیات سادھن تو تنوگیان پورنگ دھیان ہی ہے مگر اس تنوگیان کے اندر بھی دیباگ اور ایسا نہایت ضروری ہیں۔ اگر خوش قسمتی سے کسی گورنڈ کال کی ہیرانی سے اس جھپٹے والے کا پتہ لگ بھی جاوے تو محض سمجھنے سے کچھ خاص فائدہ نہیں ہوتا ناؤ ذہنیک وہ علم باہل ہو یعنی دل کی بھسوٹی سے شانتی اور سکھ کا انو محض نہ ہو اگر اس میں سنگ دوش یعنی گنگ کے تیاگ پورنگ گوشہ نشینی یعنی ایکانت دیش اور انکول کال یعنی رہم ہوند آدی اغذیت شہ مسمے کی خاص اور شکستہ ہے بغیر انکول دیش اور کال کے بھی جیلن مکتی کی یہ اونٹھانے الواقع ایک ناممکن سا امر ہی ہے بلکہ جس قدر گوشہ نشینی اختیار کی جاوے گی۔ تو یہ ہے کہ نام روپ یعنی اسم و شکل کا تعلق جس قدر حیت سے گھٹنا جائے گا۔ سچا مندی انو صوبتی ہونے سے اپا شانتی ہونے اسم و شکل کے ساتھ تعلق پیدا ہوتے ہی خودی کا اسکان ہے اور جب وہ تعلق ٹوٹتا ہے۔ بیخودی کے باعث اندر اور شانتی کا ظہور ہوتا ہے کیونکہ وہ کہ اور شانتی کا سبب محض خودی ہی ہے۔

آئندہ کے چشمے کے نا کے پر یہ جسم اک بندھ تھا  
(سوامی رام تیرتھ) وہ بہر گیا بند خودی دریا بہا ہے واہ واہ  
دور نے کے ہتھ آپ اپنے خودی سکھاں سے منے ایویں نکدی رہی  
اونچے کھدی رہی جھوڑی جھڑی رہی اینہاں سکھاں پچھے نکدی سکدی رہی  
کہ ہر دل ملیا نامانی نہ خیر ہائے بھاؤ متاں سے جھکدی نہ تھکدی رہی  
دکھا سکھاں دامہ آپ مر کے گوئند ایویں مر توں بیٹھتی ہی جھکدی رہی  
ڈرک سی خودی دی کہی اور کی تھیاں سکھاندا کوئی نہ دہن دتا  
خودی خوشی سے چشمے تے بند بن گئی جھپٹتی خوشی دا چشمہ نہ دہن دتا  
پائی رکھدی رہی بھاؤ جڑاں رات دن ایہ کدی نال آرام نہ دہن دتا  
خودی سٹی تے جھپٹی اے جہند گوئند دس مرشدان بھید پھیر کہن دتا (گوبند برشا)

خودی سٹی تب سکھ جھپٹے من تن بھٹے اورنگ  
(گور و گرنٹھ) نانک بدوشی آیا استت کر نے جوگ

यतो यतो निवृत्तते ततो ततो विमुच्यते ।  
निवृत्तनादि सर्वतः न वेति दुःखं प्रनुरपि ॥

مطلب :- جتنا جتنا بیخود ہو جاتا ہے۔ اتنا ہی چھٹکارا پاتا ہے۔ اور بے خودی کی مکمل حالت میں تو کوئی نکتہ مائر بھی دکھ محسوس نہیں کرتا۔

اس طرح خودی ہی تمام دکھوں کا گھراؤ شانتی کا بھندار سمجھی گئی ہے۔ بلکہ تمام کوششیں بھی محض اس کو مدد کرنے کی ہیں۔ گرم یوگ، بھگتی یوگ، راج یوگ، جہتھ یوگ۔ نرے یوگ اور اور بھی تمام یوگ سادھنوں کا ایک مائرہ نکش ہے اگرچہ ایک یوگ کا طریقہ عمل دوسرے سے بالکل اور معلوم ہوتا ہے مگر آخری مطلب سب کا ایک ہے



کرم یوگ اور بھگتی یوگ میں جس طرح کہ ہم ظاہر کرتے ہیں، تمام کرموں کے ابھجان کو اور ان کے پھیلوں کی ترشیا کو  
 تیار کر کے بھگت پرستی اور برائی کے لئے ہی ان ان کا الو شطان ہوتا ہے مگر گیان یوگ میں ان تمام کرموں کو جو مانا تم  
 شتر پر آدی چھوڑ کر آتما کی ذات کو اسنگ کرتا اور گنا روپ سے جاننا ہوتا ہے۔ ویدانت شاستر میں اسی خودی  
 کو انیوانیہ ادھیاں مستحقا گیان یا جید جڑ کر گتھی کے نام سے پکارا ہے۔ یعنی ست چت آتمہ سروپ آتما کا است  
 جڑ اور دکھ روپ دہرہ آکوں کے ساتھ مودہ مودہ تعلق ہے چنانچہ جب تعلق دو ایک ہو جانے پر مستحقا اور جھوٹا ثابت  
 ہوتا ہے۔ تو مستحقا گیان یعنی خودی اپنے آپ مٹ جاتی ہے۔ اور تب یہ جیو مکت ہو کر تمام دکھوں اور کلیشوں سے  
 آزاد ہوا اپنے برج شانہ سروپ میں اسفقت ہو جاتا ہے۔ یہ ہی بندہ ہے۔ اور اس سے خلا ہی یا ناکت ہونا ہے  
 اور یہی ویدانت کا مفسر ہے مگر دو ایک یعنی ست است کی پہچان کے بغیر یہ مودہ مودہ علافہ خودی ٹوٹنا نہایت مشکل ہے  
 جس طرح دودھ اور پانی ملنے پر ہم اس کو علیحدہ علیحدہ نہیں جان سکتے۔ اسی طرح انا تمارہ۔ اندریاں من اور پران  
 وغیرہ بھی سمجھاؤ سے اسنگ آتما کے ساتھ ایک ہو کر ظاہر ہو رہے ہیں۔ یا جس طرح روشنی تمام چیزوں کو گھیرتی ہوئی سب کے  
 ساتھ مل کر سب روپ اختیار کر لیتی ہے اور ایک ابھان عقل جس کو ان تمام چیزوں سے جدا نہیں دیکھتی جو در حقیقت  
 ان تمام سے باہر اور جدا ہے۔ اسی طرح یہ آتم دیو بھی سب کے ساتھ بلا جملہ ساڈھی دہی روپ والا ابھان ہو  
 رہا ہے۔ حالانکہ ان کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اور وہ ان سب کا درشتا اور ساکشی ایک دیک کی طرح بطور  
 شاہد کے ہے۔ روشنی جس طرح ان چیزوں کی ادل بدل یا ٹوٹنے پھٹنے میں جیوں کی نیوں رہتی ہے۔ اسی طرح یہ آتم  
 دیو بھی جسم اندریاں من پران وغیرہ کی تمام بدلتی ہوئی حالتوں میں ویسے کا دلہا ہی رہتا ہے۔ اور کسی قسم کی  
 تبدیلی کا ظہور اس میں نہیں ہوتا۔ مگر جبکہ کہ اوپر بیان میں آیا ہے۔ وہ بھی اور درشتا اور درشت کی خاص پہچان  
 رکھنے والے ایک اہل نظر کا ہی کام ہوگا۔ پرنس جو اس طور پر اس آتما کی اصلیت سے اور اس کی شدہ بدہ پر کرتی  
 یعنی سمجھاؤ کا واقف ہو جاتا ہے۔ وہ تمام اشانتی دکھ شپ دکھ اور کلیشوں کو کیوں انا تم دہرم سمجھ کر اور ہم  
 آکوں میں ہی دیکھتا ہوا آپ ان سے اسنگ ہونے کے باعث سروپ بھوت جو بخاند اور براہی شانتی ہے  
 اس کا بھاگی ہو کر کثرت کرتا ہو جاتا ہے۔

مگر آگے چل کر اس میں کچھ مخصوصی راز کی بات اور بھی نظر آدے گی اور وہ جن ایادھیل سے اس  
 آتم سروپ کا ویک ہونے پر اس کا شانہ اور آتمہ یون سروپ اور جھوٹا ہے۔ ان کا جدا گانہ کوئی وجود نہیں  
 ملتا۔ اس طرح جب ایادھی کے بادہ ہونے سے اس کا بھی مستحقا گیان ہوتا ہے۔ تب ہیجے ایک نروشن  
 اکھنڈ یون اور دیت شانہ شتو متو رہی جاتا ہے جس کے ساتھ ہی ساتھ ابادھت اور اسیم شانتی کا لاکھ ہوتا  
 ہے۔ اور جیوں مکتی کا بھگتا ہوتا ہے بلکہ ایسا بھی نہیں۔ وہ مکت پرش برہم آتم کے ایکنو گیان دوا ابراہمانہ سروپ  
 ہی ہو جاتا ہے۔

باریک بینی سے اگر سوچا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مکھ محض پودنا اور دیانکتا میں ہی ہے اور ٹھیک  
 اس کے برعکس دکھ اور اشانتی کا یوج پھینتا ہی ہے۔ اس میں شرتی کا پرمان بھی ہے۔

॥ यो वै भूमा तत् सुखं नाऽलपे सुखमाप्ति ॥

مطلب: نیچے کر کے جو جھوٹا یعنی ویانک دستور ہے وہ ہی مکھ سروپ ہے۔ الپ یعنی برعین دستور میں مکھ



نہیں۔ جو اس کی یہ ہے کہ دیا کیٹا اور پورن دستوں میں کسی چیز کی کمی نہ ہونے کے سبب کسی خواہش کو اسکان نہیں ہے۔ اور یہ سب اچھی طرح اور واضح کرتے ہیں۔ کہ جہاں خواہش ہے وہاں لازمی طور پر دکھ ہوگا۔ اور یہاں وہ بات ہے نہیں۔ کیونکہ ایک پری پورن دستوں کے گیان ہو جانے سے پرہیز مانر کا بارہ ہو چکا ہے۔ تب اشانتی اور دکھ کہاں سے آدیں گے۔ یہ ہی نرد کلپ سما دھی یا پریم آسختنی اور ہمارے اس پر کرن کے مطابق تنو گیان یعنی برہم دیا دوارہ براہمی اور بردان شانتی جبکہ ہم نے اس طرح نہایت ہی مختصر عبارت میں بیان کیا ہے۔

آزادہ ام آزادہ ام از رنج دور افتادہ ام

۱۔

از غشوہ ذال جہاں آزادہ ام بالاستم

تنہا ستم تنہا ستم جو العجب تنہا ستم

۲۔

چوں کار مردم میکنند۔ از دست دیا حرکت کنند

۳۔

بیکار ماندم۔ جائے حرکت ہم ستم ہر جا ستم

از خود چہا بیرون جہم۔ گو من کجا حرکت کنم

۴۔

چہ مفلسم چہ مفلسم با خود نمے دارم جوے

۵۔

دیوانہ ام۔ دیوانہ ام۔ یا عقل و ہوش بیگانہ ام

۶۔

بہودہ عالم میکنم۔ ایں کردم من خاستم

غرو شد مردود چوں؟ بدش نکند مردود چوں

۷۔

مار انگیر سے سنو چوں کبریا ہر جا ستم

۸۔

طالب کن تو بہن من۔ در خانہ ایت رام است۔

موتافقی از من چرا؟ در قلب تو پیدا ستم

مطلب :- (۱) میں آزاد ہوں۔ میں آزاد ہوں اور رنج و غم سے ۔۔۔ دور ہوں۔ جہاں دلی ٹھہر گیا کے

نخرے ٹخنے سے گت ہو گیا ہوں۔

(۲) میں اکیلا ہوں۔ میں اکیلا ہوں۔ کیسے تعجب کی بات ہے کہ میں اکیلا ہوں میرے سوائے کسی چیز کی جدا

ہستی نہیں۔ میں یکتا اور آتی ہوں یعنی میں الیا واحد اور لا شریک ہوں کہ میرے سوائے کسی چیز کی انہی اشانتی ہی ہیں

(۳) جب تمام آدمی کام کرتے ہیں۔ اور باخہ پاؤں سے حرکت کرتے ہیں۔ تب میں بیکار اور نکما ہوتا ہوں کیونکہ

میں جائے حرکت ہوں۔ اور تمام دنیا میرے سے ہی متحرک ہے۔

(۴) میں اپنے سے باہر کہاں جاؤں اور کہوں کہ میں کہاں حرکت کروں اور وہ بھی کس لئے۔ کیونکہ تمام مطلب اور

مقصد دل کو پائے ہوئے ہوں۔



رہ، میں کیسا مفلس ہوں۔ میں کیسا مفلس ہوں۔ کہ اپنے ساتھ ایک جو بھی نہیں رکھتا۔ مگر ستارے جواہرات اور سونا اور آفتاب خود میں ہوں اور یکتا ہوں۔

(۶) میں ایسا پاگل اور دیوانہ ہوں کہ اپنا واسطہ عقل اور ہوش سے نہیں رکھتا۔ میں بیفائدہ ہی اس جہاں کو پیدا کرتا ہوں اور پسند کرتے ہی اس سے غلیظہ ہو جاتا ہوں۔

(۷) غمزدگیوں ذیل ہوا، اس لئے کہ اس کی نگاہ محدود تھی۔ مگر میں ایسا تکبر زیب نہیں دیتا۔ کیونکہ میں ہر جگہ رہنے والا ہوں۔

(۸) اے طالب! میری توہین نہ کر دیکھ کہ میں تیرے دل کے گھر میں سما یا ہوا ہوں۔ تو نے مجھ سے نہ کیوں پھر لیا ہے۔ میں تو تیرے قلب میں ظاہر ہوں۔ یعنی تیرے دل کے اندر بیٹھا ہوا ہوں۔ "اوم شم"

## دکھنا اور اشریمان جانشی ناخہ جی کول

بے جا معرفت کے جام کو آب یہ لبالب ہے  
مبھلا کر بھول کو ساری بھر و مٹوا لے بن بن میں  
بھروسہ کر نہیں اس زندگی کا ایک بل بھر بھی  
نکھباتی تو گرا اپنی نگاہ سے بارہ میں رہ کر  
دل و جاں سے نظر کر لیں یکایک دیکھ دیکھ کو  
جہن میں بارہ میں گل میں گہر میں اور سحر میں  
دکھنا نور اپنا جانشی دیکھو جو غالب ہے

نہ کر غفلت نہ کھا دھوکا کہ پینا کس گب ہے  
سمجھ لو نور بارہ سب نہ بھولو دیکھنا اب ہے  
غلط بہ دین و دنیا سب غلط بہ آخری اب ہے  
پرٹھو کلمہ انا الحق کا۔ نہ بھولو من خدا سب ہے  
یہ دیکھو مگر اتنا ہے یہیں یونہی کہیں سب ہے  
جہن میں بارہ میں گل میں گہر میں اور سحر میں  
دکھنا نور اپنا جانشی دیکھو جو غالب ہے

شریکید بھاگوت پوران :- اشریمان برہمچری  
اردو میں یہ سب سے بڑھیا اور اصلی بھاگوت جو کہ  
اصلی شلوک دار سرلک ہے حجم ۸۴ قیمت رعایتی  
- ۸/۸۱ صرف

ارتھات زندگی اور موت اور م  
روحوں کی دنیا :- اس کے بعد  
مصنف جیاداس پر بھاگوت فریقہ یہ کتاب مصنف نے  
کافی کھوج سے تیار کی ہے حجم ۲۸۸ صفحات قیمت  
- ۱۳/۸۱ روپے -  
رسالہ اوم "بازار اجمیری کیٹ مہلی ۷۷

شرعی جینت بھگت مال - پریم کا اندنا  
مگر اس میں رشی گورانگ مہا پر بھو اور اس کے بیسیوں  
بھگتوں کا پریم اور بھگتی سب پر نور سند کتھا میں گویا پریم  
اور بھگتی کا سند رہی تھا نہیں مگر یہاں ہے رقیقت  
چار دہے -

رشی بھگت جیکم نند لال صاحب کی کتاب  
بہر صفت ایک لاجواب کتاب ہے جس کا مطالعہ  
آپ کی صفت اور زندگی میں اضافہ کرے گا۔

قیمت ۲۰/۲۰ روپے



# ایشور درشن

ط  
ابیدر

پرشن :- خدا - گاڈ - ایشور - واہگورو - کیا واقعی کوئی ہے - یا صرف بن کی کلپنا ہے - اگر کوئی ایسی ہستی دنیا میں موجود ہے تو وہ سامنے کیوں نہیں آتی ؟ کیا اُس کے درشن ہو سکتے ہیں - شامل لال چھوڑی  
متر :- ہاں ! پرانا ہے - اور اُس کے درشن سب کو ہر وقت ہو چکے ہیں ، یہ تمام سنسار اُسی کا ہی روپ ہے وہ نرگن نراکار ہوتا ہوا بھی سار کا روپ میں پرگٹ ہے - ہزاروں شعاعوں کے ساتھ چمکتا دکھتا ہوا آفتاب نمودار ہے - لیکن آلو، چمکاؤ، جن کی آنکھیں اُس کی روشنی کی تاب نہیں لاسکتیں - وہ اندھی ہو کر اُس کو دیکھ نہیں سکتیں - ایسے ہی بھگوان کی مایا نے جن مند بھی منشوں کے ہر وہ روپی آنکھ کو بند کر دیا ہے وہ ایشور کا درشن نہیں کر سکتے - یہ اُن کے پاپ کرموں کا پھل ہے - ورنہ بقول ایک مہاتما :-

وہی ہر رنگ میں ہو کر نمودار دکھاتا طالیوں کو لینے دیدار  
اُسی نے خلعت دانش دیا ہے اُسی نے عقل کو ہادی کیا ہے  
اُسی کی ذات کا شاہد ہے سارا - دو عالم کا جھروکھو لیسار  
ہو احسن ذات سے روشن جہاں ہے وہی ہر جا میں ظاہر آفتاب

مہاتما رنجت رام

خود ہر صورت میں آیا ہے جس لفظ غیر مٹایا ہے  
ہر صورت بن کر آیا ہے - نہیں اپنا آپ چھپایا ہے  
جو سردم مفتون اُسدا ہے اُسے وصل عطا فرمایا ہے  
جو ہستی علم سرور نہیں - یہ خفا عطا کر دیا ہے  
جب عشق ظہور پایا ہے بے رنگی رنگ دکھایا ہے  
دلداروں اندر پیدا ہے - نہیں راز کسی کو دے دیا ہے  
وہ دلبر تجھ سے وعدہ نہیں - خود ظاہر ہے ستور نہیں  
خود ہر صورت میں پایا ہے جس لفظ غیر مٹایا ہے  
( مہاتما رنجت رام )

ق - قدرت نہیں خدا قادر - قدرت دہی ہی آپ سما یا ہے

پ - پاس ہی انت محبوب تیرے جیکر غور دیناں چار دیکھیں -  
تیرے ہر خیال دہی نور اُسدا جیکر غور دیناں چار دیکھیں -  
ت - تندیال دہی ہے نور اُسدا جیکر اداں دہی دیکر اداں  
روشن گل جہان دہی ذات اُسدا جیکر اول دہی دیکر اداں  
گور و گرنتھ صاحب میں لکھا ہے - سب گونہ سب گونہ ہے - گونہ بن نہیں کوئی مسلمان کہتے ہیں کہ  
خدا حاضر و ناظر ہے - جس کے منی صاف ہیں - کہ جو کچھ دیکھنے میں آتا ہے یعنی حاضر ہے - دیکھی خدا ہے - اور جو دیکھنے والا یعنی ناظر ہے وہ بھی خدا ہے - باقی ادا کیا رہ گیا - سب خدا ہی ثابت ہوا - لا الہ الا اللہ سب خدا ہی خدا ہے



سرونگ کھلوم برہم۔ یقیناً سب برہم ہے۔ جسے خواب میں دیکھنے والا اور چیزیں ایک ہی ہوتی ہیں  
اسی طرح جاگرت اور سوتا میں جتنا شمار نظر آ رہا ہے یہ سب خدا ہی خدا ہے۔ اس کے سوا سب دھرم اور  
فرصتی ہے۔ کامل فقیر نیاز صاحب فرماتے ہیں۔

اگرچہ میں سیر بنیاں دیکھتا ہوں۔ دلے جلوہ حق عیاں دیکھتا ہوں  
ازل سے اب تک جو کثرت ہر مہیا۔ سو وحدہ کا دیاروں دیکھتا ہوں  
نہ تن دیکھتا ہوں نہ جان دیکھتا ہوں۔ اسی کو عیاں اور نہاں دیکھتا ہوں  
اگر کوئی جانتے جہاں غیر حق ہے۔ سو میں اُسکو دھوکہ کمان دیکھتا ہوں  
یہ جو کچھ کہ پیدا ہے سب میں حق ہے کہ اگرچہ ہستی رواں دیکھتا ہوں  
کہاں غیر ہے اور کسے غیر جانوں۔ سبھے اللہ کے پھر اور کہاں دیکھتا ہوں  
جسے ذات برنگ بے چوں کہے ہیں۔ بہر رنگ جلوہ کناں دیکھتا ہوں

دیوان نیاز

پرہتما کی ہستی کے متعلق جگت گورو گورو نانک صاحب فرماتے ہیں

چپ جی صاحب لیوری ۵

تھاپیانہ جائے کیتا نہ ہوئے۔ آئے آپ زرخن سوئے  
جن سیویا بن پایا مان۔ نانک کا دیمے گئی ندھان  
گاویے سخیئے تن رکھے بھاؤ۔ دکھ پرہر نکھ گھرے جاؤ  
گور نکھ نادنگ گور نکھ دیدنگ۔ گور نکھ بہمیا سمائی  
گور ایشر گور گور نکھ بہمیا۔ گور نکھ یار جی مائی  
جے ہوں جاناں اکھاں ناہیں۔ کہنا کھنن نہ جانی  
گوراں اک دیہہ بھائی  
سبھناں جیاں کا اک وانا۔ سو میں دسر نہ جانی

لفظی ترجمہ از فقیر سرداری لال جی نگر پٹھ دیوریہ: —

جو استھپان نہ کیا جاسکے یعنی جو کرنے سے یا بنانے سے نہیں بن سکتا زرخن یعنی مایا سے بہت پاک  
وہی مایا سے بہت ہے۔ نہ وہ استھپان کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ بنانے ہی سے بن سکتا ہے۔ وہ اپنے آپ ہے  
اور وہی ایک ہے جو مایا سے بہت ہے۔ جن لوگوں نے اسے سیون کیا ان کو عزت ملی، سنگور و نانک جی کہتے  
ہیں۔ کہ اس گنوں کے بھٹار کی استثنیٰ کرنا واجب ہے۔ اس کی مہما کو گائیے۔ سنیں اور من میں بھاؤنا رکھیں تو وہ  
دکھ کو دور کر کے سکھ دیتا ہے۔ (گور نکھ) گور یعنی پرہتما اور نکھ یعنی کلام یا شبد پرہتما کا کلام۔ ناد کے معنی باجا،  
آواز، شبد، یہاں اتا ہر شبد سے مراد ہے۔ دیدنگ یعنی دید ہے۔ سچا و استوگ گیان ہے۔ ناد یعنی نامہت  
شبد گور و کا شبد ہے۔ گور نکھ، گور یعنی زمین۔ گور نکھ یعنی زمین کو قائم رکھنے والا شبد (یار جی) بھگوانی شکتی و گور  
ایسر گور نکھ بہمیا) بہمیا، دشنا، شوا اور یار جی کو گور وہی کا روپ جان۔ اگرچہ میں اسے جانتا ہوں پر بیان



نہ کر سکوں گا۔ اس کے بیان کی صراحت نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ گونگے کا گڑ ہے (سجھناں جیاں وا اک دانہ  
(گولڈاں اک دیہہ بھجائی) پر ماتمانے مجھے ایک بھید کی بات سمجھا دی ہے (وہ کیا؟ یعنی سب بھگوان کا  
ایشور کی ہستی گونماٹنے والے ناستک لوگ یہ کہتے ہیں کہ پانچ توتوں کے آپس میں ملنے سے ایک دھات  
سندھ خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ درست ہے کہ آگ پانی مٹی ہوا یعنی پانچ توتوں کا ہی یہ سندھ ہے۔ لیکن یہ  
تو سب جو تپدا رکھتے ہیں۔ ان کو آپس میں وقت پر ملانے والی کوئی مسخین طاقت بھی تو ہے جو وقت پر بارش  
لاتی۔ وقت پر سورج اور چاند کو اُٹے است کرتی ہے۔ ذرا غور تو کریں۔ کہ سورج ہماری زمین سے کب قدر  
ہے۔ اگر وہ ایک ایچ بھی نیچے ہو جاوے تو یہ سب سندھ جل کر راکھ ہو جائے جس شکتی نے سورج کو کھایا  
زمین سے ٹوکر ڈالا کھٹا میں لکھتے ہیں ہزار میل کی دوری پر کھڑا کیا ہوا ہے۔ اور اس کو قانون کے تحت رکھا ہے  
اسی جتن شکتی کو ہی ہم ایشور کہتے ہیں۔ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ اس قدر دوری سے سورج اس زمین کے  
تمام جانداروں کو روشنی حرارت اور زندگی بخشتا ہے۔ موسم موسم میں اپنی ہزاروں تیز اور کمیل شعاعوں سے زمین  
کے پانی کو بھاپ بنا کر آسمان پر بے جاتا ہے۔ جہاں پہنچ کر یہ بخارات بادل بن جاتے ہیں۔ اور پھر پانی بن کر پرن  
پڑتے ہیں جس کے باعث ہر قسم کے پھل اور پودے بھی پھول اور طرح طرح کے غٹے اُتاج اور میوے پیدا  
ہوتے ہیں۔ اور ہر جاندار کی غذا بن کر ان کی زندگی کو قائم رکھتے ہیں۔ یہ تو ایک سورج ہے۔ اس قسم کے لاکھ  
سورج اس برہما میں چپ کر کاٹ رہے ہیں۔ جو بے حد فاصلہ ہونے کے کارن ہمیں دکھائی نہیں دیتے۔ گودا ایک  
جو کہ ہم لوگ بچے اور بچو دو تیر دشتی پر اپنی مٹی۔ انہوں نے اپنی پانی میں اس راز کا لکھ دیا کہ کیا ہے۔

لکھ پاتاں پاتاں لکھ آکاشاں آکاشاں

ادوگ ادوگ بھال جھلے دید کہن ایک دات

(چوڑی ۱۲۲)

ترجہ اردو از خواجہ دل محمد صاحب الم اے۔  
گور صاحب فرماتے ہیں۔ کہ تیرا کے عظیم الشان جلال کو دیکھنا ہو۔ تو اس کی بے پایاں قدرت کا مطالعہ  
کر۔  
لاکھوں ہیں پاتاں پاتاں  
پچھلے آکاشوں پر لکھوں  
انت نہیں کچھ خدشہ کا  
پار کا تیرے انت نہیں  
سہ خدشہ تیرے تمام بھی ہیں  
ہر رنگ جانا ناسن ہے  
دور زمین سے دور زمین  
ان کے نیچے زور ہے کس کا  
لاکھ کے انسان مگر  
خالق کی شدت کا اسکو  
یہ مٹی ہو مرقوم کہاں



گنتی والوں کو معلوم کہاں

اس گنتی کی گنتی

اب تو موجودہ سائنس بھی یہ کہہ رہی ہے کہ جیسا یہ ایک آفتاب ہے۔ ایسے لاکھوں اور بھی آفتاب ہیں جو اس سے بھی زیادہ بڑے ہیں۔ لیکن اس سے بھی زیادہ دور ہونے کے باعث ہمیں چھوٹے چھوٹے تاروں کی مانند نظر آتے ہیں۔ آفتاب کے غروب ہوتے ہی روزانہ آسمان پر لاکھوں تاروں سے آواز آتی ہے۔ اور ساری دنیا کو اپنی ٹھنڈی ٹھنڈی ریشمیوں سے آواز دینے والا چاند اپنی چاندنی سے رات کے اندھیرے کو دور کرتا ہے۔ گیند کی مانند آکاش میں گھومنے والا یہ آفتاب ہر سیدھے دن چڑھتا ہے۔ اور ہر سیدھے دن گھٹتا ہے۔ آخر یہ سب قدرتی انتظام نہایت باقاعدگی کے ساتھ کیا خود بخود ہی ہو رہا ہے۔ یا کسی جیتن شکتی کے تحت ہے۔ ایک برکش کو دیکھ کر تو شاید آپ کہیں کہ یہ برشوی سے خود بخود پیدا ہو گیا ہے۔ لیکن اسی برکش کی لکڑی سے بنے ہوئے میز کرسی۔ دروازے کھڑکیاں وغیرہ انیک پرکار کی شند و شدر و ستودوں کو بنانے والے بڑھئی کی قابلیت کی داد دیتے بغیر آپ نہیں رہ سکیں گے ایسے ہی سنا میں خوبصورت پودوں۔ مختلف جانوروں اور پھران میں جان ڈالنے والی شکتی کو آپ کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

یہ تمام کے تمام تارے اور سیارے دھماکے میں بندھے ہوئے لٹکی ماند اپنے تینہ اصول کے مطابق دین رات مہینہ سے مہینہ۔ سال سے سال مقررہ راستے پر چلتے ہوئے آسمان میں گردش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ علم نجوم یعنی جیوتش کے ماہرین سورج، چاند، منگل، بدھ، سیخرو وغیرہ تمام گرہوں کا حساب لگا کر صحیح بتا دیتے ہیں۔ کہ فلاں دن فلاں وقت پر سورج یا چاند یا کوگرہن لگے گا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قدرت کا ہر کام پیش ازیں باقاعدہ کسی حساب سے طے شدہ ہے۔ اور یہ نظام شمسی کسی عظیم، علیم و بصیر طانت کا بنایا ہوا ہے۔ جو متحرک اور بغیر متحرک تمام جانداروں کو پیدا کرنا اقد بالغا ہے۔ کیا یہ تمام انتظام مادہ کے اجانک اختلاط کا نتیجہ ہے؟ کیا یہ حیرت انگیز نظام عالم اپنے آپ مادہ کے آپس میں اختلاط کے باعث پیدا ہو گیا ہے۔ اور اپنے آپ آسمان میں سال بسال۔ صدی بہ صدی۔ زمانہ بہ زمانہ گردش کر رہا ہے۔ یا اس کے بنانے میں اور ضابطے کے تحت چلانے میں کسی قادر مطلق کا ہاتھ ہے؟ عقل تو کہتی ہے اور دیکھی بھی کہتا ہے۔ کہ ہاں ایسی ایک طاقت ہے جس کو خدا کہتے ہیں۔ جس نے آفتاب و ماہتاب۔ زمین اور آسمان کو پیدا کیا ہے۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں جانداروں کی پیدائش اس بات کا اعلان کرتی ہے۔ کہ اس عالم کو خلق کرنے والا کوئی ہے۔ یہ باشعور عالم بہت ہی متحرک ہے۔ اور بصیرت اور بصیرت کے واقعات سے پر ہے۔ پانی کے ناپاک قطرے سے پیدا ہونے والے انسان شیر، بھٹی، گھوڑے اور گائے وغیرہ۔ انڈوں سے پیدا ہونے والے پرندے اور لہیزہ دہل سے پیدا ہونے والے کیڑے مکوڑے اور زمین کو بھار کر اگنے والے بیڑ۔ پورے۔ اگر ان

کی پیدائش پر آپ غور کریں تو دیکھیں گے کہ یہ نہایت حیرت انگیز واقعات ہیں۔ جب عورت و مرد مباشرت کرتے ہیں تو مرد کا ایک نہایت چھوٹا لیکن باشعور نقطہ عورت کے حمل میں داخل ہو کر عورت کے ایک نہایت ہی چھوٹے اور باشعور نقطے سے مل جاتا ہے جس کو ہم جنین کہتے ہیں اگر آپ ایک بال کے اگلے حصے کے کھڑے کھڑے سوٹھ کرے کریں۔ اور اس میں سے ایک ٹکڑا لے لیں۔ تو یہ اتنا چھوٹا اور حقیر جنین ہوگا۔ جمل میں داخل ہونے کے وقت ہی سے جسمانی شکل میں پروان چڑھتا ہے سائنس دان



نے خوردبین سے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انسان کی مٹی کے ایک قطرے میں لاکھوں جاندار قوت پوتے ہیں۔ لیکن ان میں سے عموماً ایک ہی ذرہ جمل میں داخل ہو کر چھڑنا اور بڑھتا ہے، عورت کے جسم میں ایسا انتظام ہے کہ جنین کو جمل میں داخل ہونے کے فوراً بعد ہی سے ایک مٹی کے ذریعہ غذا پہنچتی رہتی ہے اور وہ بڑھتا رہتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس کے گرد ایک پانی کا قبیلہ بھی بنتا جاتا ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے اس حقیر سے حقیر چھوٹے سے چھوٹے بال سے باریک بلکہ اس کے ہزاروں حصے کے برابر والے ذرے میں برطانت کہاں سے آتی ہے کہ جو دھیرے دھیرے اپنے ماں باپ کی طرح شکل و صورت، رنگ و روپ اور تمام عضو کو اختیار کر لیتا ہے۔ نہ ماں کو اور نہ باپ کو ہی علم ہے کہ بچہ اندر ہی اندر کس طرح زندگی حاصل کر رہا ہے۔ ۹ ماہ کے بعد جب وہ جنم لیتا ہے تو اس کو وہ اپنا بچہ سمجھ کر خوشی سے چھوٹے نہیں سماتے۔ اور یہی بچہ جب جوان ہوتا ہے تو اپنے پیدا کرنے والے اور کرنا کرنے والے ریشور سے ہی مشت کر ہو جاتا ہے۔ کتنی احسان فراموشی ہے وہ کون سی طاقت مٹی جو جمل میں اس کی پرورش کرتی رہی۔ اس کے پیدا ہوتے ہی ماں کے سینے میں محفوظ رہی ہو

بعد ہی دودھ آگیا، وہ کونسی طاقت ہے جو تمام انسانوں تمام جانداروں تمام پرندوں نیز کیڑے مکوڑوں اور پیر پودوں کو زندہ رہنے کے لئے وقت پر غذا اور پانی فراہم کرتی ہے وہ کونسی طاقت ہے جس نے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے بنے شہا پرندوں کو ایسی صلاحیت عطا کی ہے کہ وہ آسمان میں دور سے دور تک بغیر کسی سہارے کے اڑا کرتے ہیں، ہوا، پانی اور مٹی کے مختلف جانور آخر کس دماغ کی اختراع ہیں۔ کبھی، بھڑا اور حیوانی جیسے حقیر جانداروں کو بھی زندگی قائم رکھنے کی صلاحیت دیتا ہے دیکھئے ایک بچہ کو بھی گیان ہے وہ انسان کے کانوں کے نزدیک آکر ہی گھوں گھوں کا شہد کرتا ہے۔ اور جسم کے نیچے حصہ پر کاٹ کھاتا ہے۔ چار پائی میں مانگنو (چوہا) پیدا ہو جاتی ہیں۔ ان کو بھی آنکھ، ناک، زبان وغیرہ تمام اعضا ملے ہیں۔ رات کے وقت کیڑے کی کٹی تھوں میں سے گذر کر آخر نئے جسم تک پہنچ کر انسانی خون کو چوس کر اپنا پیٹ بھرتی ہیں۔ انکو یہ گیان دینے والی کون سی شکتی ہے؟

مرد عورت، گائے، ہاتھی، گھوڑے، گینڈے، شیر، پرندے اور کیڑے مکوڑوں کی پیدائش کیونکر ہوتی ہے؟ انسانوں سے انسان، شیر سے شیر، گھوڑے سے گھوڑا، گائے سے گائے، مور سے مور۔ جنس سے جنس کیونکر سے کیونکر اپنے اپنے ماں باپ کی شکل و صورت رنگ و روپ لئے ہوئے کیسے پیدا ہوتے ہیں۔ چھوٹے سے چھوٹے بچ سے کسی کی نگہداشت کے بغیر بڑے اور چھوٹے لائق اور پیر اور پوے آگتے ہیں اور ہر سال بلکہ ہر سول تک بچے بھول، اس تیل چھال اور لکڑی وغیرہ سے لوگوں کو آرام پہنچاتے ہیں۔ سینکڑوں، ہزاروں ریلوے اور خوش ذائقہ پھلوں سے سیر کرنے اور قوت پہنچاتے ہیں۔ اور عرصہ دراز تک سانس لیتے۔ پانی پیتے اور زمین آسمان سے رزق حاصل کرتے ہوئے زیر سایہ آسمان چھوٹے اور بڑے رہتے ہیں اس حیرت انگیز طاقت کی تلاش میں ہمارا ذہن انسان کے بنائے ہوئے ایک گھر کی طرف جاتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے سامنے یہ ایک گھر بنا ہوا ہے اس میں اندر جانے کے لئے ایک بڑا راستہ ہے مختلف جگہوں پر روشنی اور ہوا آنے کے لئے روشندان اور گھریاں ہیں۔ اندر بڑے بڑے کھنبے دار والاں ہیں۔ دھوپ اور پانی سے محفوظ رہنے کے لئے چھتیں اور چھتے ہیں۔ والاں کرے اور کوٹھڑیوں میں طرح طرح سے انسان



گو آرام پہنچانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ گھر کے اندر سے گندے پانی کو باہر نکالنے کے لئے ٹالیاں بنی ہوئی ہیں اور اس خیال کے پیش نظر گھر بنایا گیا ہے کہ اس میں رہنے والے کو ہر موسم میں آرام پہنچے۔ اس گھر کو دیکھ کر ہم کہتے ہیں کہ اس کا بنانے والا کوئی ماہر شخص تھا جس نے اس گھر میں رہنے والوں کے آرام کے لئے جو چیزیں ضروری تھیں ان کا خیال کرتے ہوئے گھر بنایا ہے، ہم نے بنانے والے کو دیکھا بھی نہیں پھر بھی گھر کا بنانے والا کوئی تھا یا ہے۔ اقدہ وہ ماہر اور عالی دماغ شخص ہے اس کے مقابل میں جب ہم اپنے جسم کو دیکھتے ہیں کہ کھانا کھانے کے لئے منہ کھانے کو چبانے کے لئے دانت، کھانے کو پیٹ میں پہنچانے کے لئے ناک میں ٹالیاں۔ کھانے کو پیٹ میں رکھنے کے لئے معدہ اور کھانا ہضم ہو کر خون بن جاتا ہے۔ تو اسے دل تک پہنچانے کے لئے چھوٹی چھوٹی شریانیں اور بھر خون کو سر سے پریز تک پہنچانے کے لئے پورے جسم میں ننداں کا ہال بچھا ہوا ہے جس سے انسان کو طاقت آرام و راحت حاصل ہوتی ہے۔ کھانے کے لئے جو حصہ جسم کے لئے ضروری نہیں ہے۔ ففندہ بن کر باہر خارج ہونے کے لئے ایک راستہ، اور دودھ، پانی، رس وغیرہ کا جو حصہ جسم کے لئے غیر ضروری ہے اس کے باہر نکلنے کے لئے ایک نلی بنی ہوئی ہے دیکھئے کو دوا نکھ سٹنے کو دوا کلن سوکھنے کو ناک کے ۲ سو راز پکڑنے چھوٹے چلنے اور پھرنے کے لئے ہاتھ اور پیریں جو ہیں۔ خاندان کے برقرار رہنے کے لئے خواہشات نفسانی ہر مرد و عورت میں رکھ دیئے گئے ہیں۔

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہ متحرک تخلیق صرف مادہ کے یا ہم اختلاط سے ہوتی ہے یا اس کو خلق کرنے آفریوان چھوٹھانے میں ہمارے گھر کے بنانے کی طرح بلکہ جس سے بھی رابطہ کر کسی غیر فانی خدوں اور صلاحیتوں کی مالک کسی دانا حکیم اور قدیر طاقت کی کار فرمائی کا کوشش ہے۔

اتم و رشی باوا انگلیہ سنگھ جی انجمنی فرماتے ہیں۔ البتہ یہ یقیناً خداوند خدا ہے مگر واضح میں مدد عالم ہے کہ وہید کی شرتی کہتی ہے جس میں یہ عالم پیدا ہوتا ہے اور بعد پیدایش قائم رہتا ہے۔ اور آخر جس میں یہ فانی ہوتا ہے وہی البتہ یا خداوند خدا ہے۔ خداوند خدا حاضر و ناظر ہر جگہ ہے۔ وہ تم کو دیکھتا ہے لیکن تم اس کو نہیں دیکھتے، وہ تمہارے پاس موجود ہے، تم کو ہر وقت دیکھتا ہے۔ اور اس وقت بھی تمہارے اندر دماغ میں اجلاس فرما رہا ہے۔ اور وہ تمہارا ہی علم یعنی گیان ہے۔ لیکن تم اس کو البتہ یا خدا نہیں جانتے۔ یہ مدت خیال کرو کہ وہ پورے پرانا ہمارے دماغ میں کس طرح آگیا، وہ تمہارے دماغ میں محدود نہیں ہوا اور نہ حاصل ہوا ہے۔ جبکہ یہ حضرت علم (گیان) غیر محدود اور انتہا کو نہ پہنچنے والا دلچ میں اپنی ذات یا سرور میں سکتا اسی طرح دماغ میں آشکار (ظاہر) ہے جس طرح آفتاب آئینے یا کوڑہ آب میں دکھائی دیتا ہے۔ اور وہ آئینہ یا کوڑہ آب میں محدود نہیں ہو جاتا۔

جو حضرت علم سچے گیان سرور پر ہم (ہر نیہ گرو میں منجلی)







یہ روپ موٹا یا پتلا نہیں۔ اور بنا نہیں بنایا نہیں۔ یہ ایک سفحان میں نہیں پرانیک استخوان میں ہے۔ یہ جنم مرتبہ جواسے بادہ رہت ہے، یہی اس سرشتی کو آئین کرتا ہے۔ پالتا ہے اور نگہار کرتا ہے یہ رنگن ہونے پر بھی سنگن ہے نرا کار جو تھے ہوئے ساکار ہے۔ پرودکش ہوتے ہوئے بھی ابرودکش ہے، یہی اس جگت کی لیل مامہ کا دستار کرتا ہے، یہی پرکاشک بھی ہے اور ابرکاشک بھی ہے۔

یہ دوت روپ سے پرکاشتا ہے اور ادویت روپ سے لیلادتنا کرتا ہے۔ یہ بھکتوں کے ہر وہ میں سدا بجا ہوتا ہے۔ اور دشمنوں کا شاسن کرنے والا ہے، یہی پریشور، یہی پرہم ہی شری کرشن ہی شری رام ہے۔ اس سروپ کا درشن پریم لشکام پریم سے ہی ہوتا ہے۔ اجاں آدی بھکتوں کو اس سروپ کا درشن پریم پریم کے لوگ سے ہوا تھا۔ وہ ایک دلش یا ایک کال میں نہیں ہوتا۔ وہ تو ایک ہی سروپ دھارن کر کے رہتا ہے اور بھین سروپ بھی دھارن کرتا ہے، یہی پرمانما پریشور ہے۔ ایسے پریشور کا دیکھنا سہل نہیں۔ جو انش پریم شرف دھارن۔ بوجن پریم ہے۔ جو ششم دم آدی سا دھن ستمیں ہے۔ جو اس جگت کے انیک کارویوں میں برورت ہو کر بھی ہر وقت ایشور کے پریم میں چپکا چود۔ ولین ہے۔ اسی کو پرمانما کا ساکتا نکا دھوتا ہے، یہ پرمانما تجھ سے دور نہیں۔ بلکہ تیرے شمنکھ ہی ہے مجھ میں ہی ہے لیکن شمدھ پریم ہوئے بنا اس کا درشن ہوگا نہیں۔

الشیہ کا درشن ہوتا ہے۔

جیگیا سو کو جگت کی سب ایادھیوں کا لے کرنا چاہیے، داسنا مامہ کا نیا کرنا چاہیے۔ شرویشیہ براہمنوں کو مستحیا دیشی سے یاد کرنا چاہیے۔ تنہا جب دتو کا ابھاد ہو جائے اور کچھ شیش رہے۔ راک دلش سے وکت ہونا چاہیے۔ چت برنی کا زودھ کرنا چاہیے۔ من کا ناش کرنا چاہیے۔ اور ششم آدی کن ملامنا چاہیے۔ اس سقنی کو پات ہونے میں اپنا شرافت ہی کام آتا ہے۔ اپنے پرشادہ سے ہی سا کھشا نکا دھکتا ہے۔ انیہ کوئی ایشور کا سا کھشا نکا نہیں کرا سکتا۔ جیسے سیرے کی پرکھشا سو بنگ سیکھے بنا نہیں سیکھ سکتا اسی طرح پریشور کے سا کھشا نکا کے لئے راک دلش آدی سے بوجن ایسے اس سنا کو سوین تلیہ جاننا چاہیے پالتا کی گن مٹی دیوی مایا کا تیاگ کر کے رات دن پرمانما کا ہی بھجن رتن کرنا رہے تب ہی پرہم پریشور کا درشن ہو سکتا ہے پرمانما کے سا کھشا نکا میں، اور کوئی سہا مامہ نہیں کرا سکتا۔ گو وہ اور شاستر بھی صرف راستہ بتاتے ہیں۔ اسپر چلنا تو تو جیگیا سو کا اپنا کام ہے۔

سچ بوجھو تو پرمانما کا انجھو امہ کاری منش کو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جس کو دھن اور عزت اور مانی پر اہت ہے شری سند براہمنیت ملا ہے، سمندھی اچھے ہیں۔ ہر پرکار کے سفارک پدارتھوں میں جو مست ہے جو حکومت کا نشہ ہے وہ پرارٹھ کی طرف سے اندھا ہے۔ اسی لئے تو گورو صاحب فرماتے ہیں۔ مایا دھاری اندھا بولا۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ سوئی کے سوراخ سے اندھ کا گور جانا تو شاید ممکن ہو لیکن ایک امیر کا خدا کو مانا ناممکن ہے۔ امیر سمجھتا ہے کہ وہ بہت عقلمند ہے۔ اس نے اپنی بیباقت اور ہمت سے دھن دولت کما لی ہے۔ لیکن اس کو دیکھ کر یہ احساس نہیں رہتا کہ اس کی عقل کے پیچھے بھی کوئی شکتی ہے جو پریرا کرتی ہے۔ اسی نے خلوت دانشی ہے۔ اسی نے عقل کو بادی کیا ہے۔ جب منش کے اندر ناستکنا آتی ہے اور وہ خودی اور امہ کار کے بس میں آجاتا ہے۔ تب اس کا ناش ہو جاتا ہے۔ راون جیہا پرتاپی راجہ جو کہ ایک مہان پنڈت تھا۔ چاروں دیدوں کا عالم تھا۔ جس نے کال کو بھی باندھا ہوا تھا جو بھگوان شتو کا پریم بھگت تھا۔ جب اس نے بھی امہ کار کیا۔ تو ناش کو پراپت ہوا۔ اسی طرح ہر لہ



کشیپ جس کی تمام سرشتی پر حکومت تھی جس سے دیتا بھی کانتیتے تھے۔ جب اُس نے بھی ایشور کی ہستی سے انکار کیا دیا۔ اور اپنی پوجا کرانے لگا۔ تب بھگوان کو نہ سنگھہ اذکار دھارن کر کے اُس کا ناش کرنا پڑا۔ کس دلیو جن اور جراسندھ وغیرہ ادھری راجوں کو مارنے کے لئے بھگوان کو کرشن روپ دھارن کرنا پڑا۔ ہمارا پیراچین اتھاس اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ایشور موجود ہے۔ اور اپنے بھکتوں کی خاطر اُن کی سر دھار اور اعتقاد کے مطابق مایادی روپ دھارن کر کے اُن کے کشٹ نوارن کرتا ہے۔ جب دنیادی سب اس کے ختم ہو جاتے ہیں۔ اور ہر طرف دکھ اور مصیبتوں کا طوفان سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور بھگت اپنے آپ کو بالکل ایشور کے بھروسہ پر چھوڑ دیتا ہے۔ اُس وقت جو غیبی طاقت اُس کی سہاٹا کرتی ہے وہی ایشور ہے۔ درویدی کی لاج بچانے کے لئے وہ دستر روپ بناؤںڈٹ دوشاسن سارھی کو کھینچتے تھک کر چور ہو گیا لیکن وہ دینی کی ساری ختم ہونے میں ہی نہیں آتی بھگوان نے نامکُن کو بھی ممکن بنا دیا۔ بھگت پر ہلاد کی خاطر وہ نہ سنگھہ روپ میں پرگٹ ہوئے، دھرو بھگت میراں، سنت تلسی واس، دھنا بھگت، سور داس، سدا مار، نر نام دیو، ریدیاس۔ بالک موہن، کرم سنگھ سندا وغیرہ سینکڑوں ایسے بھگت ہو گزرے ہیں جن کو بھگوان کے ساکھشات درشن ہوئے، جو بھی سچے دل سے اُس کو یاد کرتا ہے۔ وہی اُس کے درشن پاتا ہے، سچے دل سے جوگن اُس میں لگائی ہوگی۔ اس میں کچھ شک نہیں یک دھرم نشانی ہوگی اُس کے دیار میں جانے کے وسیلے ہیں بہت کم غریبوں کی عطائیت سے رہائی ہوگی خودی اور خواہش :- ان دونوں کو چھوڑ دیں۔ پھر بھگوان کے درشن ہو جائیں گے، یہی دیدشا ستر آدرنت مہاتماؤں کا اوتھو ہے۔

ادم شرم

گو رکھ ناتھ نندہ

## میرے رام کب تیرا دیدار ہوگا

سن سرحدی۔ پرنسپل فرنیٹر  
کرشن کالاج رام نگر

کرم جب تیرا مجھ پہ گزتا ہوگا  
ہوں تیری نیارت کا مدت سے دعا  
تیرے نام ہی کا مجھے آس رہا ہے  
غریبوں کا کوئی ہی ہے لمجا داما  
ایشور خدمت خلق ہو کشن جس کا  
خطا کار کو بخش دو گے اگر تم  
میرے رام کب تیرا دیدار ہوگا  
تیرا نام ہی لب پہ تیرا ہوگا  
کرم تیرا ان کا مددگار ہوگا  
تیری رختوں کا سنا دار ہوگا  
خطا کار پھر کیوں خطا کار ہوگا  
سمن کو تیرے رحم سے بھر دے  
وہ پھر کیوں کسی کا طلبگار ہوگا



# گیان پر کاش

(مسل)

## شری مہاگ مل جی سینی

از

### (اتم جیوتی)

لے آتما آجکل لوگوں میں اتم جیوتی یا نور ذات کے درشن کے سلسلہ میں بڑی راز جوئی پائی جاتی ہے ساوہو سنت اور خاص خاص ابھیاسی اشخاص اس امر کی شہادت دیا کرتے ہیں کہ اس دوران ابھیاس، اتم جیوتی کا درشن ہوتا ہے ایک کہتا ہے کہ اُسے درشن جیوتی آگ کے شعلہ کی مانند پر نہت ہوتی ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ اتم پرکاش ملپ ساجلتا معلوم ہوتا ہے تیسرا کہتا ہے کہ اُسے کو دروں سو دروں کا آجالا دکھائی دیتا ہے کوئی کہے بھی تو کیا کہے! اور کیا کیا بات کہے! اور کس کس کی بات کہے! اگر ان سے سوال کیا جاتا ہے کہ وہ اتم جیوتی جو ہم کو دوران ابھیاس دکھائی دیتی ہے وہ تم کو جانتی ہے۔ یا تم اُسے جانتے ہو تو وہ خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اور حیران سے رہ جاتے ہیں بھی کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک یہی ایشور درشن ہے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو شخص وہ کشف ہو یا لطیف دکھائی دیتی ہے جو اتم پرکاش ہوتی ہے اور اُن کو جانتے اور دیکھنے والا جیتن ستا رکھتا ہے اور جیتن و اتم جڑشے سے اُڑ سچا ہوتا ہے تو حیرانی اور پریشانی میں پڑ جاتے ہیں اور بعض اوقات جواب نہ دے سکتے کی وجہ سے لڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

بیادے آتما! اپنی باطنی توجہ کو ناک کی ٹوک یا کسی اور جسمانی ٹکٹے پر جمایا جائے گا۔ تو اجتماع نظر سے اپنے شخص یا نوروتی تاثرات کے مطابق بے شمار لطیف سے لطیف نظارے (درشے) پیدا ہوں گے اس طرح تہا دی توجہ کے روبرو ظہوری پردہ (درشہ) تیار ہے گا اور اتم اس لطیف مایا جال سے باہر ہو کر اپنی ذات کو جوں کا توں محسوس نہ کر سکو گے اور چاروں کئی اشخاص ساری کی ساری عمر ان لطیف آدانوں اور شیلوں اور عجیب و غریب نظاروں کو ایشور یا اتم جیوتی سمجھ کر ان مایاوی لطیف (درشہ) دھوکوں میں پھنسے رہتے ہیں۔ بالفاظ دیگر اچھا میں لوگ پر ماتما کے درشہ روپ میں درشن پا کر اتم مایاوی نیند میں سوئے رہتے ہیں اس سلسلہ میں یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیے کہ جو علم ظہور ات (E1N6) سے وابستہ ہے خواہ کس قدر ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو آخر مایاوی دھوکوں یا سلاوں کا جلم ہے وہ ہمیں حقیقت یا اصلیت تک نہیں پہنچا سکتا جس اندر ولی آواز سلطان الازکاں اور روشنی پر سا دھک اپنی سرت یا خیال کو لگا تا ہے۔ وہ جو اتم پرکاش میں وہ سادھک کو نہیں جانتے بلکہ وہ اُنھیں جانتا ہے مگر وہ اس راز کو نہ جانتا ہوا ساری عمر درشہ میں ہی اٹکا رہتا ہے بھلا کوئی خوابی دنیا سے باہر نکل کر اپنے آپ کو جوں کا توں جان سکتا ہے، وجہ صاف ہی ہے کہ اُس کی نظر کے روبرو خوالی نقشہ کھڑا رہے گا۔ اصلیت یا حقیقت کا کثف تو اُس کی متفاد سمت کی طرف اٹھنے سے ہوگا۔ جب تک انسانی نظر نور عرفان سے منور نہیں ہوتی انسان یکے بعد دیگرے نرلیں پیش کر نیوالے سوکشم درشہ کو روحانی بلندیاں یا وسیلہ کو مقصد خیال کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔



اس میں شک نہیں کہ یہ سادھن کی عارضی صورتیں ضرور ہیں۔ اور ان کے ذریعہ برونی کے رُک جانے کی وجہ سے عارضی خوشی اور آئندہ ضرور ہوتا ہے یعنی آنکھوں اور کانوں کے سادھن من کی نہایت مندرجات میں سکون و قرار لانے کے لئے نہایت اچھے ذریعے ہیں۔ مگر انہیں آتم جیوتی یا آتما یا عالم حقائق خیال کرنا کوئی معقولیت نہیں رکھتا۔ جب تک نظر کے اندر نہ رہتی ہے تب تک سامنے اس حصول یا سوکشم و رشید کے سوا اور کچھ دکھائی نہ دے گا۔ ترمیمی میں نظر آنے والے و رشید کو سچ کھنڈ کہہ دیا جائے گا اس سے غرض نہیں نام چاہے کچھ ہی دکھلا دے وہ ہے و رشید ہی نقشہائے خواب کی سی رنگ آمیزی اور کچھ نہیں اس تعلق میں ایک باکمال صوفیوں کا تا ہے۔ ہر چہ اندیشی پذیرائے فناست آنکھ در اندیشہ ناید آں خداست

جو کچھ و رشید تیرے علم میں آسکتا ہے وہ فانی ہے اور جو ذات و رشدا تیرے علم یا خیال سے اوپر ہے وہ خدا ہے حقیقی ہے۔ درشت بان ہے سکل مہمتا۔ گورو نانک

دلکش راگ نایک کو دیا وید گھر قسم کے برونی اور اندرونی ابھاروں اور دل بہلانے والے ذریعوں سے جو سادھن یا بخود کی کسی حالت پیدا ہو جاتی ہے بعض لوگ اُسے ہی حقیقت سمجھ لیتے ہیں جو درست نہیں۔ ان خود پیدا کردہ جذباتی حالتوں سے نیچے اترنا پڑتا ہے۔ اس لئے یہ حالتیں آتما یا آتم جیوتی سے کیونکہ تعلق رکھ سکتی ہیں جو جذباتی حالتوں میں اور اُن کے گزر جانے پر بھی ایک رس ہی رہتا ہے درحقیقت یہ جذباتی حالتیں پورن حقیقت کی جانب جھکانے کی بجائے اٹھا سٹانے کا کام کرتی ہیں۔ یہ حالتیں کم و بیش خیالی خبط اور جذباتی آبالا ہی ہوتی ہیں۔ اُن کے ذریعے ہم حقیقت کو ہر ہوا اٹھو کر لے اور اس میں بیدار ہونے کی بجائے برونی یا اندرونی حالات اور اُبھاروں کے محتاج اور اپنے وجود کے غلام ہو رہتے ہیں جس طرح نادان بچہ گڑگڑی میں خوشی مانتا ہے ایسے ہی اندرونی یا برونی ابھاروں کی راہ خوشی ڈھونڈنے والے لوگ جذبات کی گدگدی میں خوش رہتے ہیں اور ان جذباتی حالتوں کو ہی عالم حقائق کا درجہ دیتے ہیں۔ کسی برونی یا اندرونی ابھار یا بنا دلی تلبیر سے آتما کو اٹھو نہیں کر سکتے۔ جذباتی جوش و خروش یا خوشی جو اکثر ناچنے کو لے اور آئندہ بہانے میں ظاہر ہوتی ہے آتما نہیں ہے یہ محض آئندہ کے دھوکے ہیں ہاں یہ سادھن کی عارضی صورتیں ضرور ہیں۔ اور ان کے ذریعہ برونی کے رُک جانے کی وجہ سے عارضی خوشی اور آئندہ ضرور ہوتا ہے۔

بقول ایک بہانہ صاحب زندگی میں کرم اور اپنا سنا کے مرحلے طے ہو جاتے ہیں تو ایسے شور و ثبور کسی کو ملتا نہیں یہ سب کہنے سننے کی باتیں ہیں ہاں انکی ایدہ و سبب دل صاف ہو جاتا ہے اقد دل کے پاک و صاف ہو جانے سے اُس میں اصلیت کا عکس پڑتا ہے تب انسان اپنے اصلی روپ اور سروپ کو جان جاتا ہے۔

شاستروں کا رو سے جن بھگتوں کو جس ایسور کا درشن ہوا وہ انہیں کے تصور اور خیال اور یقین خواہ عقیدہ کی مجسم تصویریں تھیں چاہے یہ تصویر باہر نظر آئے یا مجسمہ دنیا کی یکساں حالت ہے جو تصور کرتا ہے وہ اپنے دل میں خیالی تصویر ہی تو بناتا ہے وہاں اس کے اپنے خیال کے سوا اور کیا دھرا ہے یعنی جس ایسور کی کسی کو تلاش ہوتی ہے وہ اُس کے تصور اور خیال اور یقین خواہ عقیدہ کی مجسم تصویر ہوتی ہے جو دھیمان لگاتا ہے وہ بھی تو وہی عمل کرتا ہے اور اپنے من میں اُسے دھاندل کر لیتا ہے یہ سب درشن پرشن خیال کے کرشمے ہیں۔

ان سے زیادہ اور ان کی وقعت نہیں۔ اس سلسلہ میں یہ ایک مسئلہ اصول ہے کہ جب ہم برونی دنیا کا خیال



بالکل ترک کر کے کچھ عرصہ اپنے خیال کے مطابق کسی شے کا تصور کرتے ہیں تو آخر کچھ عرصہ کی مشق کے بعد یہاں ہی صورت منتظرہ منجمد خیال (جماد) ہو کر اپنی ذہنی آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے تو ہم اُسے واقعی طور پر محسوس کرتے ہیں جس طرح خواب کی دنیا کچھ دیر کے لئے واقعی معلوم ہوتی ہے۔ اس طرح جب سادھک اپنی سادھنا کے ذریعے اپنے انشٹ دیو کو دیکھتا ہے تو اپنے تجربہ کی بنا پر اُسے حقیقی خیال کرتا ہے اور اُسے اپنے سے غیر جانتا ہے لیکن اُس پر یہ راز نہیں کھلتا کہ ابھی اس کی حالت میں جس انشٹ دیو کے دشن ہوئے ہیں وہ میرا ہی اپنا آپ ہے میرا ہی خود پیدا کردہ تصور ہے اور وہ میری ہستی سے زائد وجود نہیں رکھتا۔ خواب میں ہم اپنے خود پیدا کردہ تصورات و نقش و نگار کو واقعی خیال کیا کرتے ہیں صبح اُٹھنے پر اُن کی واقعیت کی قطعی کھل جاتی ہے۔ واقعیت کچھ اور شے ہے اور حقیقت کچھ اور شے ہے دونوں ایک نہیں ہو سکتے جسے ہم عام طور پر بیداری و واقعیت کہتے ہیں وہ بھی ایک خواب ہی ہے ایک اور دھانی بیداری آنے پر بیداری خواب و خیال کی مانند اُڑتی معلوم ہوتی ہے جب تک ہم حقیقت (آتما) کی طرف سوئے ہوئے ہیں اور واقعیت کی طرف جاگے ہوئے ہیں ہم پر اس راز سربتہ کا پردہ فاش نہیں ہوتا۔

جو لوگ الشیور یا برہم یا آتما کو اپنے سے بالکل الگ جان کر اُس کی آپاسنا اور روشن کرنا چاہتے ہیں وہ غفلت اور بھرم چکر میں گھوم رہے ہیں کیونکہ برہم یا آتما کو اپنے سے الگ خیال کرنا برہم یا آتما سے صاف صاف انکار ہے یا ناسنکنا ہے کیونکہ برہم یا آتما کے سوا کچھ اور موجود ہی نہیں۔

”نہ وہاں آنکھ جاتی ہے نہ گویائی نہ سن ہی وہاں جاسکتا ہے ہم نہ یہ جانتے ہیں کہ اُس کے تعلق میں کس طرح تعلیم دیں۔ وہ معلوم اور نامعلوم دونوں سے بالاتر ہے۔ تو ہم آجادیوں سے ہم نے ہی سنا ہے اور انہوں نے ہم پر یہ راز کھولا ہے“ (لیکن اپنڈنڈ منتر ۳)

یا گیدہ دلک منی نے اپنی استری مٹیری کو یہی اپدیش دیا ہے کہ ”عالم کو کس شے سے معلوم کریں“ آتما چونکہ گیان سرُوپ (PURE AWARENESS) ہے۔ اس واسطے کسی شے کا بشتہ (دکھاٹی دینے والا) نہیں بن سکتا وہ جب بشتہ کرے گا اپنے سے دوسری شے کو بشتہ کرے گا اپنے آپ کو مطلقاً نہیں کر سکتا۔ اس امر کو یوں سمجھو کہ آنکھ ہر شے کو دیکھتی ہے پر اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتی۔ ایسے ہی آتما کو قیاس کر لو۔ دنیا کی جملہ چیزیں، کیا کثیف اور کیا لطیف جن میں جملہ سفول چیزیں اور من بھی وغیرہ شامل ہیں سب کی سب زمرہ معلوم میں داخل ہیں اور جڑ رُوپ ہونے کی وجہ سے گیان کا بشتہ ہیں آتما اُن کا بشتہ کرنے والا ہے۔ آتما شدھ گیان سرُوپ (علم محض) (PURE AWARENESS) ہے۔ اُس میں عالم علم معلوم کا کچھ بھید ہی نہیں۔ اس لئے وہ اپنے آپ کو کیونکر بشتہ کر سکتا ہے۔ بشتہ کرنے کی صورت میں یعنی اندر بہ اور حواس کے ذریعہ برہمی اشیا کے گیان میں عالم علم معلوم کا یا تری کا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے درشیدہ گیان اور شدھ گیان میں زمین و آسمان کا فرق ہے درشیدہ گیان میں عالم علم معلوم کی تری پٹی پائی جاتی ہے۔ اس لئے اکھنڈ نہ ہونے کی وجہ سے مہدا پورن ہے آتما کا سرُوپ شدھ گیان (علم محض) ہے۔ اس میں عالم علم معلوم کا کچھ بھید نہیں اس لئے وہ کسی درشیدہ گیان کا بشتہ نہیں ہو سکتا وہ خود گیان سرُوپ ہے۔ اس فرق کو خوب ذہن نشین کر لو۔ تاکہ حقیقت اور اصلیت ہاتھ آئے۔



حواسی زندگی والے لوگ آتما یا برہم کو کوئی صورت مان کر اپنی زندگی کی پائیزگی کے لئے اُس کا یار یا رقصہ کرتے ہیں اور ذہنی زندگی والے اُسے برتر غیر محسوس ہستی یا طاقت یا سچائی وغیرہ سمجھ کر اعلیٰ اوصاف کو ہر دم پیش نظر رکھ کر انہیں اپنی زندگی میں جذب کرتے ہیں اور اُسے ہی بہترین حالت مانتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان میں بھی سچائی ہے مگر پورن سچائی یہ ہے کہ حقیقت بیان، قیاس اور تجربے سے بالاتر ہستی ہے۔

عین ممکن ہے ایسی باتیں کہنے سے کسی کی دلآزاری ہو میرے نزدیک دلا آذادی گناہ عظیم اور ہمایا پ ہے اگر سچائی اور چنانے کی غرض سے کوئی بات کہدی جائے تو اُسے بُرا نہیں خیال کرنا چاہیئے۔ ان باتوں میں بھی سچائی ہے مگر جزوی ہے کئی اربانوں کو یہ باتیں سہارا دیتی ہیں۔ اور برہم کی واحد و نوری ہے۔ اگر ان انسانوں سے اُن کا ایشور روشن کا اعتقاد چھین لیا جائے تو وہ نہایت مایوس ہوں گے۔ لیکن میرے نزدیک ایسی امید کی خوشی میں جو غلط فہمی پر مبنی ہو مایوسی کا آزار دہیجے بہتر ہے کیونکہ اس آزار کے اندر حقیقت کا پتہ چل جاتا ہے۔ بقول ایک مہاتما جب تک انسان کو اصلی نظر نہیں ملتی تب تک وہ بچگی کے طبقہ میں خیال کیا جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اُس کی اپنی سمجھ ہی بہت کچھ ہے اور وہ دوسروں کو نہیں مانتا سمجھدار اور گہائی انسان اُن سے وسعت باگریاں نہیں ہوتے کیونکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ کتنے تو بچے ہیں وہ اپنے کھلونوں سے محروم ہونے کیسے گوارا کریں گے۔ اُن کا کھلونا چھین لو اور وہ رونے لگیں گے یا تھاپائی کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ بچے تو بچے ہیں بچوں کو خوش و خرم رکھنا چاہیئے یا اُن کو دکھی کرنا چاہیئے؟ نہیں کبھی نہیں۔ صبر سے اُس وقت کا انتظار کرنا چاہیئے۔ جب تک وہ بالغ نہ ہو جائیں بالغ ہونے پر دونوں فریق کو سوال کرے اور جواب دینے کا مزہ آئے گا اور اطمینان کی صورت پیدا ہوگی۔ آتما یا آتم جیوتی کوئی کثیف یا لطیف و مشیر نہیں اس لئے اس کو بطور معلوم یا دوشید کے جاننا محالات سے ہے۔ آتما یہ ہے "ایسا جاننا ناممکنات سے ہے اس کو میز کر کسی کی مانند نہیں جان سکتے۔ کیونکہ پھر وہ ایک مادی شے بن جائے گا جیسے تم اپنے آپ سے کہو کہ باہر نہیں جاسکتے۔ ایسے ہی تم اپنی آتما "یا آتم جیوتی" کو یہ آتما ہے ایسا نہیں جان سکتے۔ اُس کی صورت اپنے سے باہر نکال کر نہیں دیکھی جاسکتی وہ قابل تصور نہیں مشرب کے ایک نہایت مشہور عالم فلاسفر اور مہاتما اسپینوزا نے کیا خوب کہا ہے :-

TO DEFINE GOD IS TO DENY GOD (SPINOZA)

ترجمہ (خدا کا تصور باندھنا خدا سے انکار ہے)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جس حالت میں جذبات، خیالات، احساسات اور تجربات نہ ہوں وہی آتما اور ستھا ہے لیکن یہ سراسر لغو ہے ایسی حالت اور گہری نیند میں فرق ہی کیا ہے۔ اگر ہم مصنوعی تدریس و سادھنوں اور اچھا سوں سے گہری نیند کی سچی حالت جاگرت میں ہم پہنچا سکیں تو ہم اُسے آتما اور ستھا ہرگز نہیں کہیں گے کیونکہ یہ حالت کتنی ہی بڑی چڑھی کیوں نہ ہو اس سے نیچے اُترنا ہی پڑتا ہے آتما میں چڑھاؤ اتراؤ ہے ہی نہیں۔ اس لئے یہ حالت آتما سے کیوں کر تعلق رکھ سکتی ہے آتما کی کوئی حالت نہیں۔ حالتوں کا تعلق محض من ہی سے ہے۔ حالیہ من میں ہی بن جگھڑ سکتی ہیں چڑھاؤ اتراؤ من کے تعلق میں ہی کچھ معنی رکھتے ہیں آتما تو محض سہارا دیتا اور روشن کرنے والا ہے من کی جملہ حالتوں کی پیدائش قرار اور فنا پر بھی جوں کا نوں دھتا ہے۔



بقول شری گورد نانک دیو جی مہاراج : ” سوچے سوچے نہ ہوئے جسے سوچی لکھ دار “ آتما تمہارے تخلیق سے بالاتر ایک مثبت حالت ہے۔ اگرچہ اُسے حالت کہنا اُسے نسبتی طبقہ پر بھیج لانا ہے۔ خیالات کے پیدا ہونے پر اُن کی نشتر حالت اور اُن کی قاضی ان تینوں حالتوں سے آتما کا کوئی تعلق نہیں وہ تمہارے خیالات کی موجودگی اور غیر موجودگی میں یکساں اور برقرار رہتا ہے کسی حالت سے وہ اثر پذیر نہیں ہوتا۔

اُونچے نیچے پیچھے دیاں دھام دھیرہ دھیرہ کے تصورات آتما کے بدلنے والے ظہور میں تو کچھ معنی رکھتے ہیں خود آتما میں نہیں اُس میں یا اُس کے آگے مقاموں، راستوں، طبقوں، درجوں اور منزلوں کا خیال کو رہی جہالت ہے آتما کا کسی صفت یا صورت میں دیکھنا محض نادانی ہے۔ اودیا کے اندھیرے میں ہی ان خود پیدا کردہ دہمی نظاروں کو حقیقت سمجھ کر ان پر لٹو ہو رہا ہے۔

محقر یہ کہ علم صورت (درشہ گیان) خواہ کتنا ہی اعلیٰ ہو یعنی انسانی آلات علمیہ (اندر یہ یا حواس پر دنی) انہ کر (یا حواس باطنی) خواہ کتنے ہی ترقی اور نشوونما یافتہ ہوں۔ اُن کے ذریعے آتما کو جاننا ناممکنات سے ہے۔ کثیف یا لطیف درشہ کبھی آتما نہیں ہو سکتے کوئی شے کوئی حالت جو ہمارے تجربے میں آ سکتی ہے وہ درشہ ہی ہے۔

” جو ایہ جانو سوا یہ نہاں۔ جانن ہارے کویل جاڈ “

” اوہ۔ دیکھے انہاں ندر نہ آسے بہتا ایہ ہڈان “

” سوئی اجان کہے میں جانان۔ جانن ہار نہ جانان رسے “

(گورد نانک دیو جی مہاراج)

” اُس آتما کو کوئی نہیں دیکھتا۔ اُس کی صورت کبھی آنکھوں سے دیکھی نہیں جا سکتی۔ قلب مصفا میں وہ دیکھا جاتا ہے۔ اس طرح ہفائے دوام ملتی ہے (اُپنڈ) “

دستینا پکڑتا ہے اشیا کو	کیسے پکڑے جو انگلی قابض ہو
عقل بڑھی حواس من سارے	مثل چمٹا ہیں دُنیا انگارے
آتما عقل بڑھ من سب کو	قابو رکھتا ہے ہاتھ چمٹے کو
دنیوی شے پر عقل کا بس ہے	آگے مجھ آتما کے خود خس ہے
عقل سے برہم جایا ہو پہچانا	ہاتھ چمٹے کو بیچ میں لانا
غیر ممکن محال، اپنی تو ہے	دم جو مارے تہال کس کی ہے

(مستی مجسم سوامی رام تریپتہ جی مہاراج)

چوں بود مفہوم تو آں کو ازاں عالی تراست

(مادر زاد علی شمس تبریزی)

ہرچہ در فہم تو آید آں بود مفہوم تو

ترجمہ :- جو کچھ تیرے خیال میں آ سکتا ہے وہ تیرے خیال کا ہی مفعول ہے بھلا حقیقت کس طرح تیرے احاطہ خیال میں آ سکتی ہے جو اس سے بالاتر ہے۔

” HE MAY BE GOTTEN AND HOLDEN BY THOUGHT NEVER “



(ایک مغربی مہاتما)

دترجمہ پر ماتما کسی خیال سے پایا اور پکڑا نہیں جاتا)

آپے صاحب تے آپے منہ - ادہ آپ تما شہ دیکھے  
 آپ تما شہ آپے دیکھن والا - ادہ آپ بنیا سب بھیکے  
 سب کچھ بنیلے کچھ نہ بنیا - ادہ پورا سبھے لیکھے  
 سنت زین ادہ سب نوں دیکھے - پراکھوں کوئی نہ دیکھے

(مہاتما سنت رین)

گھبر گیا جو زمین میں وہ لانتہا کیونکر ہوا - عقل میں جو آگیا پھر وہ خدا کیونکر ہوا  
 وہ مرتبہ ہی اور پھر ادراک سے پرے - ہم جس کو سمجھے بیٹھے ہیں اللہ ہی نہیں

بلکھا شوہ نوں کوئی نہ دیکھے - جو دیکھے سو کسے نہ لیکھے  
 اُس دارنگ نہ روپ نہ لیکھے - اوہی ہوئے ہو کے چور  
 واہ واہ رمز سخن دی ہو - عاشق بنا نہ سمجھے کور

(حضرت بیٹھے شاہ قصوری)

آتما لاصفات، گاقابل ہونے کی وجہ سے آنکھوں سے تو نظر نہیں آتا۔ من بانی کی وہاں تک رسائی نہیں  
 اُس کا اوجھو کیسے ہو مشہور عالم سائنس دان ہر برٹ سپنر (HERBERT SPENCER) کا اس نتیجہ  
 پر پہنچا۔ "حقیقت نہ کسی کو معلوم ہو سکتی ہے" لازمی تھا۔ وہ آتما پر دیگر چیزوں کی طرح تیزاب ڈال کر دیکھنا  
 چاہتا تھا یا اپنی تجربہ گاہ میں نہایت تیز اوزاروں سے چیر بھاڑ کر اُس کی حقیقت کو معلوم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن  
 آلات علمیہ یعنی اندریوں کی دسترس سے باہر ہونے کی وجہ سے عقل یا دلیل کی رو سے حقیقت نہ جانی جا سکنے والی  
 تسلیم کیے بغیر اسے کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ چنانچہ وہ مندرجہ ذیل شاندار الفاظ میں جو اس کی دسترس سے باہر آتما یا  
 خدائے حقیقی کو تسلیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"There must exist some principles which being the basis of science cannot be established by science all reasoned out conclusions, whatever, must rest on some Postulate. There must be a place wherever we meet the region of the unknowable where intellect ought not to venture, cannot venture to go."

(ترجمہ) کوئی ایسی بنیاد (حقیقت) ضرور ہونی چاہیے جو سائنس کی پس پشت ہونے کے باوجود اُس کے



ذریعے پایہ ثبوت کو نہ پہنچ سکے بحث و تمحیض سے برآمدہ جملہ نتائج کا لازمی اور لازمی طور پر کسی مفروضہ سیماٹی -  
 آلات علمیہ کی دسترس سے باہر کی حقیقت پر انحصار ہونا چاہیے ضرور کوئی ایسا مقام ہونا چاہیے جہاں کہ ہم ناقابل  
 علم حقیقت کے طبقہ میں پہنچ جاتے ہیں نیز جہاں کہ ہم دفراسات کی رسائی نہ ہو، نہ ہونی چاہیے ۔  
 مشہور عالم جرمن روحانی فلاسفر کا نٹ (KEAT) نے تو ناقابل علم حقیقت (آتما) پر غور و خوض  
 کرنا ہی چھوڑ دیا۔ یہی نہیں بردار نیک آپتند کے نشی نے کمال بے خوفی اور یوں سیماٹی سے ہی کہا ہے کہ حقیقت  
 نہ ہی نام روپ گیان کی طرح علم کی گرفت میں آسکتی ہے اور نہ ہی بیان کی جاسکتی ہے جسے ریت سے تیل  
 نکلنا اور شراب سے پیاس کبھی ناممکنات سے ہے ایسے ہی برہم کو علم کی گرفت میں لانے کا خیال فضول ہے  
 اس آپتند میں ایک نہایت چھوٹا مگر بڑی مٹی مٹی سو تر مٹی مٹی چار دھند دیا گیا ہے جس کا صاف مطلب یہی  
 ہے کہ جو کچھ بیان ہوا ہے وہ آتما یا برہم نہیں ہے یعنی نام روپ سے پرے جو ہستی ہے وہی برہم ہے اور جس  
 سے پرے کچھ نہیں ۔

مہا پریش اور آپتند میں اس ذات مطلقہ کی نسبت یہی اشارہ دیتی ہیں کہ وہ بطور معلوم یا د رشتہ کے  
 جانی ہی نہیں جاسکتی بلکہ خود حقیقی چیز ہے خود سے جس سے اندر یہ انتہ کر ن روشنی حاصل کرتے ہیں جو خدا  
 ہمارے اندر ہے اور انتہ کر ن کا د رشتہ ہو سکتا ہے اس پر ذات برہم کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ مہا پریش اسے مہر  
 کرسی کی طرح نہیں جانتے بلکہ اسے آتم روپ سے پہچانتے ہیں وہ برہم کو اپنے سے علیحدہ ہی طاقتور ہستی  
 نہیں جانتے بلکہ اپنی ذات خاص آتما کو بھوکرتے ہیں اور اس کو بھوکرتے ہیں اس قسم کی کوئی ترپٹی (عالم علم معلوم)  
 نہیں کہ میں نے اپنے علم سے برہم کو جان لیا ہے ۔

تمہارا یہ کہنا کہ "میں برہم کو جانتا ہوں" یہ تو اس کی تحقیر کرنی ہے۔ اگر برہم ہمارے من کے احاطہ میں آگیا تو پھر  
 وہ برہم کیونکر ہو سکتا ہے وہ تو ایک نسبتی ہستی ہو جائے گا۔ وہ ہمارا اپنا آپ ہے۔ وہی توری حقیقی ذات ہے  
 وہ ہمارا روح کا متبرک جو ہر ہے ہمارے جملہ علم کا مرکز ہے وہ سدا انجانا رہتا ہے۔ اس رمز کو خوب اچھی طرح  
 سے ذہن نشین کر لو۔

اس تعلق میں آپتندوں کی سدا بہار پھلواری کے پھول سو نکھ کر تو دیکھو کہ ان سے کیا خوشبو آتی ہے  
 "وہ ذات احد ہے سب کا منتظم ہے ہر شے کا اندر دل آتما ہے وہی اپنی ذات کو بہت طرح کا بنانا  
 ہے جو لوگ اسے اپنی انتر آتما کر کے محسوس کرتے ہیں انہیں ہی جاوید شائقی ملتی ہے۔ اور کسی کو نہیں"  
 "جوانانی اشیا میں لافانی ہے جو چہنچوں کا چین ہے جو اس کثرت میں ہی ایک ہی ذات احد کو محسوس کرتا ہے  
 اور اس کو اپنی انتر آتما کر کے جانتا ہے اس کو دوامی شائقی ملتی ہے اور کسی کو نہیں"

بیرونی خدا کا خیال ایک بڑے سے بڑا دھوکا ہے اس کے تعلق میں ہی خوف و خطر ہے۔ اس کے تعلق  
 میں ہی جھکنا اور جھیلنا ہے جب تک تم کا رخا نہ قدرت کو چلانے والی اور اس کے پس پشت جو حقیقت ہے اس  
 کو اپنا آتما کر کے نہیں جانتے۔ تب تک خوف سے چھوٹنے کی کوئی سبیل نہیں جب تک ہم اگیان اندھکار میں  
 برہم اور جگت کو اپنے سے غیر جانتے ہیں تب تک زندگی کے معنی کمزوری، بڑبڑکی، لگاتار لڑائی مقابلہ  
 کے سوا کچھ نہیں ہوتے حقیقی اخلاق اور برج پریم کے معنی ہی نہیں جانتے۔ ہماری بیرونی نیکی، بھلائی کی تہ میں بیانی



خدا کا بچہ اور خوف ہونا ہے اس تعلق میں کامل موحد شری گرو نانک دیو یوں فرماتے ہیں :

”جب ان کچھ کرمانے بھیدا تبت تک دو کوہ ڈنڈ اکھیدا

جب اس نے بنے سمجھیدا بھید رنا ہی ہے پار برہما“

(ترجمہ) جب تک حضرت انسان نے کچھ بھید مانا تو اسے حقیقت سے اپنے آپ کو الگ فکدگ ہستی مانا ہے۔ تبت تک ہی اُسے دو کوہ سزا اور تکلیف ہے جب اُس کے دل سے جگہ وہمات دور ہو جاتے ہیں تب اُس کا پار برہم ذات سے بالکل کوئی فرق نہیں رہتا۔

عالم ظہور ات کا یہ ایک مسئلہ اصول ہے کہ کسی شے کا ظہور اُس کی ضد کے ذریعہ ہی ہوا کرتا ہے جیسے کبھی اندھیرے کا علم نہیں ہوا وہ کبھی روشنی کو جان نہیں سکتا کسی شے کو جاننے کے لئے اُس سے متضاد صفات رکھنے والی شے کا علم ہونا لازماًت سے ہے لیکن آتم جیوت یا آتما بذات خود منور ذات، اپنا غیر نہ رکھنے کی وجہ سے اپنی ضد ہی نہیں رکھتی۔ وہ نرپیش ستا (ہستی مطلقہ) ہے بدن وجہ جگت کی چیزوں کی طرح ہم پر ظاہر نہیں ہو سکتی گہری نیند جس حالت میں جسم اور من وغیرہ کا شعور تک باقی نہیں رہتا۔ جاگنے پر جب ہم یہ شہادت دیتے ہیں۔ ”آج ہم ایسی گہری نیند سوئے کہ کوئی خواب نہ دیکھا“ تو یہی شہادت صاف صاف بتلاتی ہے کہ وہاں گہری نیند میں ایک بذات خود منور روشنی موجود تھی جس کے تعلق میں ہی تجربہ بے خبری کی شہادت امکان رکھ سکتی ہے یعنی بے ہوشی کا تجربہ ایک باہوش ہستی کا قائل ہے اُس کا انکار بھی ایک توڑکی موجودگی سے یا معنی ہو سکتا ہے اگر کوئی عقل کا اندھا اپنے نہ ہونے کو ثابت کرتا ہے تو وہ بے خبری میں اپنے آپ کو ہی ثابت کر رہا ہے۔ کوئی شخص کہے کہ میرے منہ میں زبان نہیں تو میں نے کہا ”میرے منہ میں زبان نہیں ہے“ زبان کا قطعی ثبوت ہے۔ بقول مہا بھارت ہم اپنی فنا کا تصور یا خیال کریں تو اپنی فنا کے آپ ہی ناظر ہوں گے فنا کو تجربہ کرنے والی ہستی سے کہاں بھال کر جاویں گے جس طرح سورج کو نہ دیکھ کرنا مشکل ہے ایسے ہی بذات خود منور ہستی سے انکار کرنا مشکل ہے گو ظاہر طور پر دنیا کی چیزوں کی طرح علم میں نہ آنے کی وجہ سے وہ خود ہستی منفی معلوم ہوتی ہے مگر وہ سب سے بڑھ چڑھ کر روشن ہے کیونکہ گہری نیند سے اٹھ کر تجربہ بے خبری کی شہادت نورانی ذات شاہد کا ناقابل انکار ثبوت ہے جو لوگ (شورینہ دوی) محض ہستی کے قائل ہیں۔ انہوں نے حقیقت کو ہستی محض کیسے معلوم کر لیا مینی کو تجربہ کرنے والی ہستی سے کیونکہ انکار کر سکیں گے مینی سلطان کا تجربہ بھی ایک تجربہ کرنے والی ہستی کا ہی قائل ہے۔ ہر قسم کے تجربہ کرنے والی ہستی ہمارے اندر لگاتار جاگتی رہتی ہے۔ حبیب گورو دہانی میں آیا ہے —

گھوٹ گھوٹ اندر سد ہی جاگے

(شری گورو نانک دیو)

بقول شری سودامی دو بیکانند جی ہمارا خدا ہمارے اندر بیٹھا ہوا ہم کو بلارہا ہے کہ مجھے جانور اور عروس کرو مگر کیا عجب بات ہے کہ ہم اُسے کہیں بیٹا دل آدو بادلوں سے پرے بیٹھا ہوا ہمارے خون میں دو بان پیدا کرنے والا خیال کر رہے ہیں یا مندروں مسجدوں، چشمنوں میں اُس کی موجودگی خیال کرتے ہیں پیارے آتما جس کو تم جہان کے کونے کونے میں تلاش کر رہے ہو جس کے لئے تم ہندروں، مسیروں میں روتے پھرتے ہو وہ تم سے قریب سے قریب ہے کہیں بادلوں مندروں وغیرہ میں چھپا بیٹھا نہیں وہ تو تمہاری زندگی اور روح کا پس پشت اور روح رواں ہے اور تمہارے دل کے اندر ہیں میں۔ کسے روپ میں جگمگا رہا ہے۔



ہمارے خدا کے قائل بالکل نہیں جو انکی ذات سے جدا ہو، تم ہو اس لئے خدا ہے دیرونی کائنات کی ہستی کا ثبوت جو اس بیرونی یعنی گیان اندر یہ ہیں ایسے ہی ہر ایک عاقبت اور خدا کی ہستی کا خیال اندر دنی حواس یعنی اسنے کر کے ذریعے آتا

ہے) "تم ہو اس لئے سوچتے ہو" تم سوچتے ہو اس لئے تم ہو، تم نہ ہونے تو خدا اور شیطان کا ذکر کون کرنا اور ان کو عالم وجود میں کون لانا کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے جب تم گہری نیند میں چلے جاتے ہو تو کھیر غبار سے خدا اور شیطان کہاں چلے جاتے ہیں کس تار کی کے پردہ میں منہ ڈھک کر دیویش ہو جاتے ہیں تمہارے جاتے سے خدا کا تذکرہ جاگتا ہے تمہارے سو جانے سے وہ سو جاتا ہے، تمہاری آنکھ پہلے سو سوچ دیتا ہے۔ آنکھ نہ ہو تو سورج کیسا کیا تم اس قدر نہیں سمجھو کہ ان جگہ نظر دل کا دیکھنے والا ان تمام خیالات کا سوچنے والا اور ان تمام خدا اور شیطان کا تذکرہ کرنے والا آخر کون ہے؟ یہی تو اصلی خدا ہے جو کبھی معدوم نہیں ہوتا بغیر تبدیلی پذیر بنا ہوتا ہے اسی لئے شائستہ کا داد مہاں پرش اسے "نت جاگرت جیوتی" کہتے ہیں۔ ایسا تم بطور خود سوچو میں چھوٹا ہوں بغیر دل یا کرد بات کہہ رہا ہوں یا وہ صحیح دلیل اور طاقت ور ہے۔ کبیر نہیں ہے

جیوتی تل باہیں تیل پہیوں چمکے ہیں آگ  
جا کا رن جاگٹھوڑا سو تو گھٹ ہی باہر  
باوک روپی رام ہے گھٹ گھٹ رہا سگ  
جیوتی لکڑی ڈھاک کی کیسی ہے یہ دیہ  
تیرا پریم تجھ میں جاگ سکے تو جاگ  
پردہ دیا بھرم کا تانے سوچھے ناہیں  
حت چمک لائے نہیں نائے بھگت چائے  
و انہیں آگ رہی جیسی باہیں پرش لیکھ

شری گوردانگ دیو جی بھی اس تعلق میں فرماتے ہیں :-

دیو۔ دین دیال کر پال سکھ سا گر سرب گھٹا بھر لودی ہے  
مختصر یہ کہ خدا میں کئی قسم کی روشنیاں ہیں اور وہ اپنے مرتبہ پر کار بند بھی ہیں۔ لیکن خواہ وہ ایک چمک لودی ہو خواہ کروڑوں سورج ہوں مگر ہیں وہ سب جو جیوتیاں جو محض جڑ چمکت ہیں ہی مقید ہیں حقیقت کی دنیا میں ان کی کوئی قدر و منزلت نہیں۔ بیرونی روشنیاں (چاند اور سورج، آگ، بجلی وغیرہ) جڑ ہیں اور اپنی موجودیت کے لفظ نگاہ سے نظر کی محتاج ہیں۔ مگر آنکھ کی روشنی من ہے کیونکہ اس کے تعلق میں ہی آنکھ دیکھ سکتی ہے من نہیں اور جو تو آنکھ کے کھلے رہنے پر وہ دیکھ نہیں سکتی مگر من بھی بذاتِ خود کافی نہیں

اندر دنی روشنی (چینٹیا یا شعور) کی امداد ملے تو باہر کی اشیاء اور روشنی کا گیان نہیں ہو سکتا۔ چھپر کیا جانے کہ سورج چاند روشن ہیں مگر چینٹیا یا شعور (CONSCIOUSNESS) سے بالاتر ایک غیر شخصی روشنی (پریم جیوتی) بیرونی روشنی اور من کو بھی روشنی ہے۔ جو ہر قسم کے دکاؤں سے رہمت ہے جو شے کی روشنی ہے یہی وہ خدا ہے جو شخصی دیکھنے اور جاننے کو بھی جانتا ہے اس غیر شخصی طور پر جاننے والی روشنی کی بدولت ہی انسان دوسروں سے مقابلے میں اپنی ذہنی، جذباتی اور حیوانی شمولوں، کمزوریوں کو جاننے کے قابل ہوتا ہے۔ اور اس کے ذریعے حیوان سے انسان اور انسان سے دیوتا جاننے کے قابل ہوتا ہے یہ غیر شخصی پرکاش بذاتِ خود سور اور مہمت ہے یہ من ہوش - (CONSCIOUSNESS) کی مانند کوئی تغیر پذیر شے نہیں بلکہ نیت اور بھوجیوتی ہے وہ نہ صرف



جگت جسم اندریہ اور انتہ کر ن کو ہی روشن کرتی ہے بلکہ نیتی، اندھیرے اور بیہوشی میں بھی لگا کر برقرار رہ کر انکی بھی خبر دیتی ہے۔ عالم علم معلوم کی تربیتی سے اور اکھنڈ گیان (گیان سروپ) یا نورِ مطلق (PURE AWARENESS) ہے اس سے پرے کچھ نہیں۔ چونکہ جہالت اور گیان کی وجہ سے بڑھے اور ان پڑھے لوگ ایسی روشنیوں کے نیچے دیوانہ وار دوڑ رہے ہیں۔ اور ان پر لٹو ہو رہے ہیں جو بالکل جڑ اور پرکاش میں سوئم پرکاش نہیں۔ ایسی روشنیوں اور چمکوں پر طبعیتیاں چنیدہ جیندگی کے سامنے صفر محض ہیں۔ اور حتیٰ جھمک یا کر اپنے آپکو کر تیر کر تیرہ سمجھتے ہیں اور اپنے ہی آخر کار انہیں آتم جیوتی یا سوئم پرکاش ذات کے درشن حاصل ہو گئے ہیں۔ وہ درحقیقت مختلف اقسام کے ایجنسیوں کے زور سے طرح طرح کے درشید (ظاہرے) پیدا کر کے ان میں پھنسے رہتے ہیں۔ ان کو روشنی اور گیان دیتے اور گیان اندھیرے سے باہر لے جانے کے لئے یہ سب کچھ کہا گیا ہے۔

دنیوی گیان میں تربیتی (عالم علم معلوم) باطنی جاتی ہے لیکن ذات برہم سوئم جیوتی مشورہ پونے کے کارن سب کو (دنیوی اشیاء) اپنے آپ کے طور پر جانتا ہے۔ یعنی سوئم پرکاش اور سوئم مدھ ہے۔ اور بتی گیان کا بٹہ نہیں اُس کے جاننے میں گیانا اور گیہ کا مطلق دخل نہیں لیکن اس شامی راڈ کو محض شہدہ جی جی جان سکتی ہے جیسا کہ ایک باکمال مہاتما کہتے ہیں کہ "متی نہ لکھے۔ جیہی متی لکھے"

یعنی اُس کو عقل نہیں جان سکتی مگر کچھ بھی عقل کی ہی مدد سے اُس کا انوکھو ہوتا ہے یا یوں کہ بغیر انک یا شدہ پھی کے اس کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ شدہ بھی اتما ذات کے نہایت نزدیک ہے۔ اس لئے اُس کی وساطت سے اتما کا انوکھو ہوتا ہے جس کو اتما کا انوکھو ہو جاتا ہے اور اُس میں مقیم ہو جاتا ہے پھر اس کو خدا کے سلسلہ میں ذہنی تصورات و قیاسات وغیرہ سے ہمیشہ کے لئے غلطی ہو جاتی ہے۔ اور اتما کا براہ راست انوکھو ہو جانے کے کارن خدا یا الیو یا اتما پر ایمان لانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی چونکہ اتما کا زمانہ نیتہ و تکل ابلی آپ (ETERNAL NOW) ہے اس لئے انوکھو پرش کے لئے ماضی یا مستقبل اپنے معنی لکھو پھیچا ہے یعنی جو اپنے آپ میں جاگ اٹھا ہے وہ دائم حال میں سداسرور رہتا ہے اس کے لئے آگے چھپنے کے سوا کچھ حقیقت نہیں رکھتے اور وہ جملہ قوانین حلاول، کرواں اور سر جنوں سے پرے گذر جاتا ہے۔ ابدیت میں جینے کی وجہ سے یہ ساری اشیاء واقعت رکھتی ہوئیں بھی اس کے لئے کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ کیونکہ ابدیت میں ماضی اور مستقبل باہم ایک ہو جاتے ہیں اور جہاں خود خیال ہی ختم ہو جاتا ہے، اسی لمحہ ابدیت یا برہم جیوتی سے جگہ جگت اور برہم سب کا ظہور ہوتا ہے۔ اس سے الگ ہماری کہنتی ناممکن محض ہے ہم جلتے پھرتے ہیں اُس میں اسوجنے سمجھتے ہیں تو اُس میں، سانس لیتے ہیں تو اس میں طرہیکہ کوئی شے کوئی ہستی، کوئی وقت کوئی جگہ اُس سے خالی نہیں جہاں وہ نہ ہو وہ زندگی کی زندگی اور ہوش کی ہوش ہے۔ یہی برہم دھام ہے یہی آندہ دھام ہے یہی سروان بدھ ہے۔ یہی بذات خود اور عین وجود ہے جہاں بیرونی و سوری، جائیداد، سناد، بجلی آگ وغیرہ) اور اندرونی (حواس، عقل، فکر اور تخیل) روشنیوں کا دخل نہیں کیونکہ دونوں اقسام کا روشنیایں عکسی ہیں۔ عکس کو کیونکہ روشن کر سکتی ہیں۔ وہ خود عکس سے روشن ہوتی ہیں۔ وہ بذات خود مشورہ سوتہ مدھ) ہے اپنے آپ کو اند اپنے سے ظاہر ہونے والے ظہورات کو جاننا اور روشن کرنا اُس کا ذاتی سچا ڈ ہے یہی ہمارا اصل گھر ہے ہمارا ہی نہیں کل کائنات کا گھر ہے اس میں قیام کے بغیر حقیقی تسکین نہ



مل نہیں سکتی۔ اس میں قیام کے بغیر کال چکر سے رہائی ناممکن محض ہے اس گھر کو بھگو ان کرشن چندر پریم دھام کا نام دیتے ہیں۔

روشن جس کو کرے نہ مہر تاباں روشن نہ کرے آگ نہ ماہ رخاں  
جاگر جہاں باز گشت ممکن ہی نہیں ارجن میرا مقام عالی ہے وہاں

”نہ وہاں سورج روشن ہے نہ چاند نہ ستارے نہ وہاں بجلیاں چمکتی ہیں۔ اور وہاں آگ کا تو کیا کہنا۔ اس کے روشن ہونے پر یہ سب کچھ روشن ہے۔ اس کی روشنی سے یہ سب کچھ روشن ہے۔ (آئینہ)  
اے رشیوں مینوں کی پاک تعلیم و جذبات کے وارث! عجز و تیار کی تعلیم کو چھوڑ دو، ہم ہمیشہ مدد کے لئے بیرونی ہستی کے خواہاں رہے ہیں۔ مگر یہ بھی نہیں ملی اس مدد کی امید میں زندگیوں کی زندگیاں گزر جاتی ہیں ان سب احمید مدد کو چھوڑ دو سب کچھ تمہارے پاس ہے ساری قوتوں کا خزانہ تمہارے پس پشت ہے وہاں سے جو چاہو نکال لو اپنی ذات اتنا پر مکمل بھروسہ رکھو تم طاقت اور عظمت سے مالا مال ہو جاؤ گے بھٹے اور خوف سے بچاتے بچتے والی تعلیم کے راز سر لبتہ کو جاؤ اور اسے عمل میں لاؤ تاکہ تمہارے روم روم میں بس جائے تمہارے رگ دریش میں دوڑ جائے، تمہاری ذات کا حصہ ہو جائے، تمہاری میراث بن جائے۔ کاش اب بھی لوگ سچی روحانیت کو سمجھیں اور مہمات سے نکلیں اپنے اندر آتم روپ میں اور اپنے سے باہر حگت روپ میں سچے الیشور کا روشن کر بن یعنی اپنے اندر آتما کی سچا سمجھتی اور حیوانی کا اٹھو کریں اور باہر آتم دھبھوتی کے سوا کچھ اور نظر نہ آئے کیونکہ وہی باطنی حقیقت ہے اور وہی بیرونی ظہور۔ یعنی اندر باہر اسی کا روشن ہو

دُنیا مفلس ہے غریب ہے کھلنے کو روٹی اور تن کو کپڑا نہیں سب دکھی ہیں لوگ کتنوں کی موت مر رہی ہے یہ کیوں ہے؟ ہم ہی اس کے جوابدہ ہیں۔ ہم ہی اپنے کمزور خیالات کے ماتھے مچھتے ہیں اس میں کسی کا قصور نہیں جو کچھ ہم پر اچھا بُرا دار ہو تا ہے وہ ہمارے اپنے ہی خیال کا نتیجہ ہے جو آئینہ ہو گا وہ بھی اپنے ہی خیال کا اثر ہو گا۔ اس لئے ہر دم اپنے آپ کو نیک حرام، گندگار، ناکارہ، غیبی، بے یار و مددگار کے رہنا ایک نہایت مکررہ عادت ہے ایسے ہی ماننے لگنا، مسجد کے کرنا۔ دہلیزوں کو بوسے دینا بھجھوت لگانا اپنی حقیقی ہستی کی توہین ہے۔ ہر قسم کے دکھ، شکھ کی بیخ و بنیا د تمہارا خیال ہے خیال کا مقام من ہے جیسا کسی کا خیال ہوتا ہے ویسا ہی وہ زبان سے بات اور ہاتھ سے عمل کرتا ہے خدا نے حقیقی یا انتر آتما نہ تو کسی کی مدد کرتا ہے اور نہ ہی کسی کا راستہ مسرور کرتا ہے جس کسی کا جیسا ارادہ بخت ہوتا ہے۔ ایسا وہ لازمی طور پر شدنی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ دُنیا میں ارادہ کا قانون ہر ایک کے لئے یکساں ہے۔ کمزوری کے خیالات سوچ سوچ کر ہر وقت چہرے کو مایوس بناتے رکھتا ہر وقت شکایتوں اور گلوں کا زہر اگلنے رہتا اور ہر وقت خود ہی میں مبتلا رہتا ہماری ایک دائمی عادت بلکہ فطرت ثانیہ بن جاتی ہے اور ہم روحانی بینائی سے اس قدر محروم ہو جاتے ہیں کہ جن بھوت، دوزخ، بہشت، تنگ و تنار ایک لگیاں جوہرین اور پریاں حقیقی دکھائی پڑتی ہیں ہم میں بچوں کی سی توقعات، بچوں کے سے بڑے سہم اور بچوں کے سے توہمات پائے جاتے ہیں۔ توہمات کی لامٹی کی مدد کے بغیر ہم ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔



کراتوں اور معجزوں میں اعتقاد ہونے کے باعث ہمیں مقدر سے سے فاصلے پر بھی عجیب و غریب ساٹے نظر آتے ہیں۔ جس شخص کو اپنی اصلیت اپنے خیال، اپنے دل، اپنے ارادہ، اپنے سنکلیپ پر پورا پورا دشواری نہیں وہ دائم کمزور، بیمار اور زردھن بنا رہتا ہے اور دنیا اس کو اپنے پاؤں کا فٹ بال بنا دے گی۔ ایسے ان جانوروں کی طرح کھوٹے سے بندھتے ہیں اور کمزوری کا گھاس کھا کھا کر جنگالی کیا کرتے ہیں۔ اور ذرہ ذرہ باتوں میں ڈر کے مارے پیشاب کرتے ہیں یہ کیا انسان ہیں؟ ان میں عقل ہے نہ تیز ہے۔ نہ سمجھ ہے نہ بوجھ ہے یہ جانور ہیں اور دنیا نے انکی حیثیت سمجھ کر انکو کھوٹے سے باندھ رکھا ہے اور سامنے چارہ ڈال دیا کرتی ہے۔ جو نکو ایسے کمزور دل اور کمزور فکر انسان کے ڈر کے مارے جو بے بل میں گھسے ہیں۔ ایک دن ان کو پکلی کھا جائے گی۔ کیونکہ جو رابی کی خوراک بنایا گیا ہے۔ اگر تم انسان بننا چاہتے ہو تو دلیر بنو، بہادر بنو، کمزوری کے خیالات کی غذا کھانی چھوڑ دو۔ سنو دنیا کا بد دوست روحانی معلم مہاتما بدھ ڈھائی ہزار سال بٹھے باوا زبند اعلان کر گیا ہے۔ "تم جو چاہتے ہو وہی بن جاتے ہو" اور اسی اصول کا اعادہ پریم سنت کبیر کے کلام میں یاتے ہیں۔ "من کی جیسے او بیج نیسی ہی ہو جائے" یہ قانون قدرت ہے یہ سرشتی کا اصل نیم ہے۔ یہی سلسلہ میں مشہور انگریزی محاورہ ہے۔

"Sow a thought reap an action, sow an action, reap a habit,

Sow a habit, reap a character, sow a character, reap a destiny."

(خیالات ہمارے اعمال کا بیج ہیں۔ اعمال سے عادات بنتی ہیں۔ عادات سے کیریکٹر یا چال چلن اور چال چلن سے قسمت بنتی ہے۔)

کاش اگر اب بھی ایسے لوگ پیدا ہو جائیں جو آتما کے روحانی نعموں کو حقانی داگ میں گاتے ہوئے کمزور انسانوں کو آتما کی آیار شکتی کی خوشخبری سنادیں کاش ایسے لوگ بھی پیدا ہوں جو ہم سے اکثر کہیں۔ "تمہارے پس پشت برکت اور طاقت کا لامحدود مہمند نہیں مار رہا ہے۔ رات دن کہا کرو کہ ہم آتما ہیں۔ رات دن سنا کرو کہ ہم آتما ہیں یہاں تک کہ یہ خیال تمہارے دگ رنگ اور دلیر دلیر میں سرایت کر جائے۔ خون کی ہر بوند میں آتما کی صورت ہو۔ گوشت اور ہڈی کے اندر بھی وہی آتما متحرک نظر آئے تمام جسم کے پیرزوں کو آتما کے ایک آئینہ میں سے بھر دو کہ آتما جتنا امانت، منت شدہ، مکت اور برب شکستہ ہے۔ رات دن اس پر غور کرو تا کہ وہ تمہاری زندگی کا جزو اعظم بن جائے۔ اس آتما پر برابر و چار کرتے رہو کہ وہی تمہارے کام میں اثر پیدا کرے جو میں میں رہتا ہے وہی زبان سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہی کی طاقت سے ہاتھ بھی کام کرتا ہے آتما کے اس خیال سے تمہارا کام بٹا دینے کا اور تمہارا کام پاک ہو گا اور تمہارے کام کی صورت و شکل بدل ہوئی نظر آئے گی خیال میں برقی طاقت ہے۔ اس خیال کو اپنی زندگی میں منقرب ہونے دو۔ مثلاً ارادہ طاقت ورنہ کے تصور کو دل میں جگ دو تم میں ان فی سچائی۔ ہمدلی اور شرافت عود کر آئے گی اپنے آپ کو کبھی کمزور خیال نہ کرو تم بھاری اور ساری شکستوں کے بھندار ثابت ہو کر رہو گے تمہارا جیون علی جیون ہو۔ تم اپنے آپ کو عمل کے سانچے میں ڈھالتے چلے چلو سدا لکھی رہو گے۔ (مہرشی شیو)



# امرندیش

(بطور زچہ جی صاحب)  
از۔ کوی لوک ناتھ جی دل

سرود کو کثیر مشہور شریو شری پشام سندرجی مہاراج نے مہا بھارت کے سمرانگن میں کنتی تیزو جن کو لکش کر کے اکھل و شلو کے پرانی نام کو جو یہ تہذیب ایشیہ دیا ہے اسی کے سار بھاد کو کوتیا کے نام میں پڑو کر میں نے نام رکھا ہے امرندیش۔ اسے پڑھ کر اکتھو اسٹنک بیدی ایک مانو کو بھی کچھ لاکھ پاپت ہوا تو میں سمجھوں گا کہ میری یہ آج سے لگ بھگ ۲۰ برس پہلے کی رچنا آج سچیل ہو گئی۔ دل

چوٹ سے جیوں وینکے تار۔ گر طوط بھوکھ کھپ میں جس پر کار  
بولا ہو کر لیتی ادھیسہ۔ مینے دھن میرے بدو ویر  
کون میں مکش بنانے بولگے۔ کون میں مارگر اسنے بولگے  
کچھ میں یہ جھٹکانے بولگے۔ کچھ میں تھٹکانے بولگے  
کل تک جن سے کی شکا۔ کل تک جن کا مان کیا  
کیسے ان کو لاکھاؤں۔ کیسے ان کو اب ہاؤں  
ان پریدی کروں پرہار۔ ہو محمد یہ کوئی دھکار  
رکت میں لٹھیا ہو جو راج۔ اس کو تیاگ کے ہے مہاراج  
اتھ ہے بن گن کرؤں۔ کت یوں سے او دھروں  
شخص ہوئے مہاتے ہیں انک۔ جیوں کی کھو گئی ترنگ  
کرنے دو مجھ کو بھشام۔ اب سو بیکار کر دو پرنام  
کہوئی ہنک یا بل میں۔ بچ دھار کے یوں او دھین  
مجھ پر کر یا کر دھو ان۔ تو سنھا تو دھنشا اور بان  
چکت ہوئے شریو شری کیش۔ بول اٹھ ہے اگڑا کیش  
کیوں تو اتنا ہوا تراش۔ کہاں گیا مکھ کا پرکاش  
کسل بدن ہے کسلا یا۔ ششی گن میں ہے کیا  
کہاں گئی وہ چنپلت۔ کہاں گیا گوروں کا  
دھرم ورم دے کیوں ہار۔ سانس کر کچھ سوچ دھپار  
دول ڈپانڈو کل ابھان۔ سن میرا دانشی گان  
اتھ ہے اک گیت بکھا۔ تن ہے بانس کی بانسریا

نودھ و اج لے پرشن کیا۔ رن بھومی کی کہو دشا  
لے سجنے بھٹی مان۔ راجن جینے کر کے دھیان  
مہو ویر بانگے بلوان۔ دھارے کھنڈ کھر گپان  
لے برجھا بھالا تلوار۔ ڈٹے ہیں استر شتر دھار  
پار تھی کو رو دل کا۔ وادا گورو بھیشم بودھا  
نڈو سینا کا سنگھار۔ کنتی مندن بندو نگار  
مخے شنگھ بچ گھڑ پال۔ یار تھ دھڑا بھت مندال  
لے نصر رنگن کے تیر۔ اک گھنشا ماک گور شرپ  
لیک اگر اور اک چندن۔ اک کشتوری اک کندن  
ہوا دھنجنے بیر مہان۔ بچ بھو وند گنج سونڈھان  
کے ویروں کا سنگار۔ تن پر کیسری بانان دھار  
سندھ مکٹ کوچ کندن۔ مکھ بھجوی اور اجول  
بن کا مدھہ نینوں میں۔ ویک یوں کا انگوں میں  
بوم جھگت و تل بھگوان۔ نیے میں یاد دھ کے تھوان  
نبس لکھ پر گھٹ سمان۔ مکھ اجول رو دی چھاسا  
ندن تک ششوبھت بھال۔ ساجے آریہ جنتی مال  
ہر مدھار دھروں پر بان۔ مند مند مکھ پر مسکان  
یوں تپوں پروا بوشیت۔ جیوں وینال پر مدھ سنگیت  
یوں ساگر تھ چنڈر کلا۔ پروت شنگھ پر یوں اوٹنا  
کے شتر و دل کا دھیان۔ کاف لٹھیا یا دھ بلوان



آتما ہے اک امر سدھا - تن ہے مٹی کا مٹکا  
 آتما امر سنگدھ سدا - تن ہے پتھر لپٹ ہرا  
 آتما روپ ہے جیوتی کا - تن دھاتو کا ایک دیا  
 تن کو بھسم کرے جولا - آتما جگ میں امر سدا  
 تن کو کاٹے کھڑک کی دھار - آتما پڑ پڑے پر ہار  
 تن کو چھیدیں تیکھے بان - آتما اترت کی ہے کھان  
 تن کا غم ہے جگ میں کھٹے - آتما اتر اور تر کھٹے  
 آتما گن سنا تن پریت - مر تو ہے مر ت ہو کھیت  
 جیسے کچ آتا رہیں شیش - آتما ایسے بدلے دیش  
 جیسے بدلیں نیا مکان - ایسے پر چولا بھی جان  
 جیسے بال کا بالک پن - ہاں کے دھڑ سے بھر تھن  
 اک کو برتے اکت کر - دوسرا ہی لے ایت کر  
 ایسے جیون اور مر - کیوں چننا میں دھلے من  
 جیسا جو مر جائے گا - کھلا ہے جو کھلا ٹیگا  
 ناشوان ہے سدا اثر میر - تو کیوں مودہ دش ہو ادھیر  
 تن کا باس سدا شمشان - آتما اجا سر تو جان  
 تن کے مودہ کا برتے ڈھیان - اپنے کو تو آتما مان  
 شور ویرتا کی رکھ لاج - سودگ برایت کر اٹھو لاج  
 اسی میں ہے نیرا کلیان - سی یکے جی ہی ہو بردان  
 کرم کھتیر میں کرم گنا - لوگ پر لوگ میں کیری یا  
 دیکھ کے شتر و دل کی اٹل - رخ گاندیو کو دے مسکور  
 اٹھ شتر و دل پر چھپا جا - جیون نار دل پر رکھو رکھٹا  
 گو سپین گیت کا گیان - کرج میں تم سے کر دل بھان  
 روی کو تھا جو سجھایا - روی سے منوئے سجھایا  
 میرے روپ انوب کو جان - بھکو کیوں پرش زمان  
 ستر و کلا سمپورن ہوں - نرن میں نار این ہوں  
 پورس روپ پرش تو تم ہوں - نرن میں نار این ہوں  
 میں ہی مودہ ناگر ہوں - میں ہی رشو تھا گر ہوں  
 میں ہی گو گل نندن ہوں - میں ہی تر بھون ورن ہوں  
 میں ہی جگ کا گناہ ہوں - میں ہی جگ کا گناہ ہوں

جگ میں سسے سسے انکول - لپٹوں کو جب چھیدیں  
 دین کریں لوب ہا ہا کار - سادھوؤں پر موانیاچار  
 پاپ کی بھڑک اٹھے جولا - ہو ویران دہرم شالا  
 سسے کھے ستیہ کی بھلواری - چلے پاپ کی اندھیاری  
 سسوں کے ہوں میں بھل - اور سنیت ہوں بھٹکل  
 اپا میں پاپی منتاپ - پنیہ کی جڑ کو کاٹے پاپ  
 جب آت جگ کریں بیکار - تب میں لیتا ہوں اذکار  
 دشتوں کا کھٹے کرنے کو - بھگتوں کی جے کرنے کو  
 اب بھی پاپ بوانے کو - دہرم دھو جا بیرانے کو  
 آپا ہوں میں نرن دھار - کرنے پاپیوں کا سنگھار  
 تو کیوں گاندیو سنجال - ان کے سر پر کھڑے کال  
 تو ہے یو دھانگھ سمان - ان سب کو گیدڑ دل جان  
 کرم کھتیر ہے پر سنار - چلے نہ کرم پنا ہو بار  
 کرم کرے نہ میٹھ پدی - ہونے کوئی کتا ہری  
 کرم کریں نہ روی ششی - بھلوں میں رتی نہ ہوندا  
 کرم پر دھان بیج سنار - یوگیوں کا بھی کرم ادھار  
 ہاں جو کرم کرے شکام - بھینٹ میری کرے پر نام  
 اس مانو کے اتم بھاگ - اس کا تیاگ ہے اتم تیاگ  
 کرم کے بھل کی رکھ نہ اس - یہی ہے اتم سنیاں  
 جیون میں یہ کر ابھیاں - مجھے جان بھرا ہے باں  
 کر سب مودہ اور دل تیاگ - کر کے کرم بھل تیاگ  
 پدھ میں جیت ہے یا بار - اس سے بھکو کیا سروکار  
 تو دھری پر پیر لگا - بھل اس کا کیا ہوگا  
 اس کی من میں مت کر سچ - تیاگ ہی من کا سنگھار  
 پھر مسکاٹے اور بولے - کچھ ہر شائے اور بولے  
 جانتا ہوں کتنی نندن - وائر سا یہ خچل من  
 بولن سے بھڑک اٹھی چال - بھٹک اس کی سرل اچھل  
 پھیلے تو ناپے تر بھون - سسے تو اک رنج کا گن  
 نوکھ کے جون لپٹوں کا - بن جاتا ہے بھڑ سر سدا  
 سدھا بھرا سندھ گیت - ہے پار تھا ہے چپک گیت



من میں گیان کی جوت جگا - دھیان لوگ سے جھگو پا  
 کرم لوگ سے جھوٹک آ - بھگتی لوگ سے جھوٹک جھا  
 کر تو میرا منیتہ بھجن - کھٹا کیرتن اور سمرن  
 ان سے بندھ جائے کامن - یہ ہے گو پیہ درن !  
 من میں میری مورتی دھار - کر سنار کے سب دھار  
 جگ میں رہ جگ کامت بن - تیاگ ہے وہ کے سب بندھن  
 جیے ناڈ رہے منجھ دھار - جل کو کرے نہیں سو بیکار  
 جیے جل میں رہے کسل - کٹھن جھوٹا نہیں ہے جل  
 جیے مرغابی کے پر - جل میں بھیک کے ہوتے  
 جیے سہے جنگ آدمی - متھیا جگ میں سنیہ آدمی  
 جنہوں نے جیت لیا رنج من - کر کے شر دن اور چنن  
 اٹکو مان اپان سمان - اٹکو دکت لہریاں سمان  
 اٹکو لٹپ اور شوکل سمان - اٹکو سورن اور دھول سمان  
 جو جائے جس جیو کو گیان - کرم اکرم میں اُسے سمان  
 تو بھی ایسے پنکو کمار - من پر رکھا اپنا ادھیکار  
 جیے کھوٹے کما اکار - دش کر لے اچھا اوسار  
 جیت کو میری اور لگا - جگ کے کام بھی کرنا جھا  
 منہ میں میری پریت بسا - تن سے جگ کی پریت جھا  
 من سن مدھر منوہر گان - کر کر مدھوا مرتدس پان  
 جیت رہا یاد تھ بلوان نو - سر جو تھ پریشلا سمان  
 بول اٹھتے تھ کر دنا کار - کر کے دکھیا پر اٹکار  
 میری اچھا کے اوسار - ات تہی پالن اور سنگھار  
 رہا جوں سب میں اس پرکار - جیوں تھی مالا میں تار  
 جیوں پاشان میں آگ کا باس - جیوں تپڑ میں رہے باس  
 جیوں گورس میں ہے نویت - جیوں دیناں میں ہے سنگیت  
 ایسے سب سنار میں سار - اور مجھ میں سارا سنار  
 اندر لوں میں من جو ہے جان - سدھ پوریشوں میں کس جان  
 نادر ہوں بہرہ رشیوں میں - واس میں ہوں مندوں میں  
 اتم اوم ہوں اکھشروں میں - گائتری ہوں جھنڈوں میں  
 کنگا ندی ہوں ندیوں میں - پر تو بھنت ہوں دھوٹوں میں

راجہ اندر ہوں دھوٹوں میں - گد راج ہوں بکشیوں میں  
 کام دھند ہوں گندوں میں - پیل درکش ہوں وکشیوں میں  
 میں ہی کرتا دھرتا ہوں - میں ہی ہرتا جھرتا ہوں !  
 مجھ پر کر پورن و داس - سب پودھا ہیں کال کا گراس  
 ساد دھان ہو ہے ارجن - روپ دراک کے کر دشن  
 چھایا یاد تھ کے من بھگے - نرکھ کوئی ندی جیو تر مے  
 بدھت جگ مگ جگ مگ - بھو منڈل جگ مگ جگ مگ  
 پر بت سمدیہی و کراں - بھال جیو ہی نین و شال  
 کوئی بھو داں میں شستر - پر سے بھالے اور چپ کر  
 کوئی کھٹے کھٹے کھٹ سمان - جن میں انھی پر چپ مہمان  
 یو دھاؤں کی آہوتی - کٹھنی ست نے جب رکھی  
 بولا بھرم ہٹے سب ناش - من کے بھیرتہا پر کاش  
 آپ کی رانی موع موہن - لائی تن میں نو جیوں  
 لوپ ہوا بھیم اگیان - جاگ اٹھا ہے اتم گیان  
 دھندہ دھندہ بدھش کمار - جے دھو سو دن کرشن مراد  
 ہے جگ نشور ہو پر نام - ہے دیو شیور ہو پر نام  
 ہے یو کشور ہو پر نام - ہے پریشور ہو پر نام  
 تر بھون ناگ ہو پر نام - جن شھوٹیک ہو پر نام  
 منی من بن ہو پر نام - بھو بھو بھو ہو پر نام  
 انتریاہی ہو پر نام - گھٹ گھٹ گامی ہو پر نام  
 کر دنا سندھو ہو پر نام - دینا بندھو ہو پر نام  
 گر بھ پر ہادی ہو پر نام - جن ہنکاری ہو پر نام  
 اتم کندن ہو پر نام - بدھ کن چینن ہو پر نام  
 کر دنا گرو ہو پر نام - وشو اچ گرو ہو پر نام  
 دیکھ دین - ہو گئے دیال - دیا سندھو میں الی اچھال  
 گورج اٹھتے پھرا دھر سال - بول اٹھتے گرو دھر گد پال  
 سب دم ہوں کو بر کر گ - میری شرن کو جھنر بٹا  
 کٹھ سے لوں گا نہیں لگا - ہے! ارجن اسے ابریدکھا  
 جو جن میری شدن میں آئے - بھو بھو سب اسکاٹ جے  
 جوشدن میرے گن گائے - وہ بھو کو ہو بیسے بھائے



مچھک اٹھا گنتی کالال - کر کے دلو آنکھیں لال  
 گور و پرن میں سیس جھکا - بچ گاندہ لو کو لیا اٹھا  
 بکھرے بان لئے بنگھال - فوت باج اٹھو انت کال  
 دیوت کا من سنگیت - گور و سجھا ہٹل بکھیت  
 پاندوں کے من ہوئے اٹھے - بے کرشی چندر کی جے  
 شجے لولا ہے اہاراج - مہر راج کا ہو گا راج  
 ایسا جھکو ٹو ا پر تیت - نر نارائن کی ہے جیت  
 بچے جے بھگتوں کے بھگوان  
 بچے جے بھگتوں کے بھگوان

اُس کی رہے مجھے جیتا - اُس کی کروں سوئم کھٹا  
 اُس کا آپ اٹھاؤں بھار - اُس پر دوں سکھ سنجی دار  
 کرکھوں میں لے پتوار - اُس کی نت کروں پار  
 کرمم آگیا کا پالن - سپھل بنا لے بچ جیون  
 دھیان سے سن امرت گیتا - سب بچ کرمم شرن میں  
 اٹھا اپنا گاندہ لو اٹھا - اپنا کھٹا نرد مہر مہا  
 باقی سب کچھ مجھ پہ چھوڑ - ورنک استیا کا اٹھ کر توڑ  
 کارن بن کر مال کر نیش - مون ہوئے جیہ پری کش  
 گرج اٹھا تب گد کش - سن کر دھڑا مر سندیش

# بھگت سورداس کی فریاد کرشن کنہیا کے دربار میں شری فتح چند نسیم

کنہیا میں از تیں گنگا رہوں  
 میں پالوں میں دن رات اٹھا رہا  
 تیری بارگہ میں نگوں سا رہوں  
 نہیں آنکھ اٹھتی تیرے رو برو  
 کنہیا میں از بس گنگا رہوں  
 زبوں بختی خود سے ناچار ہوں  
 تیری بندگی ہو ہمیشہ سوز  
 عقیدت تیری دل میں سستی ہے  
 کنہیا میں از بس گنگا رہوں  
 میں باطل کے ہاتھوں دل اٹھا رہوں  
 رہے میری آنکھوں میں تو ہی سا  
 میرے من کے مندر کے لے دیوتا  
 نہ تحسین دولت کا بھوکا ہوں میں  
 میں ان جھوٹی باتوں سے بیزار ہوں  
 کنہیا میں از بس گنگا رہوں  
 دیوانی و رشی کا حقدار ہوں



# خطوط گنجینہ معرفت

از حکیم بودھراج جی کرمال

راقم نے اپنے کلام کا مجموعہ کتاب "کلام مضطر" شریمان حکیم بودھراج صاحب کی پوترسیوا میں بطور تحفہ بھیجی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے حکیم صاحب کے دل پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے روحانی خطوط کا ایک ایسا سلسلہ جاری کر دیا کہ جسے روحانی دنیا سے تعلق رکھنے والا انسان پسند کرے گا۔ خطوط کیا ہیں۔ گویا گستاخانہ روحانیت کے سد ابھار پھول ہیں کہ جن کی خوشبو اور رنگینی سے دل و دماغ کو طاقت حاصل ہوتی ہے۔ اور انسان اپنے آپ کو بجز نور و سرور میں تیرتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ ان خطوط میں پہلا خط "کلام مضطر" کے متعلق ہے۔ اور باقی کے تمام خطوط بلند پایہ روحانی خیالات کا بے نظیر مجموعہ ہیں۔ لیجئے آپ بھی ملاحظہ فرما کر سرور و سرمدی حاصل کیجئے۔

مضطر

پہلا خط۔ جو "کلام مضطر" کے متعلق ہے۔ میرے مضطر جی سے

دشائیں شاہاں رہود و دان کے سایہ تلے ہر زمانہ نیکیاں رہود و دان کے سایہ تلے

دیگر یہ عالم ہے نقشہ میرے حسن کا جد ہر دیکھتا ہوں اوہر آپ کو

تمہارا لگستاخانہ معافی بنرا۔ بوجہ قلم کل ہائے معرفت سبحانی حقیقت نیروانی۔ خودستی حقانی، در

تعریف و توصیف پر دستگیر و موز اسرار تنہائی دور از گنجن و دجہانی۔ پاک و صاف شہنشاہ از بومے نفسانی

و اصفان رنگ ہائے خوشبو ہائے دانش۔ ترک۔ تجدد۔ ازادی روحانی کا میری طاقت قدسی

مرواک کا آئینہ بنا۔ مبارک۔ مبارک۔ مبارک۔ بودھ۔ کرمال۔ ۲۸۔ جون ۱۹۷۷ء

خط نمبر ۱

میرے مضطر جی!... آج ۲۹ جون ۱۹۷۷ء بدھوار کا روز ہے۔ بادل آسمان پر چھلنے پھوٹے ہیں۔

دھوپ در نقاب ہے اور گاہ بگاہ اپنی زیارت دے کر کثرت نقین کو روشن بناتی ہے۔ آئینہ ساعت نمائے و

بجک ۵۳ منٹ کا وقت بتایا۔ قلب بحر خوار سے معرفت اور حقیقت و عشق ربی کے امواج و حباب اُبھرنے لگے

اُچھلنے لگے۔ اندروں و بیرون وہی ذات محیط کل ہے۔ بلکہ عین کل و نہ بجز وحدت سے سر نکال گونا گوں زیورات

اسما سے موسوم و الزام لابس صفات سے موصوف و ملبوس بازاد کثرت میں آکر۔ کہیں گل کہیں خار۔ کہیں

تور میں کہیں نار کہیں گلخن کہیں گلزار کہیں صحر کہیں بازار۔ کہیں عاشق کہیں دیوار۔ کہیں سید و اکہیں خریدار

کہیں قیل کہیں نہار کہیں منتظر کہیں لظار کہیں دیوانہ کہیں ہوشیار کہیں دشمن کہیں یار۔ کہیں جابر کہیں

دستار کہیں مال کہیں بنزار کہیں مفلس کہیں زردار۔ کہیں بے شرم کہیں شرمسار۔ کہیں کافر کہیں دیندار



کہیں تاجدار۔ کہیں باجگزار۔ کہیں بندہ کہیں کردگار۔ کہیں بے نام کہیں نام دار۔ کہیں زمین کہیں آسمان  
کہیں کوہ کہیں دیار۔ کہیں سہوار کہیں ناسہوار۔ کہیں خشک کہیں نمدار۔ کہیں خوش خلق کہیں بدگو دار۔ کہیں  
پنہاں کہیں غودار۔ کہیں قطرہ کہیں بحرِ زخار۔ کہیں ذرہ۔ کہیں خورشید انوار۔ کہیں برگ کہیں بار کہیں صبح  
کہیں سحر۔ کہیں رشتہ کہیں تار۔ کہیں سوسن کہیں گلزار۔ کہیں لالہ کہیں ہزار۔ کہیں مخفی کہیں اظہار  
کہیں سچ کہیں گفتار۔ ہوتی ہے۔  
خدا کو ڈھونڈتے جانا۔ اگر مجھ سے جدا ہوتا۔ جدا ہوتا اگر مجھ سے تو پھر وہ مٹا خدا ہوتا۔  
الراقم۔ بودھ

میرے مضطرب۔ آج ۳۰ جون ۱۹۶۷ء دیر وار کا روز روشن ہے۔ آفتاب عالم تاب بے نقاب  
برسٹا۔ آسمان مقیم ہے۔ اور عین درمیان نہ صبح نہ شام۔ نہ آغاز نہ انجام۔ نہ سرورِ الہام۔ نہ فکر نہ اہام  
نہ آبادی نہ دیوان۔ نہ دوست نہ دشمن جان۔ نہ اپنا نہ بیگانہ کا نشان نہ قریب نہ دور کا پیام، نہ شہر نہ صحرائے  
بیابان۔ نہ تاریکی نہ شیش سوزان عین

سماں دو پہر باہ تھا جون کا  
تمازت نئے نو کی دیا سب جلا  
جگہ کی جو پوچھو تو خط استوا  
سوزت سے تھا دیگ بھی بھونٹا  
بدن موم ساں تھا پچھلتا پڑا  
پولب سے تھا خندہ پر دیا ہوا  
کہ گرمی کی بھی جان میں ہی تو ہوں  
عناصر کے بھی پران میں رہی تو ہوں

بیابان تنہا ترق و برق غضب  
آنکھائی نگاہ سمنے اے عجب  
ادھر مہرہ خالی ادھر خشک لب  
لڑکی آنکھ اک شیر غراں سے تب  
یہ تیزی سے گھورا گیا شہرِ برب  
جلال جمالی تھا چنوں میں اب  
کہ شیروں کی بھی جان میں ہی تو ہوں  
سبھی خلق کے پران میں ہی تو ہوں

میرے مضطرب! بیچارے صادق و محققانِ دانش و درویشانِ راسخ و سالکانِ برحق کی قلبی حالت ہے  
الہ کسی کی قیمت بتائے۔  
الراقم مفہوم

### خط نمبر ۳

میرے مضطرب۔ آج یکم جولائی ۱۹۶۷ء ہے اور شکر دار کا روز۔ مہر نور فرداں و تاباں ہے۔ دہان  
مشرق سے سرنگاں عین وسط میں آہنچا ہے۔ اپنی ہر اد و لطیف نظری کا نمونہ ہر گس ذی روح و پیکر ذی روح جس  
طیر و خوش درند پرند چرند گاہ و شاہ کو یکساں دکھا رہا ہے۔ اور اپنی محولت کا ثمرہ چشمان بصیرت و معرفت کو کھل  
دل سے دے کر یہ جتلا رہا ہے۔ کہ



غنیہ تو حید کا ہے گل کھلا سب دیکھ لو  
ہست مطلق کا ظہور ہے یہ عالم سرسبز  
علم ہے گل کا دکن اور منتظم واحد میاں  
ایک کی گنتی ہے دس سے اربوں لاکھوں تک  
ہے خلوص حرکت سے ہر حرکت حرارت کی نیاہ  
مجموعہ ہو آپ پھیلا خاک کی صورت میں آپ  
جسم و انفس و قواطیر ہم دماغ و دل حواس  
ایک ہی مادہ سے ہے بے جان اور جان خلق  
خاک پر ہے ہیں سب اور باہر سے جیتے ہیں سب  
ایک ہی خورشید ہے اور ایک ہی ہے ماہتاب  
سب کا سب ہے غلات سب کا سب اتحاد  
ایک ہی آغاز ہے اور ایک ہی انخام ہے  
آپ حبیب آپ ہے ہر فرد کثرت گاہ میں  
ذات گل کی ایک ہے ترکیب سب کی ایک ہے  
غین کہتے ہو جسے وہ درحقیقت عین ہے  
غیر تھا۔ ہو گا نہ ہے ساقی سیرا پاعین ہے  
مضطرب مفہوم ساقی اور باقی آپ ہے

ہے تماشہ بے چگون بے چراں سب دیکھ لو  
بہرہ غفلت کا اٹھا کر بر ملا سب دیکھ لو  
علم ہے ابدان میں جلوہ تاسب دیکھ لو  
ایسے دل میں آپ ہی لیکھا لگا کر دیکھ لو  
وہ حرارت سرق ہو پانی پہا سب دیکھ لو  
خاک پر ہے گل ظہورہ رونا سب دیکھ لو  
مادہ عنصر کا ہے نقشہ بنا سب دیکھ لو  
خاتمہ رونو کا مادہ ہیں ہوا سب دیکھ لو  
سب کے سر پر نیلگوں خیمہ تناسب دیکھ لو  
ایک ہی بانی طراوت ہے ہوا سب دیکھ لو  
سب کوئی ہے ایک جا آکر سب دیکھ لو  
درمیاں بھی گذر سب کا ایک سب دیکھ لو  
ہے عیاں وحدت کا حلیہ جا بجا سب دیکھ لو  
ایک جیسی ابتدا اور انتہا سب دیکھ لو  
لفظ موہوم کو سب سے اٹھا سب دیکھ لو  
ذات پیکتا آپ ہے جلوہ نما سب دیکھ لو  
چشم حیرت وہ ہوئی ہے جا بجا سب دیکھ لو

### خط نمبر ۴

میرے مضطر جی۔ آج ۲ جولائی ۱۹۴۰ء کا روز ہے۔ خورشید انوار در نقاب ابر ہے۔ باوجود ساری  
شب بستر استراحت پر خواب گراں تھی۔ بیدار ہوئی ہے اور اپنی زبان حال سے کہتی ہے کہ  
آنا صبا کا ٹھٹھک ٹھٹھک لانا پیام بار ہے  
ہوش و بیدار سے انفاٹا آنکھ گرد و جار ہے  
معلوم ہوتا ہے ہیں مطلب کا ہم سے پیار ہے  
لکھنے کی نئے پڑھنے کی فرصت کام کی تیر تیر کی  
پیرہ محبت کا جو آئے ہم بغل ہوتا ہے وہ  
سوئے یہ خاطر خواب میں جاگے یہ خاک آب ہے  
گہد برق و ش خنداں بنا گہد ابتر گر باں بنا  
دولت غنیمت جان و روشنی کی منت کھو اسے

ٹھٹھک آنکھ کب لگنے لگی تیر نگاہ تیار ہے  
پیر یار کی چھر چھر طغانی کا گرم بار بار ہے  
سختی سے کیوں چھینے ہو دل کیا یوں میں نکار ہے  
ہم کو نکا کر دیا جو آپ تو بیکار ہے  
غصہ طبیعت کا نکالوں رو برو دلدار ہے  
پہننے میں ہنس ملتا ہے وہ مل رونا تو تار ہے  
ہر صورت دہر رنگ میں پیدا بیت عیار ہے  
مال و متاع گھر بار زر صدے منہا دک تار ہے



### خط نمبر ۱

منظور نالائق کو ہوتا ہے علاج درد عشق !  
کیا انتظار کیا مصیبت کیا بلا کیا خار و شت  
دولت نہیں طاقت نہیں تعلیم نے تنکو کئے  
عمروں کی امیدیں اڑا چھوٹی بڑی سب خواہشیں  
منصور سے پوچھا کسی نے کوچہ جاناں کی راہ  
اس جسم سے جاں کو دکردے دشت وحدت میں پری  
تشریف لاتا ہے جنوں چشم و سر و دل فرشتہ راہ  
بلا چھٹا اس جسم سے سر سے کلی اپنی بلا  
یہ جسم دجاں تو کر کوئے شکیلہ کا بھر دیا  
میرے مضطرب جی۔ باد صبا کے پیغام اور پیام بے خود اور محو سا بنا رہے ہیں۔ خدا جانے کونسا بکریا  
اور کس طرح کا بے سرور ہے۔ جو قلم اور کلام کو یار انہیں۔  
مفہوم

### خط نمبر ۲

میرے مضطرب جی۔ آج ۳ جولائی ۱۹۹۰ء اور رومی والی یعنی انبوار ہے شمس تاباں بے حجاب و بے نقاب  
انہر من الشمس برتیر ہے۔ تیز اور نورانی چشمان سے ہر کس ناکس کو منور اور روشن بنا رکھا ہے تاریکی و تاریشت  
کا نام نیست و نابود کر رکھا ہے اور اپنی زبان حالی سے چشم بنیا معرفت و حقیقت کو کہتا ہے۔  
اے طالبان اے طالبان من باشمار جاستم  
ایں دوری و دوریم از دم دیندار شاست  
با حسن خود و بیا قسم من نزد عشق عاشقی  
گا ہے نیاز ایمان من گر بے نیازی شان من  
ہم صورت ناہو تیم ہم معنی لاہو تیم  
برعکس رسم ایں جہاں در پردہ ہے باشم عیان  
میرے مضطرب جی۔ آپ کا مرقعہ ملبوس از لباس حسن و خوبی میری حیرت نہادید دل کا سر حشمہ بنا۔ غواہی  
ہیں بغیرت۔ دوستی۔ بیگانگی دھونڈ دھونڈ پڑھی ہاتھ نہ لگی۔  
مفہوم  
(باقی پھر)

حصاد دل ترجمہ و تشریح از حکیم رحیل داس مضطر۔ لیڈن اور بھگتی، ویراگ کے چھوٹے  
شری سکھنی صاحب کا مکتبہ گلدستہ جس کے مطالعہ سے دنیاوی تفکرات ختم ہو جاتا  
ہیں قیمت ۱۱/- ۱/۱۰ ملنے کا پتہ۔ میجر راجہ ادم، اجیری گیٹ دہلی



از

سوامی گیاناند جی بان پرتی  
رام وہانم ہری دوار

# یوگ وریا

سانکھ اور یوگ دشن کی ویدیاؤں کا ہٹ یوگ سمبندھی وریا سمبندھ

ماہ جولائی نو دسمبر ۱۹۵۸ء کے رسالہ اوم میں سرشٹی کرم بمطابق یا قنجل یوگ اور کھٹ دشنوں کا آپس میں سمبندھ بتلایا جا چکا ہے۔ مگر یہ اتنی دیر کی بات ہے۔ کہ ممکن ہے ہمارے پریمی یا ٹھک اُسے اپنی یادداشت سے گرا چکے ہوں۔ اسلئے مختصر سے اس کا ذکر کر دیا جائے گا۔ یوگ وریا ایک وسیع مضمون ہے یہاں تک کہ کوئی دہرم خواہ کسی بھی دشن یا جاتی کا ہو اس کے سدھانوں کو اپنائے بغیر ایک پھیکا پکوان ہی ہے۔ عام فہم لوگ یوگ وریا کو مختلف شاخوں میں تقسیم شدہ تصور کرتے ہیں مگر یہ غلط بات ہے۔ البتہ ایک بے لٹاؤں کے سروپ دہ نہیں ہو سکتے، جنہوں نے البتہ کو دیکھا ہے۔ البتہ کا مساکش تکار کیا ہے۔ اُن کا البتہ کے دیکھنے کا دیا کھیان ایک ہی ہے۔ اور ایک ہی ہو سکتا ہے۔ لہذا اس کے دشن کرنے کا سادھن بھی ایک ہو سکتا ہے۔ اسی بنائے سے شروتی، اسمرتی اور ویدیاؤں کو لے کر اس کا ایک ہی سروپ بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ اور ویدیاؤں کی ہر تائوں، تنو ویدیاؤں نے اپنی اپنی بانوں میں اس کی تصدیق کی ہے۔ کیونکہ وید شروتی گیان۔ البتہ کی گیان ہے، سرشٹی کی اپتتی سے ہی چلا آیا ہے۔ اور البتہ ہی رہے گا۔ البتہ سدھن میں ہر ایک ویدیا کی کار یہ دہرم کے ساتھ سمبندھت ہے۔ اور ہر ایک دہرم کا یہ میں خواہ یہ وریا ادھین ہو۔ یا یوگیو پوتیت سندھکار ہو یا وہ پڑھتی ہو سقول شرک کر یا پیش منتر سہت اس کی پورنتی کے لئے ضروری ہیں۔ اور وید دہت جتنے بھی کار یہ ہیں اُن میں پرانا نام اور دیگیلم، پریم آدی کا پالن بھی ضروری ہے کسی دیوی یا دپوتا کے نام کا اچارن جب آدی اور دھیان بھی ضروری ہے۔ یہ بتلانے کی غرض یوں ہے۔ کہ یوگ شبد سمکھ کرم مادگ کو سوچت کرتا ہے جو کہ پرم پر آشرم میں سوا دھیانے آدی سے چل کر گہت آشرم میں وید دہت کامید۔ نت بخت کرموں کو کرتے ہوئے اور دنیا کے بھوگوں سے جائز طور سے سیر موندے ہوئے یوگی بان پرست آشرم میں کیول ادھیان کرم کو اپنا کر اُس کے اختتام کو دھرم میگھ سادھی میں پونچاتا ہے اور سنیاس کا اور موکش (اپ لوگ) کا حقد لے لیتا ہے۔ اس یوگ مادگ پر چلتے چلتے اُسے یوگ وریا کے تمام انگوں کو سیکھتے اور عمل میں لانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ کیول منتر اچارن سے ہی یوگی سمبندھ نہیں ہوتے کیول دھیان سے ہی کار یہ آریجہ نہیں ہو سکتا ہے۔ دھارنا بنانے کے لئے موہنی اور پوجا اور سپا کی ضرورت ہے۔ کیول پرانا نام یا اس سے ہی مطلب حل نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے رشیوں نے ہماری دہرم شا استر کی کرم بدھی میں ان تمام شاخاؤں کے اہکول کو شامل کر دیا اور چونکہ ان سدھانوں کی جانکاری کی ضرورت تھی اسلئے ان تمام شاخاؤں کا ورتا پوروک، الگ الگ پتھوں میں ترن کر دیا۔ کم فہم لوگوں نے ان کو الگ















ہوتا ہے اور بعد میں فوراً دانت لوگ۔ جب در لوگ اور سورہ لوگ اور دیگر لوگوں اور تمام برہمنڈ میں  
مسترت ہو جاتا ہے۔ تب اسی شکتی کو ہٹ لوگ کی وہ سمست "پشو" "نر" "وہ" ہے، سمست دیویوں  
سے (جن (لائبر) ہے۔ اسی کے سینک اور انہیں مکھ کئے گئے ہیں۔ یہ اس کے ایلہدی کے  
دولوں میں۔ شبدادی سفول وشیوں کو کھو گتا ہے۔ اسے سفول مہوگ "کہا جاتا ہے۔ انکار کا  
ہیلا یاد ۹۱ مازار وپ ہے" (بحوالہ انگ دگ ایشندہ سنکر بھاشہ)

اب سوال (رشنا) اٹھتا ہے کہ ان کے سفول شریہ کے اندر اس شکتی کا سچا کیسے ہوتا ہے  
کوئی وڈیا یا لید کہو کہ ادھیام وڈیا کی کوئی شا کھا اس شے کو حل کرتی ہے؟ یعنی یہ مسئلہ کس کے دائرے کے  
اندر شامل ہے ہم اور مبتلا جیکے ہیں کہ سفول شریہ سمندھی علی ادھیانمک وڈیا۔ ہٹ لوگ نامی شا کھا کا  
مضمون ہے لہذا اس دو کے شستروں کے درق اٹھنے کی ضرورت ہے جس طرز سے یہاں کٹڈ شکتی  
وڈی برہمنڈ میں سچا کرتی ہے ضرور اسی نیم اوسا پیدا ہونے والے بچے کے سفول شریہ میں اس کا  
سچا ہوتا ہوگا۔ کیونکہ قادی قدرت کے قوانین بڑے سے لے کر چھوٹے آئو تک یکساں طور سے عمل  
میں لائے جاتے ہیں۔ کسی کی رو۔ رعایت نہیں کی جاتی۔ بچہ کی ولادت کے دوران بچے کے سفول شریہ میں  
کٹڈ شکتی کا سچا بھی سہسرا یعنی مارغ بر BRAIN میں پہلے ہوتا ہے مٹیک جیہ برہمنڈ میں  
مہاں کٹڈ شکتی کا سچا پہلے برہمنڈ سے شروع ہوتا ہے۔ یہیں برہمنڈ کی نارٹیوں کی علمیت نہیں ہے  
کیونکہ ویک جنید گیانی ہی مبتلا کتے ہیں جنہوں نے "سورہ سینہات نری بھون گیانم" کی سہھی حاصل  
کی ہو۔ یہ کٹڈ شکتی شکتی سہسرا میں داخل ہونے کے بعد دیگر کھروں میں سے گنتی ہوئی انت میں مولا  
دھار "جیکے میں کٹڈ مار کر سوجاتی ہے" بحر وید۔ یوگ کٹڈ شکتی ایشندہ تنشتر شستادی۔ کامشتر  
یوگ شکیر ایشندہ گہرڈ سنگتا۔ ہٹ یوگ یوڈیکا۔ وغیرہ لیکوں میں کٹڈ شکتی کو نجوبی بیان کیا گیا ہے۔  
درشنوں کے نظریے سے اور یا تمیل یوگ شاستر کے نظریے سے ہٹ یوگ سمندھی کٹڈ شکتی کا درود  
نہیں ہے۔ سب شاستر اس میں سنگھٹ ہیں۔ سب وڈیا میں دیدوں سے ہی پرکٹ ہو عین لہذا  
ورد دھ کیسے ہو سکتا ہے۔

سمشی شری (عالم کل) Mind میں سچا کرنے والی شکتی کو ہٹ یوگ کی اصطلاح  
میں مہاں کٹڈ شکتی کہا گیا ہے۔ اور اس کی ویشی اوہی سکتی (انفرادی ظہور) کو منش شریہ میں کٹڈ شکتی کا نام دیا  
گیا ہے۔ سمشی کٹڈ شکتی سمپورن جگت کو چلاتی ہے یعنی کل عالم کی ناظم ہے۔ اوہیک (نفا ثب لفظ) ہے اور  
ویشی کٹڈ شکتی جیو کے شریہ کو چلاتی ہے۔ اور ویکت کہلاتی ہے۔ مہاں کٹڈ شکتی جیو کے شریہ کو چلاتی ہے اور  
ویکت کہلاتی ہے۔ مہاں کٹڈ شکتی پر برہمنڈ سروب ہے

महाकुण्डलिनी प्रोक्ता परब्रह्म स्वरूपिणी

سفول شریہ میں اس کو کٹڈ شکتی اس واسطے کہا گیا ہے کہ جس نارٹی میں یہ شکتی اس کرتی ہے وہ دو کٹڈ والی ہے  
"कुण्डलिनी प्रस्थाः स्तः इति कुण्डलिनी"  
اس کے دو کٹڈ ایڈ اور پنکلا دولوں طرف واتح ہیں۔ ان کے درمیان سے ششومنا نارٹی اور اس کے اندر







کو مہنگ شدید میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ الگیا چکر کہ کو انہی کو کہنے والا جیو آتم سرور کو نہیں بھولتا یہ پانچل یوگ سونو راس اور آہنگ گراہیہ پر گیا۔ نرو بجا رسا سیتی کی ادستھا ہے، سگر دیگر لوگ اپنے کم آشیہ کلینٹوں کے آدھین اس ادستھا کو بھولے ہوئے ہیں، نیچے اتر کر کئی قسم کے دنیوں میں غلطان ہو کر وہ سو شد کے بدلے غم کو کہنے لگتا ہے۔ اور ارد گرد کے لوگوں کی نسبت اس کا گیان انتشار ہو جاتا ہے۔ اور وہ بھول کر کہتا ہے "دیہو مہنگ شدید کہنے لگتا ہے"

اپنے آتما کو دیہ یعنی سفول شریہ ارتھات ایہم آتما شریہ "مان لیتا ہے۔ اور دیہ آتم دانی آتما واہا تہ بن جاتا ہے

مطابق سہسرا سے نیچے اتر کر ناہت میں۔ اور ناہت سے منی پورک اور سجدہ شٹھان اور انت میں مولاد ہا میں اگر پران شکتی کے سہارے مکمل جیو بھاو کو اختیار کر لیتا ہے "ایہم آتما برہم" مہاں کسٹ لینی سے ایہم آتما شریہ "چارواکی بن کر اس کے شریہ کے پائیں پرکشن میں لگ جاتا ہے، تمام شریہ میں کو کتھ جتیں "شکتی ادستھا مولاد ہا شتھ کٹ لینی سرور دیا یک ہے۔

ہمارے پریمی ناظرین کو آپ ثابت ہو گیا کہ کھٹ و کٹوں کے فلسفہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کے عملی جامد اور اس کے نتائج میں کوئی ورودھتا ہے۔ پانچل یوگ وکشن اسی کو جیتی روپ شکتی "کہتا ہے تو مٹ یوگ مہاں کٹ لینی نام لیتا ہے کیونکہ یوگ شانتی کا اثر کشتیر سچا ہے۔ تک ستر شریہ گرم دکھلا نا ہے جو کہ سوکشم مانک تار تھات Subjective reality ہے اور مٹ یوگ کا دیا کھیان سفول شریہ سمنیدی اسی مانک سنا کا پرنام یعنی Subjective reality ہے اور مٹ یوگ کے Reaction کو بتلاتا ہے۔ کہیں بھی کسی قسم کا اختلاف نہیں پایا جاتا ہے۔

### جیو سے برہم بھاو کی پیرائی

یہ ہے۔ کسی طرز سے شریہ جس کو برہم نے دیا۔ اپنے کارن میں لے ہوتی ہے تو یہ پرے اور مہاں پرے کا دشتیہ ہے، مگر ہم تو جیو بھاو کا برہم بھاو میں لے کو بچا لے گئے ہیں۔ یوگ وکشن ہی بتاتا ہے کہ اویا شے برتیا سادھک کس طرح سفول سوکشم کرن گراہیہ اور آہنگ گراہیہ چاروں سادھیدوں کی سبھی سے ادباجو کر کے اسم پر گیا ت روپی کیولیہ وکشن کا ادھیکاری بنتا ہے۔ ماہ جولائی اور نومبر ۱۹۵۸ء کے رسالوں میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے اس مضمون کے شروع میں بھی اویہ مخضر مسا اثارہ کیا جا چکا ہے۔ مزید واقفیت کے لئے پانچل یوگ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اب مٹ یوگ میں بیان کردہ سدھانت کو کیا جانتا ہے

देवा सोता वै देवा

اس سدھانت کے مطابق سوگم ہو لوگ کو لپی ہوئی کٹ لینی کو جاگرت کر کے اور وہ گامی ہو کر جیو واپو بھاو کو پیرایت ہوتا ہے اور سوگم ہو کر سوگم ہو جاتا ہے۔ مٹ یوگ سفول شریہ پر دھان پرانا یا م کی دیا ہے۔ اس لئے کٹ لینی جاگرت کر کے سادھن میں کئی قسم کے پرانا یا م۔ پر دھان شکتی چالیں۔



جہاں مڑا، جہاں بندھ۔ جہاں دیدھ۔ وپریت کرنی مدرا دغیرہ وغیرہ کا صبح شام ابھیاس نیم اوسار کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ بیشتر برک کا یہ ہے۔ اس لئے گوردوارا ہی تکمیل کو پہنچائی جاسکتی ہے۔

یہ کشتہ یعنی شنتی سپہسار میں پرکاش روپ سے ستھ ہے۔ جیو کو جیو نو जीवतु دینے کے لئے یہ شریبر کے سوکشم اتی سوکشم سورنوں میں پرورش کر کے سشو منا ناٹھی سے بھرناٹھی اور اس سے بھی اتی سوکشم خیرنی ناٹھی اور اس سے بھی نہایت سوکشم برہم ناٹھی میں سے ہوکر اودھ گامنی अविगमनी یعنی اودپر کی طرف متحرک ہوتی ہے۔ جب پران اور ایاں کا نیل ہٹ یوگ کی کریاؤں سے ہوتا ہے تو یہ کشتہ یعنی خفہ صورت کو محسوس کر ایک شیش ناگ کی طرح جاگرت ہوکر اودپر کو اٹھتی ہے۔ اور مذکورہ تینوں ناٹھوں کے راستہ برہم ناٹھی کے ذریعہ سپہسار میں پونجی ہے برہم ناٹھی پرکاش سے ہو جاتی ہے۔ اس ناٹھی کو بوجہ لطیفہ میں ہونے کے مری نال शन्ति मरी नाल کی شہرت حاصل ہے۔ اس کو برہم دوار کہتے ہیں۔ پانچویں یوگ ویشن سوتر ۱۲/۱۸ میں اس سوال کا جواب دینے میں کہ پرش چیت کا بھوگنا کیسے بنتا ہے۔ بھوگنا وید ویاں اس کی تشریح کرتے ہیں کہ ادیکاری یعنی دیکار دھت چیتی चिति جو کہ غیر متغیر ہے بھوگنا پرش کی شنتی کہلاتی ہے۔ کرم میں یہ بھوگی کی شکل میں تبدیل ہوکر نردھ بھو برتی یعنی برہم چینی روپ ہو جاتی ہے۔ اس کے اندر برہم "ستھ ہوتا ہے جس استھان کو پہاڑ کی گھا اور سمندر کی تہ سے بھی خفیہ مانا گیا ہے۔ یہ خفیہ استھان ہی "برہم ناٹھی" مری نال शन्ति مری نال میں برہم ہے۔ اسی میں برہم "ستھ ہے" جس یوگ کے پران برہم ناٹھی دوار اسرار۔ اکل استھان۔ لیکن مسئلہ۔ برہم رندھ وغیرہ یہ سب ایک کے ہی نام ہیں لکھتے ہیں وہ سیدھا برہم لوگ کو جانتا ہے۔ مرل جنم سے بہت ہو جاتا ہے۔ اب بتلائیے دونوں شاستروں میں کہاں

میں نام اور مذہب کے آئینوں سے ارتھات منتر اور دھیان کے آئینوں سے یوگی سما دھی کے اخصیوں میں سے گذر کر انتم اوستھا پراپت کرتا ہے اس لیے کہ میں دنثار مجھ سے منتر یوگ اور لے یوگ آدمی سما دھیوں کا ادیکہ نہیں کیا جاتا مگر سب میں مری گرم اور لے گرم ایک ہی ہے یہی سمجھ لینا چاہئے۔ کشتہ یعنی شنتی کے جاگرت کرنے میں کھٹ چکروں کا دنثار پورک بیان۔ ان کے بیج، شکل، دیوتا، شنتی اور استھان کا ذکر آتا ہے۔ ان کا کار یہ۔ انکا دھیان۔ اور اس میں پران آدمی کے چڑھانے کی کریا بنات خود ہی اتنا بڑا مضمون ہے کہ اس کو اس موقع پر ناظرین کے سامنے نہیں لکھا جاسکتا۔ اس لیے کہ کیوں ایک کچھ ادویش یہ بتلانا ہے۔ کہ شاستروں کی ویداؤں میں آپس میں اختلاف کہیں بھی نہیں ہے۔ جگیا سوٹوں کی کم فہمی نے اختلافات کو بڑھا رکھا ہے۔ ہر ایک شاستر کا ایک دائرہ، پروجن، طریقہ ہے جس سے بھید نظر آتے ہیں۔ اگر ہم ہر ایک شاستر ارتھات دائرہ کو پہلے تحقیق کر لیں تو شاید غلط فہمی نہ ہو۔ یوگ ویشن کیوں چیت نردھ سمبندھی شاستر چیت کریاؤں کو ہی محض بتلانا ہے جس سدھانت روپ میں theoretically سانچہ تائید کرتا ہے۔ ہٹ یوگ چیت نردھ سمبندھ میں شریک سفول کریاؤں سے پرانوں پر وجے پراپت کر کے چیت نردھ کرنا چاہتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے سہائی ہیں جو سفول مل کے روگی نہیں ہیں۔ اوستھادھیکاری ہیں چیت کلاؤں دوار اکلیمان کرتے ہیں انکو سفول کریاؤں کا استرا نہیں لینا پڑتا۔



# مستانِ حق

شری نوبت رائے جی شوخ

کوئی صدمہ نہیں رہتا سبھی غم دور ہوتے ہیں  
تنِ خاکی میں رہ کر بھی سراپا نور ہوتے ہیں  
سر آنکھوں پر نہیں لینے کو سب مجبور ہوتے ہیں  
میٹ کر خود کو تم میں تم سے جو بھر پور ہوتے ہیں  
چمک کر داغِ دل انکے چراغِ طور ہوتے ہیں  
انہی کے اپنے جلو سے سب قریب و دور ہوتے ہیں  
عناصر ان کی خدمت پر بھی مامور ہوتے ہیں  
مگر وہ بے نیازی کے نشے میں چور ہوتے ہیں  
شرابِ بھوڑی سے اس قدر محمور ہوتے ہیں  
وہ ان کے انگسار و عجز کے دستور ہوتے ہیں

جو تم سے دل لگا لیتے ہیں کب مجبور ہوتے ہیں  
محبت سے تمہاری جن کے دل معمور ہوتے ہیں  
انہی کے سب کو ادبِ ادب منظور ہوتے ہیں  
لہاڑے کیف میں ڈوبے ہوئے مسرور ہوتے ہیں  
پھلکتے ہیں سرور و نور سے آنکھوں کے پیرانے  
نہاں ان کو نظر آتا ہے اپنا آئینہ خانہ  
دھڑکنا میں فرشتے راہ میں آنکھیں کھاتے ہیں  
انہی کی چاہ میں ہر شے انہی کی ہو کے رہتی ہے  
یال و خواہش و کاہش کی زد میں وہ نہیں آتے  
بھپا رکھتے ہیں جو انکو زمانے کی نگاہوں سے

وصالِ دائمی موقوف ہے شوخ اسکی رحمت پر  
اُسے جو آپ میں پاتے ہیں کب مجبور ہوتے ہیں



# ”بیچھی ارگے“

”کہانی (شہنشاہ کی کہانی)“

از۔ شہنشاہ چمن رام دھیمان ایلم بی بی ٹی

دختروں سے بھرے ہوئے پہاڑی علاقہ کے کانٹوں اور سانپوں سے اٹے پڑے دو گم ہاتھ بڑے بڑے  
 پاؤں ایک خوبصورت نوجوان جلدی جلدی قدم بڑھاتا ہوا اس دشت و گھاٹیوں کو پار کرنے میں ایسا بے تپا نظر آتا  
 تھا جیسے پریٹ کا بچہ ماما کے دل کو تر اور اندر کی گرمی سے تنگ آکر جلدی سے جلدی باہر آکر شکوہ مگاساں  
 لینے کے لئے بے چین ہوتا ہے، سانپوں سے بھر پور کانٹے دار چھاڑیاں اسے آگے بڑھنے سے روک نہ  
 سکیں۔ بدن پر ایک لنگوٹی اور کمر ناتھے۔ کمر تا بیچارہ اُن چھاڑیوں سے ٹکرتا رہتا تھا تا کہ وہ چپکا تھا لیکن  
 نوجوان کے ہنسنے پر چہرے کو دیکھ کر ایسا دکھائی دیتا تھا کہ اس نے زندگی میں ہار مان لینا سیکھا ہی نہیں  
 اُن کے اس بار نامعلوم زندگی کا کوئی نشانہ اسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا جو بڑھنے کی نئی زندگی بھر جاتی  
 تھی۔ اس کا قدم رکھنے کی بجائے تیزی سے اٹھنے لگتا۔ جیسے کہ سوار کی مہمیز ٹھکے ماندے کھوڑے کو بھی  
 سر پٹ دوڑنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ گھر سے نکلے اسے کتنے دن گزرے۔ کتنی راتیں اس نے سخت زمین  
 پر ننگے بدن سو کر گزاریں۔ ان باتوں کی طرف دھیان دینے کا اس کے پاس وقت ہی نہیں تھا۔ جوں توں اس  
 پہاڑی علاقے کو چھوڑ کر وہ ایک شہر پر جا کر رہا جس کے دائیں طرف ایک آہستہ آہستہ اُپر اٹھتی  
 ہوئی چوٹی دکھائی دیتی تھی۔ اس یگدندی پر کچھ آدمیوں کے پاؤں کے نشان بھی دکھائی دے رہے تھے  
 بارش کا فی ہوجی تھی۔ آکاش کسی تپتوی کے سرے کی طرح دھول مٹھ جانے سے صاف ہو گیا تھا۔ دُور  
 کی چیریں بھی نزدیک ہی دکھائی دیتی تھیں۔ شہر کے سورج کی سنہری کرنیں زمین پر سونا برسا رہی تھیں۔  
 اس چوٹی کی عین سیدھ میں دُور جانب شمال اُدبھی سی اٹھتی ہوئی سنہری لکیر تھی۔ شہر کے بائیں طرف  
 ایک ننڈ پھلواری تھی۔ پھلوں کی بھیننی بھیننی خوشبو کے بھار سے دبے ہوئے دالہ دیوتا سُنست چال  
 سے چل رہے تھے۔ پھلوں کا دلکش گیت سنائی دے رہا تھا۔ لیکن پھلواری میں کوئی انسان ہو گا ہی  
 نہیں تھا۔ نوجوان کو اس سناں جگہ بھی ایسا بھرا تھا جیسے اس سے کوئی کہہ رہا تھا کہ کیا اس یگدندی  
 پر بڑھنے کا حوصلہ ابھی باقی ہے؟“

نوجوان نے ادھر ادھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا تو کسی کو نہ پایا۔ پھر بھی اس کے منہ سے بے اختیار یہ  
 یہ لفظ نکل گئے۔ ”کالی“

”رگو گے تو نہیں“

”بالکل نہیں“

”بڑھتے ہی چلے جاؤ گے“



"غزور"

اس کے بعد جوان نے مہلوٹری کے پھاٹک کے پیچھے کسی کا قبضہ مار کر ہنسنے کی آواز سنی۔ اُسے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے اُس کا کوئی مذاق اڑاتا ہو۔ نوجوان نے اپنی لال لال آنکھیں بھڑپھاڑ کر اُدھر دیکھا۔ مہلوٹری کے پھاٹک سے چھوٹوں کا دونا ہاتھ میں لئے ایک بہن کی سی آنکھوں والی بال ہنس کی سی جال جلتی ہوئی دوشیزہ اُسے اپنی طرف آتے دکھائی دی۔ اُس کے انگ انگ خوبصورتی کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ شاید کوئی اسپر ہی دھرتی پر اتر آئی ہو۔ نوجوان نے آنکھیں نیچی کر لیں۔ لیکن وہ دوشیزہ جدید تعلیم و تمدن میں ملی ہوئی جان پڑتی تھی۔ بغیر کسی پس و پیش کے اس اجنبی کے پاس آکر مڑکی۔ اور کہا۔ "کہاں جانا ہے راہی!"

"گوہنڈ پور"

"کہاں سے آتا ہوا"

"بیاری علاقہ کے اُس وٹوم بن کے اُس پار سے جہاں ابھی ہماری قومی سرکار کا دھیان نہیں گیا۔"

"پیرھے لکھے ہو؟"

"خفقور ٹاسا"

"گوہنڈ پور جانے کی وجہ"

"اپنے کچھ پریمیوں سے ملنا اور شو مند رکی زیارت"

"وہ دیکھو سونے کی سی اوجھی اٹھی رہیگا۔ وہ شو مند کا کلس ہی ہے۔ مند رکی دیواروں میں بھونچال سے شکاف آچکے ہیں۔ وہ تو گرنے والا ہے۔ اُس کے ساتھ ہی وہ جو اونچے اونچے گھاس کے ٹپنے دکھائی پڑتے ہیں۔ وہ وہاں کے رہتے والوں کے گھاس بھوس کے گھر ہیں۔ ان میں سے ہی کسی میں تمہارے پریمی جن رہتے ہوں گے۔ روزگار آمد و رفت اور تفریح و طبع کے آجکل کے کوئی بھی ذرائع وہاں دستیاب نہیں۔ وہاں کے لوگ ایک دم گنوار۔ آج کل کی تعلیم و تربیت سے بے بہرہ۔ اس زمین پر کی یہ چھوٹی سی بستی تو موجودہ زمانہ میں کسی دوسرے جہان کا چھوٹا سا حصہ جان پڑتی ہے۔ وہاں جا کر کیا پتھر دل سے سر چھوڑو گے۔"

نوجوان کو یہ سب کچھ سن کر نا اُمید سی ہوئی۔ لیکن گوہنڈ پور کے متعلق وہ بوری بوری واقفیت حاصل کرنے کے لئے اشتیاق مند تھا۔ اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے دوشیزہ کی طرف تاک کر بولا: "کیا تمہارا وہاں بھی جانا ہوا"

"ہاں۔ میرا جہنم وہاں ہی ہوا تھا۔ لیکن بہت پہلے کی بات ہے۔ اب تو سنا ہے وہاں کی اور بھی اہتر حالت ہو چکی ہے۔"

"اب تم کہاں رہتی ہو"

"کچن پور۔ یہاں سیر کرنے آئی ہوں"

"کہاں ہے کچن پور"

"وہ دیکھو مغرب کی جانب۔ اس درختوں کے بیچ میں سے۔ یہاں سے صرف دو ہی میل کے فاصلے پر"



وہ دیکھو اس کی اوجھنی اوجھنی عمارتیں۔ وہ دیکھو میری انگلی کی سیدھ میں اوجھنا عمارتیں۔ یہ وہاں کی گھنٹہ گھر کی چوٹی ہے۔ یہ شومندر سے بھی اوجھنا ہے۔

”شومندر سے“ انہو جوان نے حیران ہو کر پوچھا جیسے اُس کی اس بات کے پس منظر میں شک ہو۔  
”ہاں۔ اُس سے کہیں اوجھنا۔“

”کمال ہے“ انہو جوان نے ترک ترک کر کہا۔  
”گھنٹہ گھر کے ساتھ وہ جو اوجھنی سی عمارت ہے۔ وہ میرا لکشمی ہوٹل یہاں کا مشہور و معروف ہوٹل ہے۔ لاکھوں کی آمدنی ہے۔“

”تمہارا ہوٹل“ انہو جوان نے حیران ہو کر کہا۔  
”ہاں میرے آنجنابی باب لکشمی کانت اس ہوٹل کے مالک تھے۔ اُن کی طرف میں ایک ہی لڑکی ہوں یہ مجھے وقت میں ملا ہے، وہ کنچن پور کے ایک بڑے مشہور میٹھ تھے، تمہارا نام راہی؟“  
”کام چلنا اور نام راہی؟“  
”مخول نہ کرو۔“

”میرے ماما تیا مجھے لاڈ پیار سے پرسو چوہری کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ میں تو اس دنیا میں اکیلا ہی ہوں میرے نام سے آپکا کیا مطلب؟“  
”میں بھی اکیلی ہوں۔“  
”تمہارا نام۔ دیوی۔“

”مایا دتی! اچلو میرے ساتھ کنچن پور۔ اس نگر میں زندگی کی سبھی اسائشیں میسر ہیں۔ گو مند پور کے پتھروں میں بھٹک کر کیا کرو گے۔ اگر دل نہ لگا۔ تو پھر چل دینا۔“  
ایک نیتھ دو کاج۔ انہو جوان نے سوچا۔ اس میں ہرج ہی کیا ہے۔ راہ چلتے کنچن پور بھی دیکھ چلیں، سر جھکا کر ہاں کر دی۔

(۲)

پرسو چوہری کو ایسا لگا کہ کنچن پور تو دہرتی کا امراوتی ہے۔ اوجھنی اوجھنی عمارتیں، فر فر کرتی ددری جاتی ہوئی موٹر کاریں۔ میٹھے گیت گاتے ہوئے ریڈیو۔ تھکے من اور بدن کو بہلانے والے سینما۔ رات کو دن بنانے والی بجلی کی شگفتی دھلتے ہوئے بجلی کے پٹکے وغیرہ وغیرہ اس سیدھے سادے نوجوان کو حیرانی میں ڈال رہے تھے۔ وہ ایک اوجھنی عمارت کی اوپری منزل میں بیٹھا کورج پر لیٹا بڑا تھا۔ فر فر کرتی ہوئی پٹکے کی ٹھنڈی ہوا اسے بڑی سکھدائیک معلوم ہوتی تھی۔ طرح طرح کی کھانے والی اور پینے والی چیزوں کی وہاں بیکھائی تھی۔ پانی کو ٹھنڈا کرنے والی اور دودھ ٹھنڈا کرنے والی اور دودھ کو آئس کریم میں بدلنے والی مشینوں وغیرہ سے وہ ہوٹل سجا بھڑا تھا۔ ریڈیو بج رہا تھا۔ اُس کے میٹھ گانے اگرچہ انہو جوان کو کسی دوسرے لوگ کے جان پڑتے تھے لیکن یہ بھی ان میں اسے رس آتا تھا۔ سو رنگ کے فرضی شکھوں کا تو اُس نے صرف نام ہی سنا تھا لیکن یہاں تو خیالی شکھ اصلیت کا جادو اڑھے سامنے حاضر کھڑے تھے۔ اُس کے صرف اشارہ پر زندگی



کی سبھی آسائشیں اُس کے قدموں پر بٹھنے لگیں۔ نوجوان کی بھولی بھالی صورت دس کی پاکیزگی سنندھ گکھا ہوا شراب دیکھ کر مایا دیویں اپنا آپ کھو بیٹھی تھیں۔ اُس نے نوجوان کے آگے ”آتم سرین“ کر دیا تھا۔ ہٹل کے دروازے پر لکھی ہوئی ”کی جگہ پر آب“ پر سا ہٹل ”کاسٹین بورڈ لگا دکھائی دینے لگا۔

تیس برس بعد۔ پرہیز سے رانی سے پرہیز بنتے اس سنا میں کیا اور لگتی ہے۔ کچھ ہی دنوں میں سیٹھ پر سرام جی کا کچن فوڈ میں طوطی بولنے لگا۔ پر سا ہٹل کے علاوہ تین کپڑے کی ٹیس اور تین سینا گھر اُس کے نام پر شہر میں چل رہے تھے۔ زندگی کی اس چڑھائی کے پہلے ہی سات برسوں میں مایا دیوی کے گرجے سے پانچ بیڑ پیدا ہوئے جو سب اب جوان تھے۔ خوبصورتی اور گنتوں میں ایک سے ایک بڑھ کر۔ پڑھے لکھے اور مہیاں۔ مایا دیوی کو وہ سب کچھ حاصل تھا جو دھرتی پر کسی خوش نصیب سے بھی خوش نصیب پرانی کو مل سکتا ہے۔ دھن مان اور بیٹھویں میں ان کے بغیر اور نعمت کیا ہے؟ اُس کی جوانی ایسے ٹھٹھا باٹھ کے جیوں میں ڈھلنے کی بجائے اور نکھر آئی تھی۔ بیٹے اسم باسمی تھے۔ بڑے بیٹے کا نام پر شا د کا ایسا کاروباری دماغ تھا کہ اُس کے دماغ سے روز کام بڑھانے کی سیکمیں نکلتی رہتی تھیں۔ دوسرے بیٹے کا نام رُدر اکھش تھا جس کی حقواری بات پر بھویں تن جاتی تھیں۔ تیسرے بیٹے کا نام دیو داس تھا جسے شراب کے نشے میں ہی مسرت رہنا بھانا تھا۔ کچھ کرن کی طرح مدھوشی سے کبھی کبھار جاگتا تھا۔ پانچواں بیٹا پرا ان کا پورا اور اچھائی تھا۔ کسی کو خاطر میں نہ لانا تھا۔ نام تھا خودی رام۔ دیوادی شکر اور دھن دمال کی چیکا چون میں مایا دیوی دنیا کی بے ثباتی کی تصویر کو بھول گئی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ تیرو تندر کی دیر سے ہی دھرتی کا یہ لوک جگت نام سے مشہور ہے۔

پر سرام کو وہ دن یاد آئے جب قدرت کی گود میں کھینٹا تھا۔ ندی اور جھروں کے پہنے کی آواز اُسے اپنی طرف کھینچتی تھی۔ پتھروں کے سروں کے ساتھ سر مل کر اُس نے کئی بار سکھ دکھ کے گیت گائے تھے۔ اُس سیدھے اور تندی جیوں میں اُسے کتنا آند آتا تھا۔ وہ کیا امدہ کر کے گھر سے نکل کر من کی دشوار گزار راہ پر چل پڑا تھا۔ اُسے وہ دن بھی یاد آیا جب وہ پھلواڑی کے پاس کھڑا شوہر کے سہری گلس کو چمکے دیکھ رہا تھا اور مایا دیوی نے پھلواڑی کے اندر سے ہی اُس پر تفرقہ لگایا تھا۔ یہ سارے مناظر مایا دیوی فلم کی طرح اُس کی آنکھوں کے سامنے آنے لگے۔ گوشت پر رہنے والے اپنے کے سمجھنے میں کی یاد ستانے لگی اسے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔ خواب میں اُس کے گدیے کے نیچے سے ایک کالا سانپ بھین اٹھا۔ اُس کی طرف بڑھا۔ ڈر کے مارے سیٹھ گدیہ نکل گئی۔ وہ اٹھ بیٹھا۔ ریڈیو بج رہا تھا۔ سیٹھ نے جھٹ اٹھ کر اُسے بند کر دیا۔ اُسے یہ گدھے کی جلا سٹ کی طرح برا معلوم ہوا۔

سورج نکل رہا تھا۔ بدن پر ایک ہی دھوئی کو دکھائے اور اوڑھے سیٹھ پر سرام جی پھلواڑی کی طرف ننگے پاؤں بڑے بڑے قدم بھرتے جا رہے تھے۔ اُن کے منہ کے خط و خال سے ایسے معلوم ہوتا تھا کہ دماغ کا توازن کھو بیٹھے ہیں۔ نوکر سیٹھ جی ”سیٹھ جی“ کہہ کر اُن کے پیچھے بھاگے۔ لیکن سیٹھ نے اُن کو ڈانٹ ڈیٹ بتائی۔ مایا دیوی کو بھی پتہ چلا۔ وہ ہانپتی کانپتی اُن کے پیچھے بھاگی۔ سیٹھ ٹرک کے اُس سرے پر پہنچ کر پگڈنڈی پر پاؤں دھرتا ہی چاہتے تھے کہ مایا دیوی نے اُنکی دھوئی کا آئینہ پکڑ لیا۔ اور کہا ”کہاں جا رہے ہو؟“



”جہاں جانا تھا“

”کہاں“

”گوشت پور“

”کیا شومندر کی زیارت کی ہوس ابھی باقی ہے“

”میری طرف دیکھو میری جوانی“

”سدا رہیگی۔ لیکن میرا ستر پر جواب نے چکا ہے۔“

”دیکھو تو یہ سب کچھ“

”نہیں رہے گا۔“

”فکر تو“

”بالکل نہیں۔“

یہ کہہ کر سٹیج نے زور سے جھٹکا دے کر دھڑکی کا آئینل چھیل لیا۔ سامنے شومندر کا کلس برج کے سورج کی کرنوں سے کندن بنا چمک رہا تھا۔ اور نزدیک ہی دکھائی دیتا تھا۔ پرسوچو دہری شانت چپ بنا بیٹھے دیکھے چکڑی پر لے لے تدم بھرتا جا رہا تھا۔ بایا دتی بہوش ہو کر دھڑام سے گر پڑی۔ گرتے وقت اُس کے منہ سے یہ الفاظ بے اعتدال نکل پڑے: ”آہ بچھی اڑ گئی۔“

## شواستی

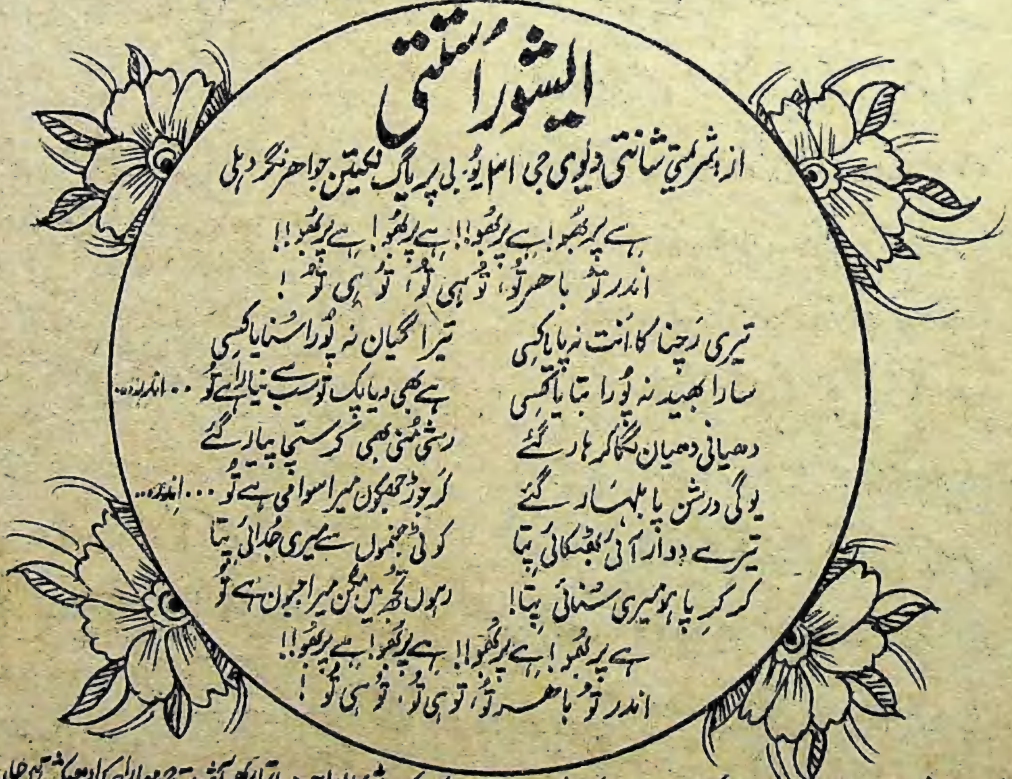
پندت چندر چوڑ

حاجت برار اسم اعظم نمہ شوائے  
کرتا ہے دودھ دل کے سلک غم نمہ شوائے  
رکھتا ہے شاد انکو ہر دم نمہ شوائے  
دیتا ہے ہر لکیر کو منعم نمہ شوائے  
زخم جگر کا بھی ہے کرسم نمہ شوائے  
اس کے لئے بھی ہے یہ ضیغم نمہ شوائے  
دشمن کو بھی مٹاتا ہمد نمہ شوائے  
ہوتی ہے جو کہ جیتا بیغم نمہ شوائے

نکلے زبان سے میری ہر دم نمہ شوائے  
یہ منتر مبارک مشکل گٹائے عالم  
کرتے ہیں اس کا سمرن لنگر کے جو پیارے  
دنیا میں شاد کامی عقبی میں سرخ زوئی  
آزار دہیوی کا غم خواہ بھی رہی ہے  
من کا ہرند جون کی کھیتی کو کھار ہے  
خوف گناہ خطرا، امراض ہو نہ ہرگز  
فرزند و مال زن سے انسان کو نشاشت

وہ کون آرزو ہے اسے چندر چوڑ  
کرتا نہیں ہے پورا منعم نمہ شوائے





نوٹ:- شانتی دیوی جی دھرم پتی شری گیش داس جی جن کے گھر لاؤم سے ہم دسترک شرمیان پوجہ بہا تا پوجہ آشرتی مہاراج کی ارمیک تیرا دہلی دہلی لکھن پتا  
اُس کو سر پر کا گیا بیہیت



## یکمک شری دل خوشاب نواہی



ماذہب اپنے برائیوں سے ہار کر نراش ہو جاتا ہے تب بر ارتھنا اُسے نبی دیتی ہے اور شانتی دیتی ہے۔ ایسا ہی رشی مہینوں کی بانی سے پتہ چلتا ہے۔ (دلی)

جب بھی دل نے تڑپ تڑپ کے تہیں پکارا  
جب بھی اُر کی دیتھا سنانے کوئی آیا  
چارہ بنے سدا ہی تم اُس بے چارے کا  
جس نے بھی دُنیا کے پھوڑ کے سمجھی مہالے  
پاشانوں کی تھی اک اونچی کارا گار  
بادری ہو کر برس پڑیں گنگھور گھٹائیں  
رُوی کر لوں سے تپ کر چاکت جو نہی پکارا  
سوانتی بندو بھی تب دو چار کہیں سے برسے  
کُل کی بسند کو ٹھہری میں بے چارہ بھورا  
اُس کی دینے پہ آپ نے اوشاکو بھجوا دیا  
تڑپ رہی تھی گلی کے ہر دیہ میں مڑھو باس  
کلی گلی سندر سباس نے ہر شش منایا  
اپنے پاؤں دیکھ کے ہوا میور اُداس  
چھلکے نیلے نہج پر کچھ متوارے بادد  
پھانک رہا تھا اک چکور جلتے انگار  
رجنی نائیک مسند مسند نہج پر مسکایا

بن گئے تب ہی بے سہارے کا آپ سہارا  
تب ہی آپ نے کر کے کرپا اُسے اپنایا  
او گن گنا نہ اک بھی اُس او گن ہارے کا  
تم کو کیوں اپنا سمجھا پر تم پیارے !  
تڑپ تڑپ کے جل نے کی جب ہا ہا کار  
پھوٹ پھوٹ کر بہہ نکلیں کتنی سرتائیں  
رم جھم رم جھم کر اٹھا بادل متوارا  
پھوٹ پڑی پر سنستا چاکت کے انتر سے  
تڑپ رہا تھا اندھیارے میں کارا بھورا  
کُل کے ساتھ ہی بھنولے کا من بھی مسکایا  
اُس کے دل کی سن کر کلی کا دھکاس  
اک طوفان سباس کا راشی راشی چھایا  
مُوک بانی سے آپکے دوارے کی ارداس  
ناج اٹھا دیا کل میور تب بے سدھ ہو کر  
اُس نے کیا نویدن آپ کے ہی دربار  
رُوم رُوم دیا کل چکور کا تب ہر شایا



اپنے پھدے پن کا اُسے ہوا دکھ بھاری  
 جیون کی جھنکار بھری بن گئی کہانی  
 تڑپ رہے تھے اُس کے پیچھے تارے چنچل  
 ننھے تاروں کے من کا سناپ بٹایا  
 لگا پرار تھنا کر سنے آپ کے در پر پیارے  
 رومی کی نوجیون داتا کرنیں نہار کر!  
 لگا پرار تھنا کرنے آپ کے در پر جب کر  
 بھول گیا وہ جیون بھر کے دکھ کی پیڑا!  
 آپ کے در پر لگا پرار تھنا کرنے پرتی کھنٹ  
 چڑھ گیا اُس کے انگ انگ پر سورن کا پانی  
 جس جس نے بھی کھتا سُنائی اپنے من کی!  
 دین جنوں کے سر پر کی کر کنج کی چھایا  
 نام دیو، رومی داس، اکبر، قصائی سدا  
 اُسی اُسی کو آپ نے بغور سُن دھو سے تارا  
 جیون بھر دوارے دوارے کی خاک ہے چھانی

یو گیت نہیں بھر بھی اپنے چرنوں میں بٹھا لو

دینوں کے پیچھے بندھو، ترلوک اُجگر  
 اُن پر سے ہیں دوارے پہ درشتی نہ چڑاؤ!  
 وکت کر دو اب تو آشا کے جلجلیات  
 بھٹی بھٹی جیون کے پتھ کی جوت جگاؤ  
 آپ کی مڑلی کی تانوں کے سنگ گنباریں!  
 نہا بھرا درک کی پھلوا سی کو اب کر دو  
 بھگتی میں دلچت نہ ہوں اُسی شکتی دو!  
 تمہیں رجھانے کے کارن ہر سوانگ چائیں

آمر وٹپ پہ گوک رہی تھی کوکلا کاری  
 آپ نے اُسے بنا ڈالا سنگیت کی رانی  
 جگت میں چھایا تھا جس کے پرکاش کا انجل  
 اُن کی پرار تھنا سن، سندھیا کو بھجوا  
 بیج کی اچھا تھی جگ کا سوندریہ نہارے  
 پھوٹ پڑی تھی کوپل کا روپ دھار کر  
 کوئلہ اپنی کالی کا یا سے شرم کر  
 آپ نے اُسے بنایا جگمگ کرتا ہیرا!  
 مانس کی جھلی میں پٹا ہوا کوئل بچپن!  
 آپ نے دی اُس کو مادکھا بھری جوانی  
 یوں ہی گنگا، گیدھ، اجال، گنج اور شبری  
 اُسی کے آپ نے تاپ بٹائے، درس دکھایا  
 میرا، تنکسی، سور، اُدا، زرسی بہتا  
 جس جس نے بھی سِرل ہر دیہ سے تہیں پکارا  
 ہم بھی آج مٹانے اُسے کوئن کہانی  
 اب اتنا اپکار کر دھم کو اپنا لو  
 کیونکہ تم ہو دیا بندھو، کوونا کے ساگر  
 پتھوں کو پاؤں کر لو، اب مت ٹھکراؤ  
 برہا کی زین بناؤ ملن کی مدھر پر بھات  
 ہار کے آئے ہیں یہ ہار ہی جیت بناؤ  
 درک کی ٹوٹی دینا کی یہ بکھری تاریں!  
 جیون داتا ہو، ایسا نو جیون بھر دو  
 کیول اپنے چرنوں کی پاؤں بھگتی دو  
 جنم جنم میں کھوج کریں اور تم کو پائیں



سنت ہری سنگھ جی

(خاص شانی انک کیلئے)

# شانسی کے اوتار گورو ارجن

यवेदोऽपिनवेद वपुषं वेदान्त वेद्यं विभुम्

यं सन्तः प्रवदन्ति संसृति परं सत्य स्वरूपं समम्।

यं ज्ञातुं मुनयोऽति तप्त तनवोऽतप्यं तपस्तन्वते

ते वन्दे गुरु अर्जने कालियुगे शान्तावतारं शिवम्॥

ترجمہ:- دیانت دید یہ دیکھو گروہ۔ واسے جنہیں دید بھی ٹھیک ٹھیک نہیں جانتا۔ جنہیں سنت جی سنا رہا ہے۔  
 سنیہ سرور اور رسم بیان کرتے ہیں۔ جن کو جاننے کے لئے مٹی بھی بڑی بڑی کھن پسیاؤں کو تپتے ہیں۔ ان منگل مورتی ایزم کی جگہ  
 میں شانتی کے اوتار شری گورو ارجن دیو جی مہاراج کو میں پر نام کرتا ہوں۔

شری گورو ارجن دیو جی چہارم گورو عورت جو تھی پادشاہی شہری گورو رام داس جی مہاراج کے چھوٹے فرزند ارجمند تھے۔  
 آپ کا شہر جرم بھام گوند وال ضلع امرتسر تاریخ ۱۹ دسمبر ۱۵۲۰ء بمقام ۱۵- اپریل ۱۵۷۳ء مانا بھانی جی کے بطن  
 سے برآمد ہوا۔ بچپن سے ہی ان کی طبیعت کا سیلان نیک اعمال اور صحبت عارفان کی طرف حواس زیادہ تھا اور وہ روز و شب  
 پر ناتا کی بھگتی اور بھاتاؤں کی سدا میں مصروف رہتے تھے۔ ان کے بڑے بھائی کا نام پرتھوی چند تھا جو کہ بوجہ اپنی ناقابلیت  
 گوریائی کی گدی سے محروم رہ گیا تھا۔ جب ان کی عمر اٹھارہ انیس سال کی ہوئی تو ان کے والد بزرگوار نے انہیں ان کے بڑے بھائی  
 کے مقابلہ میں کئی گنا قابل فرما کر دارالشیور بھگت اور دھرم کا شیعہ الی جان کر گوریائی کی گدی ان کے حوالے کر دی۔  
 اس پر نابھار پرتھوی چند نے انہیں ذیل دوا کر کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور بجائے اس کے کہ وہ اپنے چھوٹے بھائی کے  
 اخلاق پر قربان ہو کر راہ راست پر آجاتا وہ انسان کا دشمن بن گیا اور کئی ایک بد باطن اشخاص کو اپنا رفیق اور ہم بیو بنا کر گوریائی  
 کی گدی حاصل کرنے کے لئے جوڑ توڑ کی کوشش کرتا رہا۔ مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ اس کی نصیحت باطنی کا ایک ادنیٰ سانچہ خوب  
 ذیل ہے:-

ایک دفعہ جب گورو ارجن اپنے والد بزرگوار کے حکم سے امرتسر سے لاہور ایک شادی کے موقع پر پہنچا تو انہوں نے  
 والپسی کے لئے شوق غلاقت کا اظہار کرتے ہوئے ایک پتر اپنے پتا شری گورو رام داس جی مہاراج کے نام لکھا جس میں یہ چوپائی  
 قلمبند کی:-

میرا تیں روپے گورو دشمن تائیں  
 تر کھانہ آڑے شانت نہائے  
 بول گھول جیو گھول گھسائی  
 بلپ کرے چا ترک کی نیایتیں  
 بن درشن سنت پیارے جیو  
 گورو دشمن سنت پیارے جیو

یہ چوپائی پرتھوی چند کے ہاتھ لکھی جسے اس نے اپنی جیب میں ڈال لیا اور اپنے پتا گورو رام داس جی سے اس کا ذکر



"OM" DELHI

SHANTI ANK

JANUARY 1961



शान्ति के अवनत "गुरु अर्जुन देव"







تک نہ کیا۔ جب اس کا کوئی جواب گوردارجن کو نہیں ملا تو بہت بے تاب ہو کر ایک مزید پتر ارسال کر دیا جس میں یہ ذیل کی چوپائی درج تھی۔

تیرا مکھ مہاماجیو سہج دھن بانی  
چہ ہو یا دیکھے سارنگ پانی  
دھن ادھ دیش جہاں توں دسیا  
میرے سجن میت مرارے جیو  
ہول گھولی ہول گھول گھائی  
گور سجن میت مرارے جیو  
اس چٹھی کا بھی مہی حشر ہوا جو پہلی کا ہوا تھا۔ پھر تو گوردارجن دیو کی بے تراسی اور بھی بڑھی اور چونکہ انہیں پتا بزرگوار کی یہ آگیا تھی کہ جب تک انہیں بکھانا جادے وہ امرت و داپس نہ آدیں۔ انہوں نے اس عالم اضطراب میں پھر تیسرا پتر لکھا۔ جسے دستی گورداداس جی کے ہاں پہنچایا گیا اور اس کا مفہون یہ تھا۔

اک گھڑی نہ ملتے تال کلنگ ہوتا  
اُن کہ ریلے پر یہ تندرھ بھگونتا  
موسے زین نہ دہادے نیند نہ آئے  
بن دیکھے گورداداس جیو  
ہول گھولی جیو گھول گھائی  
بش سچے گورداداس جیو

جب یہ پتر گورداداس جی کی بارگاہ میں داخل ہوا تو اس وقت اتفاق سے پرتھوی چند موجود نہ تھا اور پتر گورداداس جی کے دست مبارک میں پہنچ گیا۔ جب انہوں نے پریم اور سنیہ سے پورن اس پتر کو پڑھا تو انہوں میں تم آگئی اور بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ مضمون ہذا کو پڑھ کر بھانپ گئے کہ اس سے پہلے بھی ایک دو پتر فرما گئے ہیں جو انہیں بلے نہیں غیر سوچ بچار کے آپ نے بڑے اشتیاق سے ایک پریم بھرا پیغام ارسال کر کے گوردارجن کو بلا بھیجا۔ جب وہ حاضر خدمت ہو گیا تو آپ نے پرتھوی چند کو بھی بلایا اور پہلے پتروں کا بھی ذکر کیا۔ گوردارجن دیو جی نے عرض کی کہ اس سے پیشتر بھی دو چٹھیاں ارسال خدمت کی تھیں۔ غلب ہے کہ وہ حضور کے ملاحظہ کے بغیر ہی کہیں کسی نے تم کو دی ہیں۔

اس پر گورداداس جی نے پرتھوی چند سے دریافت کیا کہ تمہیں کچھ خبر ہے ہا شرارت تو رب اس کی ہی تھی لیکن وہ مٹا ہی نہ ہو گیا کہ اُسے تو کوئی خبر نہیں اور اس نے نہ صرت اتنے پر گفتگو بلکہ کچھ ناز و نیاز کلمات بھی گوردارجن کی شان میں کہہ ڈالے۔ مگر گورداداس جی مہاراج کو اتنے سے سنوٹ نہ ہوا اور انہوں نے کسی ڈھنگ سے پرتھوی چند کے گھر کسی شخص کو بھیج کر وہ دو چٹھیاں جوں کی توں منگوالیں اور انہیں پرتھوی چند کو دیکھا کہ اُسے سخت ہدایت اور شرم بولائی لیکن بجائے اس کے کہ پرتھوی چند اپنے لئے ہوئے فعل پر شرمسار ہوتا اس نے اپنے قابل تعظیم بزرگوار والد کو بھی سخت ہدایت کلمات کہہ ڈالے۔ جس پر گوردارجی نے کرودھ میں آکر "جا یہاں سے چلا جا" کہہ کر اُسے ہمیشہ کے لئے اپنے سے الگ کر دیا۔

یوں جب پرتھوی چند منہ کی کھا کر چلا گیا تو گوردارجی نے اپنے سچے پوت ارجن دیو کو بڑے پیار سے چھاتی کے ساتھ لگایا اور فرمایا کہ اے میرے مہنار فرزند! جس طرح سے تُو نے یہ تین چوپائیاں لکھی ہیں۔ اسی طرح سے ایک چوتھی چوپائی بھی لکھ کہ اس پریم بھری اپنی کوتاہیوں کو درود۔ تو دہاں کیا دیر تھی۔ انہوں نے جھٹ ہی اس کی رچنا کر کے آپ کے حاضر کردی۔ جو کہ صوب ذیل ہے۔

بھاگ ہو یا گور سنت ملایا  
پریمہ ابنا ششی گھریا پایا  
سیرا کہی پل چہا نہ دھکڑاں  
جن نانک داس تہا لے جیو  
ہول گھولی جیو گھول گھائی  
جن نانک داس تہا لے جیو



ڈسٹریکٹ میں شہد گورو گرنتھ صاحب کے اندر راگ ماجھ کے اندر موجود ہے۔ دیکھو ماجھ محلہ پنجواں شہد حصار سے پھر کیا تھا آپ نے اپنے فرزند ارجن جی کی اس قابلیت اور یوگیت کو دیکھ کر آمینت پر سن اور خوش ہو کر اسے اپنے گلے لگا لیا اور گریانی کی گدی سوپ دی۔ یہ مبارک واقعہ ماہ بھادوں ۱۸۲۸ء کا ہے۔

جب پرتھوی چند اس گریانی کی گدی سے بالکل محروم ہو گیا تو وہ اتر کر تہیشہ کے لئے خیر باد کہہ کر کچھ فاصلے پر ایک گاؤں ٹال میں جا بسا جہاں اس نے اپنے سینکڑوں حصاروں شہر دھالوں کو بھگتی اور دھرم کی تعلیم دے کر اپنا پروردگار بنایا اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ چند اور بندہ اشخاص کو اپنا رفیق اور ہم پیو بنا کر گورو ارجن کا جانی دشمن بن گیا اور ان کی تباہی کے منصوبے سوچنے لگا۔ بالآخر شہنشاہ جہانگیر کے دربار تک بھی جا پہنچا اور اسے بھی جابھڑ کا یا۔ اس نے جہانگیر کو بتلایا کہ گویند وال کا ایک سادو گورو ارجن ہے جو اپنے آپ کو "سپتیا دشاہ" اور سرکار کو ٹھوٹا اور فرضی قرار دیتا ہے اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ ان کے بجائے باغی خسرو ہے جو کہ کاشن سے ساز باز کر کے انہیں تخت سلطانی سے بے بہرہ اور تباہ کرنے کے ارپے ہے۔

پرتھوی چند اس سازش میں کامیاب ہو گیا کیونکہ جو کچھ بھی اس نے کہا جہانگیر نے اسے سچ مانا اور سن کر آپسے سے باہر ہو گیا اس نے اپنے تائیں اس امر کا مقصد فیصلہ کر لیا کہ گورو جی کو یا تو جبراً مسلمان بنایا جائے یا ان کا نام و نشان ہی صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ اس بنا پر گورو جی پر بنادت کا الزام لگا کر دو لاکھ دوپیر جرمانہ عائد کر دیا اور حکم دیا کہ وہ نئے لفور اسے ادا کریں ورنہ عدم ادائیگی جرمانہ انہیں غلغلہ میں کے جرم میں گرفتار کر کے شاہی دربار میں پیش کیا جاوے۔

سنا جاتا ہے کہ یہ وارنٹ گرفتاری جب اتر کر میں پہنچے تو اس وقت حرمندر صاحب میں جو آج کل دربار صاحب کے نام سے مشہور ہے اور اس کی دھرم نیو گورو ارجن صاحب نے ہندو مسلم کے اتحاد کی غرض سے اپنے آشنا دورت سائیں میاں میر صاحب سے رکھوائی تھی ایک بڑے بھاری دیوان میں خود وعظ کرتے ہوئے اترتے تھے جس میں نکلن تھے۔ ایسی اوسماتیں قیام کے لئے جب وہ سہ کار دی وارنٹ آپ کے دربار لائے گئے تو آپ نے فوراً پہچان کر کوئی خاص وقوعہ درپیش ہے چنانچہ اسے کرتار کا بھانا بھی تصور کرتے ہوئے بڑی بردباری سے کام لیا اور جواب میں اپنے آپ کو بالکل بے قصور قرار دیتے ہوئے جیسا کہ فی الحقیقت واقعات تھے ساری موجودہ سنگت کی یک رائے سے ادائیگی جرمانہ سے بالکل انکار کر دیا مگر وارنٹ چونکہ گرفتار تھے آپ کو گرفتار کر کے لاہور عدالت میں لایا گیا جہاں ان دنوں شہنشاہ جہانگیر مقیم تھا۔ جہانگیر نے سنگت کو سہ پوچھا کہ کیا تمہیں باغی خسرو ملا، اس کی تم نے مدد کی اور اسے اپنا یا؟

اس پر گورو جی نے فرمایا کہ — "یقیناً وہ انہیں ملا ہے مگر چونکہ ہم فقیروں کے اندر غیرت نہیں اور ہمیں راجہ اور باقی بیابا ہیں ہم نے شہرناگت جان کر ان کا ساتھ اچھٹا کر دیا ہے۔"

اس پر جہانگیر آگ بگولا ہو گیا اور اس نے کہا کہ تم نے چونکہ قانون شکنی کی ہے اور اس حرکت سے مسلم گورنٹ پر واکسیا ہے اس لئے میں تمہیں مزائے موت دیتا ہوں — ایسا حکم سننا کہ خود کو کشمیر کو چلا گیا اور گورو جی کو دیوان چندو لال کے سپرد کر کے مزائے موت دینے کا حکم صادر کر دیا۔

مگر غضب یہ ہوا کہ یہ نجات چندویسے سے ہی گورو جی کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا جس کی یہ وجہ تھی کہ گورو جی نے چندو کی لڑکی کا ناٹھ اپنے لڑکے گورو ہر گوبند جی کے لئے (جو بعد میں چھٹے گورو کے نام سے گریانی کی گدی پر رونق افروز ہوئے) قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا چونکہ چندو ایک نہایت سزور غلام اور بد بہادر حکمران تھا۔ اسے اپنے پڑا نے کینہ کا بند لپٹنے کا سنہری موقعہ مل گیا۔ چنانچہ اس نے گورو ارجن پر بڑے ظلم اور ستم دھانے شروع کر دیئے اور وہ وہ سختیاں کیں کہ جن کا ذکر کرنے سے قلم کا کلیجہ پھٹتا ہے۔ اس نابکار نے انہیں طرح طرح کی غلات انسانیت تکالیف دیں مثلاً انہیں آگ میں تپا سے ہوئے تو دل پر پھینکا یا گیا۔ بلکہ ہوئے



پانی کی دینگوں میں غوطے دیئے گئے۔ جلیقی ہوئی ریت کے کڑھے ان کے ننگے جسم پر گرائے گئے۔ آگ کی طرح مرنے کی ہوئی گرم سکنوں سے ان کے جسم مبارک کو پھنسی کیا گیا۔ اس قسم کے وحشیانہ مظالم حبیبہؓ اس آڑھ کی ٹھہس دینے والی دد پیر کی دعوپ میں کئی دنوں تک متواتر جاری رہے۔ بتایا گیا ہے کہ ایسے مظالم کو سن کر ایسی حالت میں سائیں میاں تیر صاحب آپ کے درشنوں کو آئے اور عرض کی کہ اگر حکم ہو تو لاہور کی اینٹ سے اینٹ نکال کر ان دھڑوں کا ناسخ کر دوں مگر ہمارے چھوٹے اور ان کی زبان سے یہی الفاظ نکلے۔

”تیرا بھانا میٹھا لاگے ہر نام یاد رکھ نانک مانگے“  
 اس موقعہ کا نہایت اعلیٰ فوٹو کسی پنجابی کوئی نے نہایت خوبصورت الفاظ میں یوں لکھ لیا ہے۔  
 چاروں طرف آگ ور سے سیک سی تن ساڑدا پھلے چھلے ہو رہیا سی جیسا سچی سہ کار دا  
 آگے میل ہمیشہ ڈٹھا حال ایہہ جہد یار دا ہو دیا کل ڈھے پیار دد سے تے چیکاں مار دا  
 تب ہنس کے بولے گورو اجن کیا پریتی ہے چام سے  
 کی ہو یا تن تپ رہیا ہم شانت ہی ہمدی نام سے!

ناظرین! اس سچے گورو کی شانتی کی تعریف زبان اور قلم کی طاقت سے باہر ہے اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اگر وہ ظالموں سے ان کے ظلم و ستم کا بدلہ لینا چاہتے تو بڑی آسانی سے لے سکتے تھے۔ کیونکہ لاکھوں مقتد ان کی امداد کے لئے کمر بستہ تھے لیکن انہوں نے ایسا کرنا نہیں کیا۔ یہاں تک کہ انہیں بددعا تک بھی نہ دی کیونکہ وہ ”راضی بہ رخصا“ رہنے کا عزم کر چکے تھے۔ سائیں میاں تیر صاحب کو بھی یہی فرمایا کہ ”ایشور اچھیا میں ہی اپنی اچھیا ہے۔“ ہم قدرت کے حکم کے خلاف نہیں جانا چاہتے بلکہ اس کے حکم کی تعمیل ہی کریں گے جو جو دہا ہے وہ ایشور کی آگیا ہے جس کے آگے ہمارا سر خم ہے۔

یوں جب ظلم و ستم کا بیانا لبریز ہو چلا اور ادھر پوشیدہ طور پر ایسے دجا رکئے جارہے تھے کہ گورو جی کا جسم گائے کے چڑے کے اندر بند کر کے انہیں دریا سے راوی میں بہا دیا جائے تو اس پوشیدہ راز کو کسی طرح جان کر آپ نے لاچار اور بچوڑ ہو کر اس جسم نابالغ کو چھوڑنے کا سہم نہ کر لیا اور دریا سے راوی میں غسل کی درخواست کی کہ وہ اپنا تھکتا جسم تھوڑی دیر کھیلنے لگنے لگا کر لیں۔ ان کی گزارش کو مان کر انہیں دریا سے راوی پر لے جایا گیا جس میں انہوں نے چھلانگ لگا دی اور سب کے دیکھتے دیکھتے ہی غائب ہو گئے۔ ان کی پیاری من موہنی نورانی صورت ہمیشہ کے لئے آنکھوں سے اوجھل ہو گئی اور نابکار چندہ اور اس کے جلد ہمراہی اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔

یہ حادثہ ماہ حبیبہ ۱۱۴۲ ہجری میں ظہور میں آیا جبکہ گورو جی صرف تین سال لیس سال کی عمر میں اپنے پریم پتا پر ماتا کی گود میں جا گزیں ہوئے اور پندرہ سالوں لاکھوں شہر دھاروں کو دھرم پر جان قربان کرنے کا عملی سبق پڑھا گئے۔ اتنا س پڑھنے پر معلوم ہوا ہے کہ گورو جی نے شہر بچھوڑنے سے پہلے یہ ذیل کا شبہ اُچارن کیا تھا۔

دیکھئے گورو گرنتھ صاحب راگ مارو محلہ پنجواں

(دھارنا، سیوک کی ادھر تک نہیں پریت !)

مان مودہ اور لوکھوکارا بیو چیت نہ گھالیو

نام رتن گھٹاں ہر دجنے لاد دھکھلے چالیو

سیوک کی ادھر تک نہیں پریت

جوت صاحب سیرو اپنا چلتے راکیو چیت



جیسی آگیا کینی ٹھٹ کر  
تس تے مکھ نہیں موڑیو  
سجھ اندھ رکھو گرھ بھیر  
اوتھ ادھل کو دھڑیو  
آگیا میں بھوکہ سوئی کر سو کہا  
لوگ ہر مکھ نہیں جانو  
جو جو حکم بھوکہ صاحب کا  
سو ماتھ تے مانو  
بھوکہ کراں ٹھاٹھ سوک کو  
دھن دھن سچیل ادھ آ یا  
دھن دھن سچیل ادھ آ یا

(گوردگرنٹھ مارو محلہ پنجاں)

جن ناٹک خضم کھپاتا

اُن کے دیہ انت کے بعد اُن کے شہر دھوا سوکوں نے شاہی قلعہ لاہور کے عین سامنے اُن کی ایک عالیشان یادگار گوردوارے کی صورت میں تعمیر کروادی جو کہ "ذیرہ صاحب" کے نام سے مشہور ہے اور اب بھی باوجود پاکستان کے علاقہ میں آج کے اپنی پوری اُن بان کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ اس کے پاس ہی مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سمادھ بھی رونق افروز ہے۔ گوردی نے اپنے جو بیس سالہ بدگوریائی میں وہ کارنامے نمایاں کئے جو ہمیشہ سنسار میں قائم اور برقرار رہیں گے۔ آپ نے کبھی ایک دھرم استھان تعمیر کروانے مثلاً امرتسر کا ہر مندر صاحب جہاں لاکھوں کی سنگتیں ہیں یا تری بخرض اشنان تیرکھ آکر اپنا جنم سچیل کرتے ہیں۔ اسی طرح لاہور میں باولی صاحب اور گوردوارہ جنم استھان گوردوارام داس۔ اس کے علاوہ تشران کا قصبہ بھی آپ ہی نے بسایا تھا جو سچ خ عسایان کے ترنے اور تارنے کا ہی موجب ہے مگر سب سے بڑھ چھ مہر آپ کا جو اپنا کلچر جیوؤں پر ہوا ادھ ہے شہری گوردگرنٹھ صاحب کی رچنا جس میں آپ نے جملہ گوردھ صاحبان اور مکھتوں کی بائیاں اکٹری کر کے ہر ایک راگ میں ایک سلسلہ کے ساتھ درج کیں۔ جو کہ ادب اور سچ خ مہان پرشمناس کے ہی لوگ ہے۔ کیونکہ جب تک دھرتی لدا آکاشس ایوم سورج اور چاند نہیں گئے تب تک اس کا مطالعہ اور ترقی آدھی کا کاریہ چلتا رہے گا اور کروڑوں کی سنگتیں میں زنا رہیں اسے پڑھ اور سنکھ اپنا ناؤ جنم سچیل کریں گے۔ سچ ہے آپ کی ہی سنگت منی صاحب میں گائی ہوئی چوبائی آپ سے پلٹ ہو کر پھر آپ کے ہی نام گوردشن کرتی ہوئی آپ کو ہی اشارتاً سنگیت کرتی ہے۔

دھن دھن دھن جن آ یا

گورد پر سادرب جگت تر آ یا

اس کے علاوہ گوردگھر کے خاص پریمی اور گوردی کے خاندان سے گہرا سنبندھ رکھنے والے گورد مکھ پیارے بھائی گورداس جی نے بھی اپنی اس ذیل کی وار (شبد) میں آپ کی قلبی حالت کو کئی مثالیں دے کر بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ وار یعنی شبد یہ ہے۔

(دھانا۔ گورد ارجن وٹوں قربانی)

دھند سے گورد دیاؤ دیچ  
میں کلیں بیت نہر بانی  
درش دیکھ پتنگ جیوں  
جوتی اندر جوت سنبانی  
خند شرت لو مرگ جیوں  
بھیر پئی چیت اور نہ آنی  
چون کل بل بھنور جیوں  
ٹھٹھ پٹ دیچ دین دہانی  
گورد اپیش نہ دیر سے  
باہیا جیوں آکھ دکھانی  
گورد مکھ شبد بھل پرم رس  
سج سمادھ سادھ رنگ جانی  
گورد ارجن وٹوں قربانی



مختصر مطلب :- اس دار کے اندر بھائی گورداس جی نے شہری گوردارجن دیوجی کی قلبی حالت کو بیان کرتے ہوئے یوں بتایا ہے کہ  
مرگ، بھنڈا اور بابیہا کے پانچ درشتانت دیئے ہیں۔ مطلب اُن کا یہ ہے کہ جیسے پھلی آدی جیو اپنے اپنے درشتے میں بگھن ہو کر اپنی  
جان تک قربان کر دیتے ہیں ویسے ہی گوردارجن بھی ان کی طرح اپنے ایشٹ پر ماتا میں بگھن ہو کر آخر اُسی کے اندر ہی سما گئے وہ مین کی  
مانند اتم سمندر میں پتنگ کی طرح پر ماتا جیوتی میں مرگ کے سمان شبد مہرت کی بو میں بھنڈور کی طرح چرن کل میں اور بابیہا کی مانند گورد  
اپیش میں ابھید ہو کر ٹم ہو گئے۔ انہوں نے پر ماتا میں سہج سمدھی اور سکھ روپ بھی پایا۔ اتاہ میں اُن گوردارجن پر قربان جاتا ہوں۔  
اسی طرح گورد گرنہ کے آخر میں مہترانامی بکٹ نے بھی گوردارجن دیوجی مہاراج کی شناس میں یہ نیچے کے دو سویتے اچاران  
کئے ہیں وہ بھی غور طلب ہیں۔

مہترارجن کو پر بھ دین دیال ہے سنگت سریشٹ نہال کری  
رام داس گورد جگ تارن کو گورد جوتی ارجن ماہیں دھری  
ایہم بدھتے تے مت چوکیں دے من بھید و بھید نہ جانوں بیو  
پر پتھہ ردے گورد ارجن کے ہر پورن برہم نو اس یو

(۲)

تت دچار یہی مہتر ا جگ تارن کو ادتار بنا یو  
جیو جن ارجن دیو گورد پھر سنگٹ جون گر بھ نہ آئو  
دھرن گگن نو کھنڈ میں جوت سڑی دھیمو بھہر  
بھن مہتر ا کچھ بھید نہیں گورد ارجن پر تھہر

گورد گرنہ صاحب کی سہماپتی پر جہاں بھٹوں نے گورد نانک، گورد رام داس اور گوردارجن کی استی کی ہے وہاں یہ اوپر  
کے دونو سویتے گورد ارجن کی شناس میں مہترانامی بکٹ نے کہے ہیں جس طرح ہم پُراؤں کے اندر وید استی صفتے ہیں کہ پر تقویٰ کا  
بھار اتر جانے کے بعد چاروں دیدمورتی مان ہو کر آئے اور بھگوان رام اور بھگوان کرشن کی استی کی ٹھیک اُسی طرح ہی وہی  
بھاد لئے ہوئے بھٹوں نے گورد نانک آدی گوردوں کی استی کی ہے۔ دیکھئے مندرجہ بالا دونو سویتے گورد ارجن کے عین ایڈر آئے  
کا پیر کیے دیتے ہیں۔ اس میں شک مطلق نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ دھرم پر جان تک قربان کرنے کا عملی سبق جو گوردارجن نے سکھلایا ہے  
یا ایسے کڑے حالات میں اپنے من کو مار کر شنتی کا اپدیش اور اس کی شکشا جو گورد ارجن نے جتنا کو دی ہے اُس کے مندرج  
اوسا کوں ہو سکتا ہے۔ سچ ہے۔

गगनं गगनाकरो सागरः सागराव ।  
गुरोरीश्वरयो मीहमा गुरोरीश्वरयोरिव ॥

یعنی جیسے گگن (آکاش) گگن کے ہی تکیہ ہے اور ساگر (سمندر) ساگر کے ہی لئے ہی گورد ادریشور کی مہماں گوہر اور  
ایشور کے ہی تکیہ ہے (اس کے اندر کوئی دوسری مثال نہیں)  
دیانت آچاریہ جگت گورد شکر آچاریہ کے بعد گورد نانک ہی بھگتی پتھ کے پردر شک بھگتی کے آچاریہ مانے جاتے ہیں  
یہ ہمارا اینا زاد یہ نگاہ بھی ہے اہم سمجھتے ہیں کہ جگت کے کلیان کے لئے ایک ہی گورد نانک سپرٹ "دس گوردوں کے روپ  
میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہی اس لئے بھی اس میں شک کو گنجائش نہیں۔ باقی یہ امر بھی نے الاقہ عین صحیح ہے کہ وہ ہی ایک "گورد  
نانک جیوتی" کی کسی دگر سے میں اپنے فعل کمال کے ساتھ پرت ہوئی تھی جیسے پہلے گورد نانک آکاریں پھر گوردارجن کے لباس



میں اور آخر گرو گوبند کے رُپ میں۔ چنانچہ ان اہل سے جو کار بارے نمایاں ظاہر ہوئے ان کے اندر وہ اپنی مثال آپ ہی رکھتے ہیں۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ان تینوں ہندو دیکھتیوں کی تصنیف سے جو گورو گرنتھ اور دھرم گرنتھ میں درج ہے ان کے پُلان پریشور مہروپ ہونے کی مکمل تصدیق ہوتی ہے کیونکہ ایلے وشال گرنتھوں کی رچنا کسی سادہ لکھان مافو کا کام نہیں اور یہ امر نے الحقیقت درست ہے کہ ایسی کبھی رس کی بانی دنیا کے تختہ پرہ موجود نہیں۔ جنہوں نے اس کا بغور مطالعہ کیا ہے لہذا جو اس کی ماہیت کو جانتے اور سمجھتے ہیں وہ یقیناً اس بات کی دادیں گے۔ دہندہ جن کا محض اس کے پانچ ماہ سے ہی پر یوجن ہے وہ کیا جانتے ہیں کہ اس کے اندر کن تین تہی رتھوں کو شمشن کر کے رکھا گیا ہے۔ راتم احدث نے گیتا اور اپنشد آدمی دیگر سنسکرت بھاشیہ گرنتھوں کا مطالعہ برسر کیا ہے اس وجہ سے کچھ کچھ اس کی بزرگی اور عظمت کو سمجھنے لگا ہوں۔ رتھ بڑے پندت اور ادا کسی مہاتماؤں نے تو اسے "پنج دیہ" کے نام سے نامزد کیا ہے اور یہ صحیح ہے کہ جملہ دیدول اور ان کا تھو اس کے اندر عین سہل بھاشا اور مدھر کو تھامے رُپ میں گورو نانک اور گورو ارجن نے رکھ دیا ہے۔ اگر کوئی رمنوشناس ہو گا تو یقیناً اس میں چھپے ہوئے تھو کو پر گٹ پائے گا۔ راتم پر تو ان کی بانی کا فاضلہ اثر ہوا ہے چنانچہ اسی آدھار پر یہ چند سطور ان گوروؤں کی تعریف میں لکھی ہیں۔ اغلب ہے کسی آدم پیارے کے کام میں آجادیں اور اُسے گورو بانی سے پریم پیدا ہو جائے اور ہمارا پریم سچل ہو۔ لیکن یہ سب گرینڈ پوجیہ گوروؤں کو ہے ہمارے اندر کچھ نہیں۔ اب آئیے سب مل کر گورو استی میں یہ بھائی کا ایک معن گات کریں۔

دھارنا۔ دھن گوروناک ٹوں، دھن گوروارچن ٹوں

عاشقی توں ہی فرشتی توں ہیں برہم آتم کشی بھی توں ہیں سب وچ رہسدا اتم

ہر ہر دے بچ کوں پیادے کھنکھن پیاوئے کھینکھن دے کھنکھن پیاوئے کھنکھن کول

دعوت گورد نانک گوں      دعوت گورد ارجن گوں  
میری میں چھوڑس جا کے      نہ مناسیل تال دوس جا کے  
میں میری کی قسم ہے گوں

حسن گوردانک توش دهن گوردان توش

دھن گرو نانک تولى دھن گرو ارجن تولى

اسی طرح ہم اپنی اس کفایت کرتے ہوئے اسے گوردوارہ میں چرن کھلوں میں بطور پیشانی بھینٹا کرتے ہیں اور  
اسی طرح اس بات کی کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو اپنے لعل کی چرنوں کی بھینٹ پر دیا کریں تاکہ ہمارا یہ مانو جنم سچیل ہو

(ادشم)

شری گورو  
چون کے  
ارنم است



از شری امر ناتھ جی دیوانہ

الغامی نظم

# شانت مئی داسن سکھان والے

یہ نظم شانت مئی کے دیوانہ شری گورو ارجن دیو جی مہاراج کے شہیدری دن منانے کے وقت بڑھی گئی اور انعام حاصل کی گئی

لیکن لگیاں آہ ! تلک دی حبیب سکی  
کیوں کہ گرمی نے ات سی جانی ہوئی  
آف آف کر وکی پیکار اٹھے  
آتوں تو سی حد بھٹائی ہوئی  
سورج ہتیارے تاتا کھتے  
تا بے داگ سی دھرتی بنائی ہوئی  
چند نہال لکے جانے کدے دیکھے  
ارجن دیو ستگر نیوی پائی ہوئی

صدق دھیر گھمیرا قدم چلے آئے ساتھ ہی ساتھ نبھان والے  
پنچھ دھدی محل وچ چرن پایا شانت مئی داسن سکھان والے

ارجن من جا اے دی گل میری  
نہیں تے تیرا ایہہ وڈا قصور ہوئی  
میرے تہرائے بدگار تیرا  
نہ کوئی پاس ہوئی نہ کوئی دُور ہوئی  
تیری آج ہی اٹھ مکا دیاں گا  
بھلا دی وچ تیرے غور ہوئی  
سول گڈ کے سر دربار دیکھن  
تیرے نال دی دانگ منظور ہوئی

میرا حکم عدو نہ نہیں سہ کھا کھوں سداں میں تنوں کھان والے  
آؤں ہنس کے سخن اُچار دے نے شانت مئی داسن سکھان والے

چند دھ دے دے دل دی ڈیج لاہ لے  
اُساں اکھن تینوں زبان کی اے  
اے پر سکھ بھوکے جھڑا این منے  
دھرگ کار اس دی زندگانی کی اے  
جھڑا موت توں دیکھ کے ہندا نہیں  
ادھنے بکے دی پیر دنہانی کی اے  
اتہاں ہور ہیاں مان گمان اندر  
توں کی جاننا ہوندی قربانی کی اے

خون بچ ادرال گا میر پیدا سخن اکھ کے توڑ سکھان والے  
اک میں نہیں کئی کرد و ہوسن شانت مئی داسن سکھان والے

سر دی لوہ تے اُندی دیگ اند  
دکھ جھلا ماہے منیر پھردا  
تشی ریت پندی دیکھ سیں آتے  
کے اکر دے سینے دچھیر پھردا  
اتہا چار نہ دیکھ سہار سکیا  
فٹے نال بھریا میاں میر پھردا  
ایڈے دکھ تہے کیوں جھل ہیا اے  
جیہڑا دنیال دی بھتی لقتیر پھردا

پھنے دل لاہور پکا دیوں ہونے کون ایہہ تہلستان والے !  
بھکدے پیر توں گڈ ڈرا کھار کیتا شانت مئی داسن سکھان والے



از قلم منت بلوکل سنگھ جی

# شری گورو امر داس جی کاشانت مئی

## چالچل پیدائش

گورو انگد جی نے شری امر داس جی کی سوا پر شاد ہو کر گوریالی کی گدی اُن کو دے دی۔ کیونکہ گوریالی کی گدی پر وہی بیٹھ سکتا ہے جو اس مقدس تخت کے قابل ہوتا ہے۔ اس وقت شری گورو امر داس جی کی ایک سو ۸ برس کی تھی۔

مسلمان لوگ جو گوندہال میں رہتے تھے، سکھوں کو دیکھتے تھے سخت درد دہ رکھتے تھے اور جل بھرتے وقت مسلمان لوگوں کو لے لے مار کر مٹھ سے توڑ دیتے تھے۔ سکھوں کو نے شری گورو امر داس جی کے دربار میں فریاد کی تو گورو جی کا بچن بکا کر تم اب گھروں کی بجائے گاگروں میں جل بھرا لایا کرو۔ اُن پر بھی مسلمان لوگوں کے پتھر مارنے سے نہ ٹپے۔ دوبارہ دربار میں سکھوں کو فریاد ہوئی۔ مگر گورو جی نے کچھ کر دھڑکیا، لیکن سکھوں کو سمجھایا کہ بڑوں سے کبھی عیب لائی کرنی چاہیئے۔ جہاں کہیں ہے وہاں پر مانتا ہے یعنی برداشت کرنے کے برابر اور کوئی تپ نہیں ہے۔

یہ مقدس آئینہ میں کہ سکھوں کو فاعوش ہو گئے۔ قدرت سے ایسا کارن درپیش ہوا کہ اندھیری شب میں چھان لوگوں کا لشکر گوندہال میں آکر اتر اتر اُن کی دروں چچر خزانہ سے لدی ہوئی گم ہو گئیں اور اُن مسلمان لوگوں نے اپنے گھروں میں سے جاکر باندھ لیں۔ پھان لوگ تلاش کے لئے گلی کوچوں میں پھرنے لگے۔ پھان لوگوں کی آواز سن کر چچر فوراً بل اٹھیں جس پر انہوں نے مسلمان لوگوں کے گھر نوٹ لئے اور بچوں سمیت مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔

اسی طرح نیک آچرن سے گورو امر داس جی کی پرعتبا اور ہیل پھلی اور جاجی لیش دیکھتی ہوئے لگی اور بکشت مایا ان کی تعینت میں آئی شروع ہوئی تو گورو انگد جی کے فرزند داؤد کے دل میں دھجھک رہی

کی انہی بھڑکی اور داؤد جی گورو امر داس جی سے گوریالی گدی پھینکے کے لئے گوندہال میں پہنچے۔ دیوان سنجابو اعتقا، سنگت بمشاد اکثر تھے۔ پوتر آبدیش ہو رہا تھا اور گورو امر داس جی سنگھاس پر راجہاں تھے۔ کھلی جانب سے آکر داؤد نے گورو امر داس جی کو لات مار کر نیچے گرا دیا اور کہنے لگا کہ یہ میرے پتا جی کی گدی ہے اس پر تم رت بیٹھو۔

شری گورو امر داس جی شانتی پور ملک تہ کال داؤد جی کے چرن دبانے لگ پڑے اور کہنے لگے۔ آپ میرے ست گورو کے فرزند ہو۔ آپ کے چرنوں کو چوٹ لگی ہے اور درد ہوا ہو گا جو میرا شریہ بجز اکتا آپ نے اچھا کیا ہے جو مجھے زندہ دیا ہے۔

یہ حالت دیکھ کر سب سیکھ مائی کھائی داؤد جی کو برا بھلا کہنے لگ پڑے مگر گورو جی نے فرمایا کہ داؤد جی میرے ست گورو کے فرزند ہیں ان کے بغیر ہم کو کون شکشا دیوے۔

پس اس روز کی تمام مایا داندنی خچر پر لد کر داؤد کو دے دی تاکہ اس کو شانتی آوے مگر اس سر میں چورل نے وہ تمام کی تمام مایا نوٹ لی اور داؤد کی سونت بدنامی ہوئی نیز اسی لات میں تمام عمر اُن کو درد رہا اور پھر وہ درد شری گورو اجن دیو جی کی کرپا سے دور ہوا۔

اتنے عظیم و مقدس سنگھاس کو حاصل کر کے پھر شانتی کو دعان کو تمام صبتا کے لئے کتنی بھاری پوتر شکشا ہے۔ سچ ہے ایسی زر لہجہ ہستی کے آنے پر طلباں حق کو شانتی کی بے بہا نعمت پر اپت ہوئی ہے اور مکتی کا سادھن پیدا کرتی ہے۔

(ادامہ شرم)



## نوائے مومن

جو کامل ہوش آئے دل سراپا ہوش ہو جائے  
نظر اُس کی تجلی سے جو ہم آغوش ہو جائے  
ترے ہی نور سے روشن چراغ بزم ہستی ہے  
کہ امت کر کچھ ایسی اپنے ستوں کو عطایا رب  
وہ دل کیا ہو بندی سے ہستی کی طرف مائل  
ترے نقش قدم ہی پھول بن کر کھل گئے ہونگے  
غضب کی چیز ہے! ہستی محبت کی معاذ اللہ!  
ہئے موج ذات سے میری ظہور کثرت عالم  
ہزاروں انقلابات جہاں ہیں چشم ساقی میں!  
جہاں موج سرور ذات میں روپوش ہو جائے  
تو جس شے پر پڑے وہ بے نیاز ہوش ہو جائے  
جو گویا ہے تو شمعِ زندگی خاموش ہو جائے  
جو اُن سے ہوش کی پوچھے وہی مدہوش ہو جائے  
وہ سر ہی کیا ہو جیتے جی و بالِ دوش ہو جائے  
وگرنہ خاک کیا معنی چین بردوش ہو جائے  
کہ پیرِ میکہ بھی بے پئے مدہوش ہو جائے  
ابھی مستی سے کروٹ لول جہاں روپوش ہو جائے  
کسی کو کیا خبر کہ جُنشِ خاموش ہو جائے

چھپاتے ہیں وہ مومن! اس لئے روئے منور کو  
انہیں ڈر ہے نہ کوئی دیکھ کر بے ہوش ہو جائے



۲۱۔ گورکھ ناتھ مندرہ ایلٹیر ادم دہلی

# گورکھ

ماہی پر تھا لیکن ایک غریب لڑکے کے لئے سواری کا کون  
انتظام کرتا۔ اگرچہ اُن دنوں میں دو یا تین لڑکے عام طور پر گرو  
جی کے ہاں ہی قیام پذیر ہو جایا کرتے تھے۔ جوہن کو حیران و پیدل  
چل کر آنا جانا پڑتا تھا۔ کیونکہ ایک تو اُس کی ماں محراب کے لئے  
اس کی خدائی گوارا نہ کر سکتی تھی۔

ماتے میں ایک سنسان جنگل پڑتا تھا۔ جوہن کو اسی میں سے  
ہو کر جانا پڑتا تھا۔ صبح سے شام تک پڑھنے کے بعد جب وہ  
واپس لوٹتا تو تاریکی بہت بڑھ جاتی۔ لہذا اُسے جنگل میں سے  
گذرتے ہوئے بہت ڈر لگتا۔

ایک دن گورو کے گھر میں کوئی تقریب تھی اس لئے جوہن  
کدواں سے لوٹنے میں کچھ دیر جوہن سا نہ بھری رات کی وجہ سے جنگل  
میں تاریکی کا قسط ہو گیا تھا۔ معلوم بچہ خون سے بہم گیا۔ جنگلی  
جانوروں اور گیدڑوں کی آوازیں سن کر وہ گھر گھر کانپنے لگا۔ ماں  
بھی بے قرار ہو کر اس کی تلاش میں سرگرداں تھی۔ جوہن اپنے نئے پہنا  
پر نظر پڑی دُرا گورو میں اٹھا کر گھر لے آئی۔

جب جوہن کے حواس بجا ہوئے تو اُس نے ماں سے کہا  
”ماتاجی! مجھے ہر روز شام کی تاریکی میں جنگل میں سے گزرتے  
ہوئے ڈر لگتا ہے۔ اگر آج تو نہ پہنچتی تو نہ معلوم میرا کیا حشر ہوتا  
دوسرے لڑکوں کی طرح اُن کے لئے ان کے نوکر ہمراہ رہتے رہے۔ کیا  
میرے لئے کوئی بھی نوکر نہیں ملے گا؟“

بچے کی مصدقہ گفتگو سن کر اپنی مفلسی کا خیال آتے ہی  
برہمن کی آنکھیں ڈبڈبائیں اور بولی۔ ”بیٹا! اپنے معاصی کی

کسی چھوٹے سے گاؤں میں ایک بیوہ برہمنی رہا کرتی تھی۔  
وہ نہایت غریب تھی۔ اس کا ایک کھن بیٹے کے علاوہ اور کوئی  
رشتہ دار نہ تھا۔ برہمنی کو دو چار شریف گھرانوں میں سے بھیک  
مانگ کر جو کچھ مل جاتا اُسی سے اپنا اور اپنے بچے کا پیٹ  
بھرتی۔ کسی دن اگر بہت ہی کم بھیک ملتی تو برہمنی خود بھوکا رہ کر  
سب کچھ بچے کو کھلا دیتی اور اُسے چھاتی سے لگا کر صبر و  
تلاش سے سرجاتی۔

گاؤں میں خوشحال لوگوں کی کسی نہ تھی لیکن غریب بے کس  
بیوہ کا کسی کو بھی خیال نہ تھا۔ محل میں رہنے والے امیروں کو اناب  
شناپ چیزیں پریش میں مٹھاتے لہسنے کے باعث اکثر برہمنی کی  
شکایت رہتی تھی۔ لیکن غریب کی طرف ان کی توجہ کیوں مبذول ہونے  
لگی۔ دنیا میں کہتے ہی بے کس اور غریب زن و مرد بھوک سے تڑپ  
تڑپ کر مر جاتے ہیں ان کی حالت پر کون رحم کرتا ہے؟

لیکن بلیوں کے والی خود بھوکاں ہوتے ہیں۔ برہمنی کے بچے  
کی عمر چھ سال کی ہو گئی۔ ایک برہمن بچے کے لئے تعلیم ضروری ہے  
لیکن اس کی کیا تدبیر ہو۔ برہمنی کے اپنے گاؤں کے لوگ تو رحم و  
مہم دہی کے وصف سے عاری تھے لہذا اس بچہ کی پروری نے  
ایک پڑوس کے گاؤں میں اپنے نور نظر کو تعلیم دلوانے کا انتظام  
کرنا چاہا۔ چنانچہ ایک دن وہ اسے ساتھ لے کر دوسرے گاؤں  
کے گورو جی کے پاس جا کر رہنے لگی۔ گورو جی کو دیا اگلی۔ انہوں نے  
بچے کو پرہیزگار بنوا کر دیا۔

جوہن پڑھنے کے لئے جانے لگا گاؤں دو کوس کے



دراستان تجھے کیا سناؤں ہم لوگ نہایت غریب ہیں تو کر سکتے  
کا مقصد کہاں؟

مال کی آہیدہ حالت دیکھ کر مہرمن بھی رو پڑا اور بولا: "ماتا!  
تو روتی کیوں ہے کیا ہمارا اس دنیا میں کوئی بھی نہیں؟"  
مہرمن کا یہ سوال سن کر برابری منہ سے اس کی آہ کے پاؤ  
تسے سے زمین کو دیکھ سکتے تھی۔ مہرمن مبراہت سے چھوٹنے لگی مہرمن  
اُسے فوراً ہی خیال آگیا کہ ایشور تو انا تھیں کہ نہ تھے ہیں کیا وہ ہمارے  
نہیں ہیں؟ یہ سوچتے ہی اس کا دل مضبوط ہو گیا۔ اُنکو ایک دم غم  
لگنے لگی۔ بولی: "بیٹا! میں کیوں نہیں غمزد ہو رہی تو یہاں خود ہیں۔"  
بچہ بولا: "مال! گو بال میرے کیا لگتے ہیں؟"  
ماتہ کی ماری مال کے منہ سے بے ساختہ نکلی گئی کہ بیٹا!

وہ ہمارے بڑے بھائی ہیں۔

بچے نے پوچھا کہ وہ رہتے کہاں ہیں؟ میں نے انہیں کبھی  
نہیں دیکھا۔

برابری کا دل ایشور پریم میں مگن ہو رہا تھا۔ جب انسان محروم  
سے یا کسی پر کر لیا تو ان کی شرم میں آتا ہے تو اسے فی الفور سہارا  
ہل جاتا ہے۔ وہ یکدم طاقتور، تیز فہم، با حوصلہ اور پرجل جیسا ہوتا ہے  
پس برابری ایک پرستش لوج میں بدل کر نکلی کہ: "بیٹا! میرا گو بال  
حرجو کو جود ہے۔ شعلی دتھی، آگ پلانی زمین و آسمان سب جود  
اس کا سال ہے کوئی بھی جود اس سے ظالم نہیں۔ لیکن اس کا دشمن  
آسان نہیں ہے۔"

ہر جود کو جود ہے پر جود نظر آتا نہیں!  
گمان سامن کے ہنس کھینچا تا نہیں  
اس سے ملنے کے لئے جلیک جھپٹا کر طبیعت کی آواز  
دل بے ترائی ایک ضروری مقرر ہے۔

ایک دفعہ بند رابن میں گوال ہال اس کے دشمن کے لئے  
بے تاب ہوئے اور ان کو دشمن ہو گیا۔ پانچ پھل کے بچے دھو  
نے بھی اپنی شعلی کی کشش سے اسے جھپٹا کر لیا۔ جو کہ اس کا ایک  
دفعہ دیکھ لیتا ہے ہمیشہ کے لئے اس کا بھرتا ہے۔

مہرمن نے پوچھا کہ: "ماتا! کیا مجھے بھی گو بال بھائی کے  
دشمن ہو سکتے ہیں۔ مجھے اس کے بنانے کے لئے کیا طریقہ

اختیار کرنا چاہیے؟"

برابری نے ایک غیر متزلزل اعتقاد کے ساتھ جواب دیا کہ  
"میرے مہرمن نے مجھے اپنے بچے! جس جنگل میں سے نکلی تھی  
اسی جنگل میں تیرا گو بال بھائی رہتا ہے۔ اُسے پتے دل سے پکھا  
گیا تو وہ ضرور آجود ہو گا۔"

صاف باطن بچے نے دوسرے دل جنگل میں داخل ہوتے  
ہی پکارا: "گو بال بھیا! گو بال بھیا! آگم کہاں رہتے ہو؟ آؤ  
مجھے ڈر لگتا ہے۔" یہ کہتے ہی اُس کے کان میں اسے  
ایک آواز آنی ہوئی معلوم ہوئی کہ "میں یہاں ہوں، آؤ ہم ہوں۔"

یہ آواز سننے ہی بچے کے دل کو ڈھکا کس بندھ گئی اور  
اس کا خوف و خطر کا فور ہو گیا۔

تھوڑی ہی دُور چلنے پر اُسے اپنا ہم عمر ایک نہایت ہی  
خوبصورت اور دل فریب لڑکا اپنی طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔ جو کہ آنا  
فانا اُس سے بے لنگر ہو کر اس کے ساتھ کھینچنے لگا گیا اور بیکشت  
شیام سندھ ہی تھے۔ جنہیں مہرمن نے اپنا گو بال بھائی سمجھ کر ایک  
ناتابل بیان سرت کا احساں کیا۔

گھر آکر مہرمن نے اپنی مال سے یہ سارا مال کہہ سنایا۔ برابری  
پرقت طاری ہو گئی۔ روتے روتے سوچا کہ جس دیوانہ بھگوان نے  
میں نے بچے دھو کو دشمن دیا تھا وہی میرے بچے کی پکار پر  
پہنچے ہو گئے ہوں تو کیا تعجب ہے؟ یہ سوچ کر وہ ایک گھر  
آسان میں مگن ہو گئی۔

کچھ عرصہ بعد گود جی کا باپ سو گیا۔ اُس کے  
شر لاہ و دیو کے لئے غضب و رنج و دیار مٹی بچوں نے اپنی  
کوفیق کے مطابق کچھ نہ کچھ گود جی کے آگے بطور نذرانہ پیش کیا۔ یہ  
حال دیکھ کر مہرمن نے بھی غصے کی کوہ سے دین دیال اچھے بھی کچھ لانے  
کی آگیا دیکھئے۔

گود جی نے اس کی مال کی نفسی کا خیال کرتے ہوئے اوشلا  
کیا کہ بیٹا! تجھے کبھی نہیں لانا ہو گا۔ لیکن جب بچے نے بہت اڑا  
کیا تو ناچار انہوں نے کہہ دیا کہ بیٹا! ایک ٹوٹا دودھ سے آنا۔  
مہرمن خوش ہو گیا۔ گھر آکر مال سے بولا کہ گود جی کے  
پتا کے شر لاہ کے لئے آج سب دیار مٹی کچھ نہ کچھ لے لائے



مہر دل کی تھیلی لے آیا ہے۔ دودھ کھسی برتن میں ڈالو اور ہنسا  
اس آنت کو ایک طرف۔

اس بے عزتی سے بچنے کے چہرے پر اُداسی سی چھا گئی یہاں  
کیا کرتا ہے اختیار رونے لگا۔

مہر دل کی تھیلی کا آنت کون پاسکتا ہے اس میں معصوم بچے  
کی گریہ دھاری نے ذرا اپنی طرف مائل کر لیا۔ تو کراس دودھ کو ایک  
کٹہرے میں اُٹھیلنے لگا۔ کٹہرہ تو بھر گیا مگر دودھ ختم نہ ہوا اس  
نے ایک گلاس اُٹھایا وہ بھی بھر گیا اور دودھ جوں کا توں ہی رہا۔  
پتھر ایک بالٹی میں ڈالنا شروع کیا وہ بھی بھر گیا لیکن دودھ ختم  
نہ ہوا۔ تب تو کٹہرہ بہت بھر لیا اور اس نے گود کے پاس جا کر  
تمام حال کہہ سنایا۔

شراب دھ کے لئے بہت سے عالم فاضل رہیں جمع تھے اس  
تجب خیر واقعہ کو سن کر رب دہڑے آئے کیا دیکھتے ہیں کہ  
ایک چھوٹی سی لٹیا دودھ سے بھری ہے پاس ہی کسی ایک بڑوں  
میں دودھ جھلک رہا ہے۔

گودھی سے ڈر سے کہا۔ ذرا میرے سامنے بھی تو ڈالو۔  
تو کہنے ایک دوسرے برتن میں لٹیا کا دودھ اُٹھیلنا  
شروع کیا۔ بہت بھر گیا لیکن لٹیا خالی نہ ہوئی۔ پھر اس سے کہیں  
ایک بڑا برتن رکھا گیا۔ وہ بھی چشم زدن میں بھر گیا اور دودھ جوں  
کا توں ہی رہا۔

تب تو گودھ لالچ اور براہین مشمل کی حیاتی کا کوئی ٹکڑا نہ  
رہا۔ گودھی نے پوچھا۔ "بیٹا! تو دودھ کہاں سے لایا تھا؟"  
بچے نے معصومانہ انداز سے جواب دیا کہ "میرا گوبال بھائی  
جھل میں رہتا ہے اس نے دیا تھا۔"

گودھ نے پوچھا۔ "گوبال کون ہے؟"  
مومن بولا۔ "میرا بھائی ہے میری ماں نے کہا تھا کہ جس  
چیز کی ضرورت ہو اس سے مانگ لیا کرو۔ وہ دینوں کا ناتھ ہے۔  
جب کوئی بے مین ہو کر اُسے پکارتا ہے وہ جھٹ آجاتا ہے  
اس کی اچھیا پوری کرتا ہے۔"

مانگ کی بات سن کر گودھ نے اُسے چھاتی سے لگا لیا جس  
لو کے کہ پہلے جھیر بھاجا تھا وہی اب قابلِ کٹھن ہو گیا۔ سچ ہے

تھے اور مجھے صرف ایک لٹا دودھ لانے کی آگیا ہوئی ہے  
کلی شراوہہ کو گا۔ اس نے کچھ دودھ ضرور خریدا لانا رہا یعنی  
کا کھڑا اٹھاس کا منکن تھا بول۔ "بیٹا! یہاں تو بھونٹ گوری  
بھی نہیں دودھ کہاں سے لاؤں۔ مانگ کر لانے کے لئے لٹیا  
تک بھی تو گھر میں نہیں۔"

مومن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار بہنے لگی اور بولا۔  
پھر اب کیا کیا جاتے۔  
راہ میں نے کہا۔ "بیٹا! گوبال بھائی سے کہنا وہ ضرور ہی  
کوئی پریشہ کر دیگا۔"

مومن خوش ہو گیا علی الصبح گودھی کے ہاں جلتے کوٹے  
جھل میں حسب معمول جو بیٹی اُسے گوبال بھائی ملے۔ اُس نے جھٹ  
کہہ دیا کہ بھائی! ہمارے گودھی کے پتا کا شراب دھ ہے اس  
کے لئے ایک لٹا دودھ درکار ہے پس بھیا! مجھے ایک لٹا  
دودھ لا دو۔

گوبال بڑے پیار سے بولے۔ "بھائی مجھے پہلے ہی معلوم  
تھا۔ اس لئے یہ دیکھ میں دودھ کا لٹا ساتھ ہی لے آیا ہوں۔  
اسے لے جاؤ۔"

مومن نے ٹوٹا لے لیا۔ اُس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی گویا  
کھانے جو احرام کھڑا نازل گیا۔

وہ ہنستا ہنستا دودھ کا لٹا لے کر گودھی کے پاس جایا پیچا  
دوسرے بچے اپنے اپنے تحفے جو کہ ایک سے ایک بڑھ کر تھے۔  
لانے کوئے تھے جنہیں گودھی کے ذکر ان کے آگے باری باری  
سے پیش کرتے ہوئے ایک ایک دکھاتے تھے مومن کے ہاتھ  
کا ہتھکب سے بھی تو ہر نیک بچے نے غزوہ ہو کر گودھی سے کہا  
"بھائی! میں بھی دودھ لایا ہوں۔"

گودھی عمدہ عمدہ چیزوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے انہوں  
نے مومن کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ سچ ہے غریبوں کی باتیں  
کون سنتا ہے اور ان کے ہاتھ سے غریبانہ تحفوں کی طرف  
کون آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے جب مومن نے بار بار پتھر پتھر گودھی  
کی توجہ اپنی طرف پھری تب گودھی نے جھجکا کہ ایک ذکر سے کہا  
کہ دیکھو یہ لٹا کا کڑا کڑا شیریں شاد چھارہ ہے مگر ہمارے لئے



جو بھگوان کا پیارا بوجھاتا ہے وہ سارے جگت کی آنکھوں کا تارا بوجھاتا ہے۔

براہمن منڈلی بھوجن کرنے کے لئے بیٹھی۔ آج شزارہہ کے بھوجن میں مومن کے لائے ہوئے دودھ کی کھیر بھی شامل تھی۔ براہمن جوں جوں کھاتے تھے اُن کا اشتیاق بڑھتا ہی چلا جاتا تھا۔ ایک زرا لاسی مزا آتا تھا بھگوان کے پرشاد کی برابر ہی بھگوان کی نعمت کو سمجھ سکتی ہے براہمنوں کی ختم ختموں کی بھوک دُور ہو گئی۔ ان کا بڑا پیار ہو گیا۔ وہ نہایت خوش و خرم ہو کر مومن کو آشیرداد دیتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

آخر میں وہی بھوجن مومن اور دوسرے لوگوں نے بھی کھایا جب رب لوگے چلے گئے تو گورو جی نے مومن سے کہا کہ "بیٹا! آج مجھے بھی ساتھ ملے جا کر اپنے گویال بھائی کے درشن کرادے۔"

مومن گورو جی کو ساتھ لے کر چل پڑا۔ جب جنگل میں پہنچے تو مومن نے "گویال بھیا! گویال بھیا! کہہ کر نکالا۔ آواز آئی کہ مومن! تم اب اکیلے نہیں ہو۔ میں نہیں آؤں گا۔" مومن نے کہا "بھائی! میرے ساتھ گورو جی ہیں وہ تمہیں دیکھنا چاہتے ہیں۔"

معصوم بھگت کی معصومانہ اتھاس کو سن کر شیشیم سندر فوراً پرگٹ ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی مومن گورو جی سے بولے "وہ دیکھو میرا گویال بھائی کتنا سندر ہے!" گورو جی کو سوائے ایک متحیر کن روشنی کے اور کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔ انہوں نے کہا "کہاں ہے؟ مجھے تو اس اُجالے کے سوائے اور کچھ بھی نظر نہیں آتا ہے۔"

مومن نے چکا کر گویال بھائی یہ کیا تماشا کر رہے ہو؟ جواب ملا کہ "بھائی! میں تو تمہارے پاس آتا ہوں اس لئے کہ تمہارا سن پوتر ہے اس میں پریم بھرا ہے تمہاری بھگتی مکمل ہو گئی ہے لیکن تمہارے گورو ابھی تک درشن کے عقدار نہیں ہوئے۔ جس قدر پرکاش انہوں نے دیکھا ہے وہی ان کے لئے کافی ہے۔ اسی سے ہی اُن کا کلیان ہو سکتا ہے۔ یہ الفاظ گورو جی نے بھی سُن لئے۔ اُن کی باطنی آنکھیں کھل

گئیں۔ پریم کا سمندر موجزن ہو گیا۔ مسرت سے جھوٹے ہوئے بولے کہ "اے ناکہ! تمہارے لاشانی پرکاش نے میرے من کا اندھیرا دور کر دیا اور تمہاری منوہر بانی نے مجھے سدھ آتم پوری پر پہنچا دیا۔ میرا مرتبہ اس زمان سے بھی بلند ہو گیا۔ اب میں اپنے دل میں تمہارا درشن کر رہا ہوں۔"

گورو جی کی یہ حالت دیکھ کر مومن شکارم تھا۔ آئندہ گورو جی پر بھی شیشیم سندر کی کرپا ہوئی اور انہوں نے اسے ساکشات درشن دے کر بھال کر دیا۔

مومن کے ہمراہ گورو جی براہمنی کے پاس آئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہیں بھی گویال بھائی مومن کی ماما کی گود میں بیٹے اٹھکیلیاں کر رہے ہیں۔ گورو اور چچا اس اٹھکے نظارہ کو دیکھ کر بادہ مسرت سے سرشار ہو گئے۔

"بو لوالیو پریم میں مگن ہوئے ہوئے مومن اس کی خوش قسمت مال اور مومن کے گورو دہاراج کی جے!" (ادم شرم)

## "امرت سرووڑ" مصنفہ بھاگل جی سیلنی

اگر آپ پریم بھگتی اور بھگوان کے دلکش نظارے اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں تو اس انمول کتاب کا مطالعہ کیجئے۔ اس کتاب میں نہایت شیریں اور موثر قصوں میں سچے پریم اور اخلاق و معرفت کا جوہر بھرا پڑا ہے۔ عام شکایت ہے کہ پریم ناما نہیں ملتا۔ شامی پریم نہیں ہوتی۔ پیار سے دوستو! پریم ناما سے زیادہ آپ دنیا سے پریم کرتے ہیں جب یہ حال ہے تو پھر شکایت کس منہ سے کرتے ہیں۔ جو ایثور سے پریم کرتا ہے وہی اس کو پاتا ہے دوسرا نہیں۔ سچ کی ہمیں دین دولت اور استری بال بچے پیار سے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمیں ایثور نہیں ملتا۔ یہ چند روزہ خوشیاں ہم سے بھین لی جاتی ہیں اور ہم راج بے رحم شکار کی طرح ہم کو جیتاؤں میں جلاتے رہیں گے۔ اگر آپ جلدایا جانا پسند نہیں کرتے اور آکاؤں کے چکے سے بھونٹنا چاہتے ہیں تو اس کتاب کو پڑھیں۔ قیمت ۱۰/۶ روپے علاوہ محصور لٹاک۔

ملنے کا پتہ: دفتر رسالہ ادم الجیسری گیسٹ دہلی



انہما تمانت رام جی

# خود ہر صورت میں آیا ہے

۲

دلدار دل اندر بڑا ہے نہیں راز کسی کو بھدا ہے  
جو ہر دم مفتوں اُسا ہے اُسے وصل عطا فرمایا ہے

خود ہر صورت میں آیا ہے  
جس نقطہ غیر مٹایا ہے

۱

جب عشق ظہورہ پایا ہے بے رنگی رنگ دکھایا ہے  
ہر صورت بن کر آیا ہے نہیں اپنا آپ چھپایا ہے

خود ہر صورت میں آیا ہے  
جس نقطہ غیر مٹایا ہے

۴

دل خال چہرہ دلدار ہے یہ زیب نما رخ یاردا ہے  
حیرت عارف ہی بیکاردا ہے اس زیا کر دکھلایا ہے

خود ہر صورت میں پایا ہے  
جس نقطہ غیر مٹایا ہے

۳

حر جہاں حسن نمائش ہے اک دید ہی سیال دُاش ہے  
نہیں حاجت کچھ تر تاش ہے جب نور نظر کو پایا ہے

خود ہر صورت میں آیا ہے  
جس نقطہ غیر مٹایا ہے

۵

دُہ دُہ لبر تھ سے دور نہیں! خود فاخر ہے ستور نہیں  
جز محنتی علم سرور نہیں یہ جتنا ٹھاٹھ رچایا ہے

خود ہر صورت میں پایا ہے  
جس نقطہ غیر مٹایا ہے



# دھرم راج یدھشٹر

اُس نے اپنے اندھے باپ دھرت راشٹر کو اپنی طرف کر لیا اور پانڈوؤں کو طرح کی اذیتیں دینے لگا۔ لیکن سالکشات دھرم کے اوتار یدھشٹر اس قدر سختیاں کھتے ہوئے بھی اپنے دھرم سے کبھی مترزل نہ ہوئے۔ ان کا دُنیا بھریں کوئی بھی دشمن نہیں تھا۔ اسی لئے اُن کا دوسرا نام اجتا شتر بھی ہے۔ یدھشٹر بچپن سے ہی فطرتاً صلح کی روح محبت و مہر کے تحت ہمہ اعلیٰ و الٰہی کے پتے پر راستہ باز عالمِ ممکن مزاج، نرم دل، بے خوف، پاک باطن، انیاض، قربانی کے دیوتا اور انصاف پرور تھے۔

بچپن سے ہی یہ عالم باعمل ہونے کی کوشش کرنے لگے اس بارے میں ایک روایت شہور ہے کہ درون آچاریہ نے ایک دن اپنے گوریالوں کو سچ بولنے اور غم نہ کرنے کے متعلق ایک سبق پڑھایا، کسی نے کہا کہ ہم نے دس صفحے یاد کر لئے کوئی بولا۔ (پیش ۲)

جب یدھشٹر سے پوچھا گیا تو یہ ڈرتے ڈرتے بولے۔ میں نے صرف دو ہی قول یاد کئے ہیں سو وہ بھی ابھی کچے پکے ہی ہیں۔

ان کے اس جواب کو سن کر گورو جی کو غصہ آگیا۔ انہوں نے دو تین چھڑیاں زور زور سے ان کے لگا دیں۔ یہ چُپ چاپ کھڑے رہے۔ اس پر گورو جی کو بہت حیرانی ہوئی۔ وہ بولے۔ تم نے "دو" فقرے کو نئے یاد کئے ہیں؟

انہوں نے کہا کہ کرو دھن کرنا، دوسرا سچ بولنا جب آپ پھڑکی سے مجھے مار رہے تھے اس وقت میرے دل میں تو غصہ آ رہا تھا، لیکن میں بار بار آپ سے آپ کو سمجھا رہا تھا کہ کرو دھن نہیں کرنا

دھرم راج یدھشٹر مہاراج پانڈو کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ پانڈو کے بڑے بھائی دھرت راشٹر جنم کے اندھے تھے اس لئے تختِ حکومت کے حقدار پانڈو ہی تھے۔ ان کا شہر کچھ روگی تھا لہذا وہ جنگلی میں ہی رہنے لگے۔ ان کی عدم موجودگی میں کاروبار سلطنت و درجی کی سہاگتا سے دھرت راشٹر کی گئی۔ مہاراج پانڈو کی دو بیویاں تھیں، کنتی اور مادھری، انہوں نے اپنے شوہر کے حکم سے دیوتاؤں کے دوار ایک یا تین الفطرت طاقت کے اثر سے پانچ بیٹے پیدا کئے جن کی مختصر کیفیت مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) دھرم کے منہ سے یدھشٹر

(۲) وائی دیو تک منہ سے بھیم

(۳) اور دیو راج اندر کے آتش سے کنتی کے لپٹن سے اجن پیدا ہوئے۔

دوسری رانی مادھری کے لپٹن سے اشونی کا دلوں کے آتش سے نکل اور سہادیو کا جنم ہوا۔ مہاراج پانڈو کی وفات کے بعد ان راہبیاؤں کو بھیشم تپا مہ جی کے سپرد کیا گیا۔ بھیشم تپا مہ دھرت راشٹر کے سو بیٹوں اور پانڈو کے ان پانچ بیٹوں کو درون آچاریہ سے تعلیم دلوانے لگے۔

دھرت راشٹر بوجہ نابینا ہونے کے سلطنت کے حقدار نہیں تھے۔ لہذا پانڈو کے بعد ان کے رب سے بڑے بیٹے دھرم راج یدھشٹر ہی حسب قاعدہ تختِ حکومت کے وارث قرار دیئے گئے۔ اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے دھرت راشٹر کا بڑا بیٹا درویدھن ان سے بچپن سے ہی کینہ رکھتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ حکومت کا حقدار میں ہی ہوں۔



چاہیے۔

اس طرح پر یہ معشر نے جب اپنے دلی جذبات صاف صاف بیان کر دیئے اور گرد و دھ بھی نہ کیا تو گورو نے انہیں چھاتی سے لگایا اور کہا کہ سچا علم تو تم نے ہی پڑھا ہے۔  
 اُس زمانے میں راجاؤں میں جو اکیلے کھلنے کا رواج تھا ایک دفعہ درلودھن نے دھوکا سے جوڑے میں اُن کا رب کچھ جریت لیا۔ یہاں تک کہ بھری سبھا میں درلودھی کو بھی درلودھن نے بڑی طرح بے عزت کیا۔ دھرم کی زنجیر میں جکڑے ہوئے یہ معشر چپ چاپ یہ سب کچھ سہتے رہے انہوں نے جوں تک بھی نہ کی۔

ہمیشہ یہ دھرم کی طرف لڑائی کرتے تھے۔ دھرم کے خلاف جہاں بھی کوئی بات ہوتی تھی یہ اس کی سخت مخالفت کیا کرتے تھے۔ دھرم ہی اُن کی زندگی کا اولین مقصد تھا۔ گناہ بد و گرز کی جنگ کے قاعدہ کے خلاف دھرم نے جب درلودھن کی ران پر گرز مار دیا تو آپ بڑے ناراض ہو کر راج گھوڑے جھگ میں جانے کو تیار ہو گئے۔ مگر ان کرشن جی کے بہت کچھ سمجھانے پر کہیں جا کر راضی ہوئے۔

جب یہ بن باس میں تھے تو درلودھن انہیں مارنے کی نیت سے بن میں گیا۔ وہاں یکیشوں نے اُسے باندھ دیا۔ دھرم اس بات سے بہت خوش ہوا لیکن دھرم اتنا یہ معشر نے اپنے بھائیوں کو دانش کر کہا کہ یہ کونسی بات ہے جب ہم آپس میں لڑتے ہیں تو وہ سب بھائی ہیں اور ہم باپچ۔ اگر کوئی غیر شخص ہم میں سے کسی کے ساتھ لڑے تو ہم ایک سو پانچ بھائی ہیں۔ تم درلودھن کو ابھی جا کر ٹھہراؤ۔

پس اُن کے حکم سے ارجن نے فوراً جا کر یکیشوں سے درلودھن کو چھڑا دیا۔

جنگ میں لکڑتے ہوئے ایک دفعہ تمام بھائی پیکس سے بے تاب ہو گئے اور ایک بڑے کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ منکر حل لینے کی نزدیک ہی ایک تالاب ملا۔ اُس میں پانی بہتا تھا۔ پانی دہلی کہ "پہلے میرے سوالوں کا جواب دو تب پانی لو۔"

لیکن نکلنے سے اس آواز کی کچھ پرواہ نہ کی اور پانی پیتے ہی میوہ پش ہو گیا۔ یہی حالت سہہ لیا، بھیم اور ارجن کی ہوئی۔

آخر کار یہ معشر آئے۔ انہوں نے یکیش کے سب سوالوں کا معقول جواب دیا۔ تب یکیش بولا "میں تم پر بہت خوش ہوں۔ چاروں بھائیوں میں سے جس کسی ایک کو تم کہو میں دوبارہ زندہ کر دوں۔"

یہ معشر بولے "میرے سب سے چھوٹے بھائی بنگی کو زندہ کر دیجئے۔"

یکیش نے کہا "تمہیں کور دوں سے لڑنا ہے بھیم اور ارجن جیسے یو دھائوں کو چھوڑ کر تم نکل کر کھس مطلب سے زندہ کرنا چاہتے ہو؟"

یہ معشر بولے "میرا کوئی ذاتی مطلب نہیں بلکہ صرف ہم کے خیال سے ایسا کرنا چاہتا ہوں۔ دھرم کا ناش کرنے والا خود نشٹ ہو جاتا ہے۔ میں دھرم نہیں چھوڑنا چاہتا۔ میری دولتیں ہیں کنتی اور مادھری۔ کنتی کا میں ایک بیٹا جی رہا ہوں۔ مادھری کا بھی ایک بیٹا جیتا رہے تو دونوں مائیں صاحب اولاد رہیں گی۔ میں دونوں مائوں کو ایک ہی نظر سے دیکھتا ہوں۔ یہ انصاف پسندی سب سے انفعلی دھرم ہے۔"

یہ سن کر یکیش بہت خوش ہوا اور اس نے چاروں کو زندہ کر دیا اور بولا "میں دھرم ہوں۔ تمہاری پرکیش کر رہا تھا۔ تمہیں دھندہ باد ہے تم اس امتحان میں پورے اترے ہو۔"

دھرم راج یہ معشر کا تمام وقت دھرم کی بابت ہی نور و فکر کرتے رہنے میں گذرتا تھا۔ دھرم کے مقابلے میں یہ کسی کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ مہا بھارت کی جنگ میں فتح پا کر یہ مہاراجہ ہو گئے لیکن راج کا ج میں ان کا سن نہ لگا اور آخر کار یہ تارک دنیا ہو کر درودھی اور اپنے چاروں بھائیوں کے ساتھ مہالیہ میں گھنے کے لئے چلے گئے۔

جب یہ مہالیہ پر بہت پرچہ دھ رہے تھے تو سلسلہ دار درودھی بھیم اور ارجن نکل آئے۔ یہ دیکھ کر دھرم نے بے چارے پرست سے پھل کر کھڑی جا کر بے۔ انہوں نے کچھ کھڑ کر بھی ان کو نہیں دیکھا۔ ایک شت بھی ہمراہ تھا۔ وہ نہیں بڑا۔



آخر کار دیوتاؤں کے راجہ اندر اپنا رکھ لے کر وہاں  
آئے اور بولے — ”آپ اپنے دھرم کی برکت سے اس  
رکھ میں بیٹھ کر مہا اس جسم خاکی کے سونگ کی طرف چلیں۔“  
یہ مشنر نے کہا کہ ”میں اپنے اس رفیق صادق کے لئے کہ جس  
نے میرا آخر تک ساتھ نہیں چھوڑا، چھوڑ کر اکیلا ہی سونگ کو چڑھ  
نہیں جاؤں گا۔“

دیو راج نے انہیں بہت سمجھایا کہ بعد ازاں کہ ایک ناپاک جادو  
ہے آپ کے ساتھ سونگ میں کیسے جا سکتا ہے۔  
لیکن وہ اپنی بات پر بہتر اثر سے رہے اور بولے کہ  
”میں نے دھرم کو کبھی خیر باد نہیں کہا۔ میں شر میں آئے ہوئے

کو کبھی نہیں چھوڑ سکا ہوں۔“

ان کی اس قدر شردھاکو دیکھ کر گستاخانے اعلیٰ رُوپ میں  
آگیا۔ دراصل گتے کے رُوپ میں نہایت خود دھرم راج ہی تھے وہ  
یہ مشنر کو اپنی گود میں اٹھا کر جسم سمیت سونگ میں لے گئے۔  
بلو دھرم راج یہ مشنر کی جے۔

پیارے سچو!

یہ مشنر مہاراج کے اس مختصر سے حیران چرتہ کو پڑھ کر لاش  
ہے کہ آپ کے دلوں پر یہ بات بخوبی نقش ہو گئی ہو گی کہ دھرم  
ہی سب سے افضل و برتر چیز ہے اسے کسی حالت میں بھی  
خیر باد نہیں کہنا چاہیئے۔  
(اوم شرم)

## عملی حیوان

اگر ہے حیوان کی تجھ کو خواہش دھرم پہ تن میں تیار کر دے  
تجھے امارت کی گر طلب ہے بُنا دے دولت تو بکیوں کو  
خودی میں نقصان ہے سر اسر جو فائدہ ہے تو بخودی میں  
یہ مانا ہے سخت آزمائش بچھا ہے پایا کا جال ہر سو  
مٹایا چاہے جو درد دنیا تو مصورت درد بن سہایا  
مثال بیکس نہ رو جہاں میں تو گل کی مانند خداں زن ہو

مثال تخم اپنی کھو دے ہستی جہاں کو رشک بہار کر دے  
مثال دریا جو پائے دیدے ملے گامت استغفار کر دے  
خدا سے ہی مانگ نا خدا بن کے تیرے بڑے کو پار کر دے  
تو دیہ کا پڑھ کے اہم عظم اہم یہ تار تار کر دے  
کسی کے پاؤں میں خار لٹوئے تو تیرا سینہ نگار کر دے  
کھل اور باغ خزاں کسیدہ کو سر سبز لالہ زار کر دے

ستم ہے جا کر م کئے جا۔ یہی تقاضا ز عمل پریشی کا  
اسی پہ عامل پریم تو ہو کہ حق تجھے کارگار کر دے



# مہاراجہ رگھو اور کوشی

رتن میں ہی ارگھیر (پوجا کا جل) دیا ہے۔ لہذا اب میں آپ سے کچھ نہیں کہنا چاہتا۔

مہاراجہ بولے — ”نہیں براہمن! آپ مجھے اپنا دھما مزدور بتائیے میں جتنے الوسع اسے پورا کرنے کی کوشش کرینگا آپ ہر طرح سے تسلی رکھیں۔“

سناتا تک نے کہا — ”ہے راجن! میں نے اپنے گارڈ کے پاس رہ کر ساٹھ ادیانگ ویدوں کا مطالعہ کیا۔ بعد ازاں گورو جی سے گورو دکشنا قبول کرنے کی پرارتن کی — وہ بولے ہم تمہاری خدمت سے ہی مطمئن ہیں۔ ہمیں مزید دکشنا کی ضرورت نہیں گورو جی کے انکار پر بھی میں بار بار اصرار کرتا رہا۔ اس پر آخر کار انہوں نے کہا کہ اچھا تو چودہ لاکھ طلائی مہیں ہمیں لاکر دو۔ پس اب میں اسی غرض سے آپ کے پاس آیا ہوں۔“

مہاراجہ نے کہا — ”اے براہمن! میرے ہاتھ میں دھنش بان (تیر و کان) کے رستم ہوئے کوئی بھی سربجادی برہمن میرے ہاتھ سے نا ائید ہو کر چلا جائے تو میرے راجہ پاٹ اور دھن دولت پر لعنت ہے۔ آپ تشریف رکھئے میں کو بڑا روک پر چڑا ہائی کر کے ان کے ہاتھ سے دھن لاکر آئی نذر کر دوں گا۔“

پس مہاراجہ نے فوج کو کمر بستہ کرنے کا حکم دیا۔ حکم کی رو سے فوج آ کر رستم ہو گئی فیصلہ ہوا کہ اگر کوئی کوچ ہو گا۔ خود انہی نے حاضر ہو کر عرض کی کہ مہاراجہ! آج رات کو سونے کی بارش ہوئی ہے اور تمام خستہ از طلائی مہروں سے بھر گیا ہے۔“

مہاراجہ نے جاکر دیکھا کہ ہر جگہ اشرفیاں ہی اشرفیاں بھری پڑی ہیں وہاں جتنی اشرفیاں تھیں ان سب کو مہاراجہ نے اونٹوں پر لاد کر رشی کار کے ساتھ بیچنا چاہا۔

رشی کار نے دیکھا کہ یہ اشرفیاں تو سقرہ تعداد سے کہیں

نورج ہنسی خاندان میں جیسے اکثر اکو اجمیدھ اور میراج بہت مشہور ہوئے ہیں۔ ویسے ہی مہاراجہ رگھو بھی بڑے مشہور رستم برہمن متبع فیض اور مہاتما اور کریم النفس حکمران ہو گورو سے ہیں۔ انہی کے نام سے رگھو دانش خاندان کی ابتدا اور شہرت ہوئی۔ اسی وجہ سے بھگوان رام چند رجبی رگھو برا رگھو، رگھو جی، رگھو ہنس گھوشن، رگھو ناتھ وغیرہ ناموں سے موسوم کئے جاتے ہیں راجہ رگھو بڑے دھرم مانتا تھے انہوں نے اپنی بہت و شجاعت سے تمام دنیا کو اپنا حلقہ بگوشش بنالیا تھا۔

یہ اپنی رعایا پر نہایت ہی مہربان تھے۔ اپنی رعایا سے بھگوان وغیرہ بھی بہت ہی کم وصول کرتے تھے اور مفتوح راجاؤں کو بھی جرت اپنا ناقص قرار دے کر ہموڑ دیتے تھے اور کوئی مزید سختی ان پر روا نہ رکھتے تھے۔

ایک دفعہ دربار میں بیٹھے تھے کہ ان کے پاس کوشس نامی ایک سناتا تک رشی کا رستم۔ مہاراجہ نے ان کا نہایت ہی گہریک استقبال کیا اور خوب خاطر قرائع کی رشی کار نے حسب قاعدہ انہیں رستم کرتے ہوئے خیر و عافیت پوچھی۔

گھوڑی رستم کے بعد رشی کار نے زحمت طلب کی مہاراجہ نے فرمایا کہ اے براہمن! رستم آؤ! اشرفیت آؤ! یہی کام دیکھ کر انہوں نے دعا کے بغیر ہی آپ کی دلچسپ جارہے ہیں۔

رشی کار بولے — اے راجن! میں نے آج کی سعادت کا شہرہ شناسے آپ نہایت ہی کریم النفس ہیں۔ میں ایک خاص مدعا کے لئے حاضر خدمت ہوا تھا مگر میں نے شناسے کہ آپ نے اپنا تمام مزدور مال بیکہ میں دان کر دیا ہے اور یہاں کم کر میں نے صاف طور پر دیکھ لیا کہ ارگھیر دینے کے لئے بھی سونڈن باتر (سونے کا چھپر) نہیں ہے اور آپ نے جس میں کئے



میں ٹھہرایا گیا۔ ایسا داتا زو سے نہیں پرکون ہوگا جو اس طرح پر  
ضرورت مندوں کے منور تھک پورا کرنے کا سہا جس رکھا ہو۔

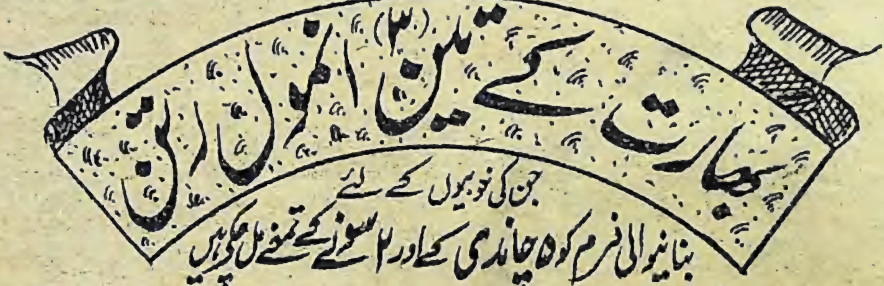
آخر کار مہاراج مذکور تمام راج کالج اپنے بیٹے آج نامی کو  
سوئپ کرتے یا کرنے کے لئے جنگل کو روانہ ہو گئے۔ اسی آج کے  
بیٹے راجہ دتھک کوئے جس میں تینوں لوگ کے مالک مریدا پار ختم شری  
رام چندر جی کے پتا ہونے کا فیصلہ حاصل ہوا۔

ناظرین! زرا غور فرمائیے کہ ہمارے بھارت درش میں کیے  
کئے دانی دیر ہو گزرے ہیں جن کے کارنامے سن کر ہم دنگ رہ  
جاتے ہیں ۛ (ادب شرم)

زیادہ ہیں تب اس نے راجہ سے کہا ”مہاراج! مجھے تو  
صرت جودہ لاکھ ہی درکار ہیں اتنی اشرفیاں میں کیا کر دینگا؟“

مہاراجہ نے فرمایا۔ ”اے رشی کار! یہ سب اشرفیاں  
آپ کی خاطر ہی آئی ہیں۔ آپ ہی ان سب کے حقدار ہیں۔ لہذا یہ  
سب آپ کو قبول کرنی ہوں گی۔ آپ کے منت آئے ہوئے دن  
کو بعد میں کیسے سے سکھا ہوں گا؟“

رشی کار نے صر چند انکار کیا لیکن مہاراج اپنی جہد نہ چھوڑتے  
تھے۔ تاہم آخر کار رشی کار صرت حسب ضرورت ہی دمن لے  
کر اپنے گورد کے پاس چلے گئے اور جود دمن باقی بچا وہ رہائشوں



اور جن کی دفا سازی کی شہرت تمام دلش میں وغیر ملکوں میں زائد از چالیس سال سے دن بدن بڑھ رہی ہے

**کف لیلین حسود**

حشر قسم کی کھا خشی  
کے لئے نہایت مفید ہے اس کی  
پہل خوراک اپنا اثر دکھائی ہے وہ ان  
اپنے اعلیٰ ذائقہ کے لئے تمام دلش میں  
خاص شہرت کی مالک ہے۔

**شریت نواد**

فیروما  
پچاس سال سے شہرت حاصل کر رہے ہیں تازہ  
خون پیدا کرنے کی طاقت لاتا ہے اس کے چند  
روزہ استعمال سے آپ اپنے جسم میں نئی زندگی  
اور چستی حاصل کر سکتے ہیں۔

**بھارت گر آپ بھیر**

لاکھوں بچے اس کو استعمال کر کے موڈ تازہ  
اور تندرست رہ کر اپنے ماں باپ کی خوشی  
حاصل کر چکے ہیں۔ بچوں کو سردی اور مضبوط  
بناتا ہے۔ رات بیکلے وقت کی نکل  
خوابوں کو دور کرتا ہے۔

ان مشہور عالم دوائیوں کو لاکھوں روزانہ استعمال کرتے ہیں۔ لکھائوں سے ہوشیار رہتے

بنائیے۔ بھارت گر آپ بھیر، کرسٹینو، فیکرنگ، کمپیس، گولڈ میڈیٹس، سوڈول، استی، دھلی



۱۰۱۔ گورکھ ناتھ مندر

## دھنوا

”اے امیری بڑی خوش قسمتی ہے آج اسی بہانے ساکار  
دوب سے بڑے سجداندر پاماتا بھون بھون بھون بھون بھون بھون  
چندرجی مہاراج کے درشن کر کے اپنے نیتروں کو سچل کر دیں گارستا  
ہے کہ ان کا حسن لا جواب ہے ان کی سیلائیں دھتر ہیں ان بہ قیمت  
آنکھوں نے آج تک پھنگو کے جوتوں کا درشن نہیں کیا میں بوڑھا  
ہونے کو آیا ہوں آج میدان جنگ میں ان کے جوت درشن کر کے  
اپنی زندگی کو سچل کر دیں گا۔“

اس قسم کے خیالات کو مدنظر رکھتے ہوئے والے چمک  
پوری بجگت راج والہ ہنس دھوج نے اپنے سپہ سالار کو حکم دیا کہ میں  
بوڑھا ہو کر بھی ابھی تک ان آنکھوں سے بھگوان شری کرشن چندر  
جی مہاراج کے درشن نہیں کر سکا۔ لہذا میری سپاہ میدان جنگ کو  
چلتے ہیں خود بھی چلتا ہوں۔“

باندھوں کے آشوبیدھ بگید کا گھوڑا چمک پوری کے  
پاس پہنچ گیا مہاراجن ہتھیار سجائے ہوئے اپنے مہاراج رنقا  
کے ساتھ اس گھوڑے کی حفاظت کے لئے اس کے پیچھے  
پچھے چلے آ رہے ہیں راج ہنس دھوج نے کستری دھرم پر  
چلتے ہوئے اس وقت میدان جنگ میں جانا مناسب خیال  
کیا۔ دھرم پر چلنے اور اپنے فرزند کی ادائیگی کے خیال کے  
ساتھ بھگوان شری کرشن چندر جی مہاراج کے درشنوں کا بھی  
خیال تھا۔

راج ہنس دھوج بڑے ہی شور و برہم پاماتا اور بگورکھ بھگت  
تھے۔ ان کے راجہ جی ایک سب سے بڑی ٹوٹی یہ تھی کہ شاہی  
فانڈان کے تمام مرد و زن رعایا کے تمام مرد و سب کے سب ایک  
پتلی برت کے پان کر کے اسے تھے نیز تمام کی تمام رعیت

بھگوت بھگت تھی۔ ان کی سلطنت میں جب کبھی بھی کوئی باہر  
کے آدمی ملازمت کی خواہش کے لئے آتا تھا تو راجہ رے  
پہلے اسے کہتے تھے۔

”بھائی! اگر تم ایک ”پتلی برت“ کے پان کرنے  
والے ہو تو تمہیں میں رکھ سکتا ہوں۔ بھائی! میں سچ  
کہتا ہوں کہ خالی بہادری اور اچھا فائدان میں  
نہیں جاتا۔ جو بہادر اپنی ایک پتلی میں پریم رکھنے  
والا اور بھگوت بھگت ہو گا۔ میں اسے اپنے  
گھر نزلک میں جگہ دے سکتا ہوں جو کامیو  
کے حق کے تاب لا سکتے ہیں۔ درحقیقت وہی  
سور ہے ہیں۔“

اس طرح راجہ اور پر جادوؤں ہی با اخلاق زندگی بسر کر  
رہے تھے۔ سپاہ کے سب پانکے بھگوت بھگت، زمین دلی  
ایک پتلی برتی اور خوش گشتار تھے۔ لہذا راجہ کا حکم پا کر سب  
ویر ارجن سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ گھوڑا گرفتار کیا  
گیا اور راجہ گورو نیز راجہ پر دھرت شنکھ اور بھگت کے حکم کے  
مطابق یہ منادی کر داری گئی۔

”وقت مقررہ پر ہر ایک ویر میدان جنگ  
میں پہنچ جائے جو تمہیک وقت پر دھرت نہ پہنچے گا  
اسے جلتے ہوئے تیل کے کڑاھے میں ڈال  
دیا جائے گا۔ ریشھی مزان راجہ اور اچھا رول اور  
نوج سے تعلق رکھنے والے ہر ادائے اعلیٰ پر  
عائد ہو گا۔“

سب بھی خاندان سلطنت میدان جنگ کی طرف چلے گئے



عوب سے چھوٹے راجہ کا نام سدھنوا تھا۔ دربار میں  
اپنی ماں سے اجازت حاصل کرنے کے لئے گیا۔ وہاں پہنچ کر اس  
نے اپنی ماں کے چہروں میں سر ہنکا کر پناہ کیا اور کہا "ماں!  
آج دربارجن سے جنگ کرنے کے لئے جا رہا ہوں، آپ اجازت  
دیں تاکہ میں وہاں سے "ہری" نامی گھوڑے کو جویت کر لاسوں۔"

ماں نے جواب دیا۔ "میدان جنگ میں جا کر ہری" کو  
جویت کر ضرور میرے پاس لانا مگر لانا تمہی وانا "ہری" کو، چار پائوں  
دائے ہری کو نہیں، تیرے پتہ سے بڑے بڑے میدان مار سے ہیں  
بڑی بڑی لڑائیاں جیتی ہیں، بڑے بڑے قلعے فتح کئے ہیں۔ مگر  
شری کرشن چندر جی مہاراج کے درشن اُن کو ابھی تک نہیں ہوئے، بیٹا!  
تو ہی تم کو کرشن درشن کروانے والا ہے۔ لہذا تو ایسا کام کر جس  
سے شری کرشن چندر جی خوش ہوں، تیری یہ بڑی خوش نصیبی ہے کہ تو  
آج اپنی ان آنکھوں سے شری کرشن جی مہاراج کو دیکھ سکا، مگر  
اُن کا بدلنا بڑا مشکل ہے۔ میں تجھے ایک طریقہ بتاتی ہوں، بھگوان  
بھگت و تس ہیں۔ انہوں نے جناب اعظم میں ارجن کا رکھنا کما تھا  
آج بھی وہ ارجن کی حفاظت کے لئے آسکتے ہیں، اگر تو ارجن کو  
نیچا دکھا سکے تو آئندہ بھگوان شری کرشن چندر جی وہاں آ  
سکتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ وہ اپنے بھگت کو اسی طرح  
سے نہیں چھوڑتے جس طرح سے جنگل میں لگے اپنے بھڑے کو  
اکیلا چھوڑ کر واپس نہیں لائے۔ بیٹا! تو نے اُن بھگت و تس بھگوان  
شری کرشن چندر جی مہاراج سے دُرا نہ کرنا نہیں، جو اُن سے دُرا  
سو مڑا۔ اگر تو دُرا جائے گا تو لوگ تجھ پر ہنسن گے کہ تیرا لاکا شری  
کرشن کو دیکھ کر میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اگر تو اوتے اوتے  
میدان جنگ میں شور و یرد کی موت مارا جائے گا تو تجھے اس  
سے خوشی ہوگی۔ بیٹا! اس بات کو یاد رکھنا کہ شری کرشن چندر  
جی مہاراج کے سامنے میدان جنگ میں مرنے والا اصل میں مرنا  
نہیں، وہ اپنے اکیس (۱۱) خاندانوں کا اُدھار کرنے والا ہوتا ہے۔

हरे किं सम्मुखे पुत्रं पतितः

पतितो भवेत् ।

तैनेव चोद्धताः सर्व आत्माना

चैक विंशतिः ॥

"سنسار میں اُن ماماؤں کو ردنا پڑتا ہے جن کے بیٹے  
پڑتے بھگوان شری ہری کی طوف نہیں جاتے۔"  
"ایک دن ماما ستر نے نکتشمن کو بھی ایسا ہی اُپدیش  
دیا تھا۔"

ماں کی ہدایت سن کر دربار سدھنوا نے اس کو تسلی دیتے  
ہوئے کہا۔ "ماں! انتہاری مرضی کے مطابق دل و جان سے لڑ  
کر ہری کو لاؤنگار پُرشا رکھ کر ناسرا کام ہے۔ پھل دینا بھگوان کے  
ہاتھ میں ہے اگر میں بھگوان شری کرشن چندر جی کو دیکھ کر بے ہوش  
جاؤں تو میں نہ تو تیرے بیٹے سے پیدا ہوا کہلاؤں اور نہ ہی تجھے  
سد گئی کا حصول ہو۔"

اس کے بعد سدھنوا اپنی بہن کو لاکے پاس گیا اور پھر اپنی  
بہن پر بھگوان کی گھمے پاس گیا۔ وہ پہلے ہی سے طمان لکالی سی کرتی  
کا سامان لئے ہوئے آتی آتا نے کے لئے دروازے میں کھڑی  
تھی۔ بچی کو دیکھ کر اس نے حلیمی کے ساتھ کہا۔ پران نامہ!  
مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آج آپ کا ایک "بہتی برت" بھنگ ہو جائیگا  
آج آپ جس کی چاہ میں بڑی اُستگ کے ساتھ جا رہے ہو۔ وہ  
عورت میری بڑی بھئی بھی نہ کر سکتی گی۔ میں نے کبھی خواب میں  
کبھی آپ کے سوائے کسی دوسرے کی طوف نہیں دیکھا، مگر وہ تمہی  
نامی عورت تو ہر جا ہی ہے۔ اس وقت آپ کے دل میں "تمہی"  
بیس رہی ہے اور اسی لئے تو بھگوان شری کرشن چندر کے ذریعے  
آپ اُس سے ملنے کے لئے بیابان ہو کر دوڑے جا رہے  
ہیں۔ مردوں کا دل دیوار مینوں کی طوف، کچھ جاتا ہے مگر یہ لہجہ  
رکھنے کہ شری ہری کی منوہر بھئی کے سامنے "تمہی" آپ کو ہرگز  
پیارا نہیں لگے گی۔ کیونکہ اُن کے بھگت اُن کے پریم پر اپنے تئیں  
قربان کر دیتے ہیں۔ وہ تمہی کی کبھی خواہش نہیں کرتے، تمہی تو ماسی  
کی مانند چرن سیداکس لئے ہمیشہ اُن کے پیچھے پیچھے لہرا کرتی ہے  
مگر وہ اس کی طوف دیکھنے تک نہیں یہاں تک کہ اگر کبھی خود شری  
ہری بھی اُن کو تمہی دینا چاہتے ہیں تو بھی وہ اُسے قبول نہیں کرتے  
اسی لئے شری ہری نے اُن کے گھن گاتے ہوئے فرمایا ہے۔  
"میرے بھگت میری سیداکھوڑ کر سا کو کر اسادش و سایدید  
سارو پیر اور ایک تو ان پانچ قسم کی تمہیوں کو بھی قبول نہیں کرتے۔"



دھرم سنگھٹ میں جی رہتا پر بھادوی کی فتح ہوئی۔ سدھنوا دوبارہ  
سدھنوا اور پرانا نام کر کے میدان جنگ کو روانہ ہو گئے۔  
میدان جنگ میں دیکھتے ہی اکٹھے ہو رہے ہیں سنگھٹوں کا  
فلک شگات آواز سے آسمان گونج اٹھا ہے سپاہیوں  
نے مہاراجہ ہنس دھوج کی آمد کی اطلاع دی۔ مگر راجا رستہ سدھنوا  
ابھی تک نہیں آئے۔ مہاراج نے سینا پتی سے دریافت کیا  
”کیا بات ہے سدھنوا مجھے یہاں نظر نہیں آتا۔ آتی ہو  
اُس نے کس طرح سے کی؟ کیا وہ میرے فرمان کو بغول گیا؟ ہاں  
نے بہت بُرا کیا۔ سپاہی جاؤں اور اُسے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے  
ہوئے تیل کے گڑا ہے کے پاس لے آئیں۔“

مہاراجہ کے حکم کے مطابق سدھنوا کو لینے کے لئے کچھ بڑا  
گئے۔ راجا رستہ سدھنوا انہیں راستے میں ملے۔ سپاہیوں کی کیا حال  
تھی کہ وہ مہاراج کا حکم نہ ملتے۔ لہذا وہ انہیں پکڑ کر مہاراج کے ہاں  
لے آئے۔ سدھنوا نے مہاراج کے پاس پہنچ کر جھک کر ان کے  
چروں میں پرنام کیا اور دیر گی جو دھتھی وہ سب بیان کر دی۔

مہاراجہ ہنس دھوج اس وقت غصے میں بھرے ہوئے تھے  
انہوں نے کہا — ”تو بڑا نورکھ ہے بھگوان شری ہری کی کراپا کے  
غیر لوکا ہونے پر بھی سدگتی حاصل نہیں ہوتی۔ اگر بیٹیوں دالوں کو  
سدگتی حاصل ہو کر آتی تو گنتوں اور شوروں کو ضرور اس کا حصول  
ہونا چاہیئے تیرے بل اور چار دھرم کو دھکا دے جو کہ شری کرشن  
کا نام سن لینے پر بھی تیرا سن کام کے بس میں ہو گیا۔ ایسے ملن مدت  
کام دست مار کر سن بیکھ کر پوت کو تیل کے گڑا ہے میں ڈال دیا  
منار ہے۔“

سدھنوا سر جھکائے سب کچھ سن رہے۔ مہاراج نے  
راج پر دہوں سنگھٹ اور سکھت کے پاس آدمی بھیجے کہ ان کی کیا  
دائے ہے۔ پر وہ بہت بڑے غیصے اور ہتھیلے تھے۔ انہوں نے  
کہا — ”راجہ بیٹے کے بس میں ہو کر اب ہماری رستے“ بات  
کرتا ہے۔ جب شاہی فرمان ہر ایک کے لئے تھا تو اب رائے  
کا سوال ہی کب پیدا ہوتا ہے۔ جو کسی لالچ یا خوف کی وجہ سے  
اپنے بچوں کا پالن نہیں کرتا وہ مدتوں ترک میں پڑا رہتا ہے بھگوان  
رام چندر جی اور ستیہ وادی مہاراجہ پریش چندر جی نے اپنے بچوں کے

لہذا جب تک آپ بھگوان کا رخ اندر نہیں دیکھ پاتے۔ تبھی  
تک آپ کو غصے کی خواہش ہے۔

اسی طرح سے مردوں کی مانند عورت بھی دوسرے مردوں  
کے پاس نہیں جایا کرتی۔ نہیں تو آپ کے جانے کے بعد اگر میں ”مکش“  
کے پاس جاتی جاؤں تو آپ میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں مگر ”دو دیک“  
نامی مینا ہمیشہ میری حفاظت کرتا ہے جن عورتوں کے ملن ”دو دیک“  
نامی لوکا نہیں ہے۔ وہی دوسرے مردوں کے پاس جایا کر لیں  
مجھے تو اپنے دل کے اندر ”دو دیک“ نامی بیٹا ملا ہوا ہے۔ لہذا مجھے  
”مکش“ کے پاس جانے میں لالچ آتی ہے۔“

یعنی کی بات کا جواب دیتے ہوئے دیر سدھنوا نے کہا۔  
”جب میں شری کرشن چندر جی کے ساتھ لڑنے کے لئے جا  
رہا ہوں تو تم بھی ان زیورات، پارچات، اسحہم اور اس دل  
کو ترک کر کے جی جاؤ۔ میں پہلے ہی جانتا تھا کہ تم کو ”مکش“ سے  
محبت ہے۔ اسی سے میں نے ہاھر اطور پر ”دو دیک“ نامی بیٹے  
کے پیدا کرنے کی خواہش ہی نہیں کی۔“

پر بھادوی نے کہا — ”پرانا نا تھا! آپ ارجن سے لڑنے  
کے لئے جا رہے ہیں مگر میرے دل میں جو ”دو دیک“ نامی لڑکا ہو  
ہے۔ میں اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں چاہتی  
ہوں کہ آپ کے بیٹا پانی دینے کے لئے آپ کا بیٹا موجود رہے۔“  
سدھنوا — ”شری کرشن چندر جی اور دیر ارجن کو جیت کر  
بھی تمہارے پاس آ سکتا ہوں۔“

پر بھادوی نے نہیں نا تھا۔ جس نے شری کرشن چندر جی کے دشمن  
کر لئے پھر وہ لڑ کر اس دنیا میں نہیں آتا۔“

سدھنوا — ”جب تمہارا یقین ہے کہ شری کرشن چندر  
جی کے دشمن کے بعد جو پھر سنار میں نہیں آتا تو پانی  
دینے والے لڑکے کی کیا ضرورت ہے؟“

پر بھادوی — ”میری اچھیا کھی تو آپ کو لڑائی کرنی چاہیئے۔“  
سدھنوا — ”کیا تو مہاراج کو نہیں جانتی۔ ذرا سی دیر ہو  
پتیل کا کڑا ہوتا رہے سارے دیر جا چکے ہیں ایک  
میں باقی رہ گیا ہوں۔“

بہت دیر تک سوال و جواب ہوتے رہے آخر کار اس



پالن کے لئے کیسی کیسی مصائب کا سامنا کیا تھا۔ آج ہمیں دسویں  
اپنے بیٹے کے مرنے کے پس ہو کر اپنے قول سے پھرنا چاہتا ہے۔

رنگوئل ریت سدا چلی آئی

بران جابیں پر بچن نہ جاتی

ہمیں ایسے ادھر می راجہ کے راجہ میں نہیں رہنا چاہیے۔  
اتنا کہہ کر دونوں پر دہشت دہل سے چل دیئے۔ سپاہیوں  
نے تمام حال مہاراجہ منشی دھوج سے کہا۔ مہاراجہ اور منشی  
سدا منوا کو کھولتے ہوئے تیل کے کڑا ہے میں ڈال دینے کا  
حکم دے کر خود پر دہتوں کو منانے کے لئے تشریف لے گئے  
منشی نے راجہ کو سدا منوا سے معافی چاہی اور اپنی  
ادائیگی فریق کے متعلق ان سے کہا۔

سدا منوا اب لے آئے آپ کو مہاراجہ کے حکم کی تعمیل کرنی  
چاہیئے۔ پر سدا منوا نے اپنے پتا کا حکم مان کر اپنی ماما کا سر  
کاٹ دیا تھا مجھے اپنی موت کا کوئی رنج نہیں ہے۔ آپ مجھے  
بغیر دیر کے ہوئے تیل کے کڑا ہے میں ڈال دیوں۔

ھر ایک کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ سدا منوا نے  
پر بھو سے پرا رقتنا کی۔

”ہے گوند! مجھے اپنی موت کا خوف نہیں ہے  
میں تو آپ کے سپرد نون میں جان دینے کیلئے آیا  
تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ میں نے درمیان میں جو کام  
کی سیرا کی ہے اس سے میں آپ کے درشن سے  
خردم رہوں گا اور اسی سے شاید آپ اس وقت  
میری امداد کے لئے آگے نہیں بڑھ رہے جو لوگ  
تکلیف میں ہمیں کر آپ کا نام لیتے ہیں معلوم ہوتا  
ہے کہ ان کو شک نہ نہیں ہوتا مگر تکلیف پر ہلا دہو  
در دہی اور گویوں نے پہلے ہی سے آپ کا نام  
لیا تھا اور اسی سے مصیبت کے وقت آپ کے  
ان کی رکشا کی۔ آخر ہی وقت اگر آدمی آپ کا  
دھیان کرے۔ تو آپ کو برایت ہوتا ہے۔ اس  
سے جنار دمن! میں آپ کو برایت تو ضرور کرونگا  
مگر لوگ کہیں گے کہ سدا منوا بھنا ہوا ہو کہ بھجی میدان  
جنگ سے منہ موڑ کر گڑا ہے میں چل کر مرا۔ میں  
میدان جنگ میں آپ کو اور آپ کے بھگت اترن  
کو اپنے تیروں کی بارش سے خوش کر کے اور دیر

ذرا بفری بجانا جانا  
مجھے بھی ذرا ذہن نہ نہانا  
تو رحمت سے اپنی بچانا بچانا  
میرے مرنے والے چھٹا نا چھٹا نا  
ذرا ان کو پھر سے بتانا بتانا نا  
مگر آگ گھر میں بھجنا نا بھجنا نا  
انہیں سیدھے رستے چلانا چلانا نا  
بھی چالیں ان کی مہنا نا مہنا نا  
انہیں مرد مہمت بنانا بنانا نا  
یہ سب مطلبی سے زمانہ زمانہ  
نہا لے یہ اس کو لگانا لگانا نا

بصد عجز تنظیم میں کرشن کی تو  
ذرا سر کو اپنے جمع کرنا بھگنا نا

کرشن اپنی صورت دکھانا دکھانا نا  
جو آبدیش ارجن نے حاصل کیا تھا  
بہت مشکوں میں پھنسی جان بھارت  
نہ ہو جاک اس ننگ جستی کا پردہ  
بھلا بھلا دل سے یہ گیتا تمنا ہی  
تیری قوم کرتی ہے آپس میں بھگت سے  
تیرے گیان سے اب بہت خوف میں  
ہیں ہماری میاں پر بہت الٹی رسمیں  
تیری قوم کھلائی ہے آج بزدل  
مروج ہے دنیا میں اب تو دہرستی  
پر ہی ناو منی ہمار میں قوم کی ہے

بھارت ماما کی  
مہاراج کرشن  
کے

دربار میں فریاد

از شری پنڈت موہن لال جی تلپکم



لے آئے۔ وہ بھی بہت حیران ہوئے۔  
 بھگوان کی بھگتی اور شردھ سے خال صورت دلائل بھگت  
 اور عقل پر اخصار رکھنے والے مغرور پر دہشت شکنہ نے شردھ  
 پر شک کرتے ہوئے راہ سے کہا۔ ”کیا بات ہے تیل گرم  
 نہیں ہوا تھا یا تیرا بٹیا کوئی اور شردھ منتر جانتا ہے۔ اسے تیل گرم  
 بھی تکلیف نہیں ہوئی۔ اس کے بدن پر ایک بھی آبلہ نہیں پڑا۔ ہوتا  
 ہو۔ اس میں ضرور کوئی چالاکی ہے۔ اگر تیل درحقیقت گرم ہوتا  
 تو ایسا کبھی نہ ہوتا۔ گرم تیل سے آدمی کا نہ جلدنا قانون قدرت کے  
 خلاف ہے۔“

افسوس! شاستر پڑھے ہوئے گیانی براہمن! تو نہیں جانتا کہ  
 پڑھو نامکمن کو ممکن کر سکتے ہیں اور نامکمن کو نامکمن کر سکتے ہیں۔  
 شکنہ سے نہ رہا گیا۔ انہوں نے تیل کے امتحان کے لئے  
 کڑا ہے میں ایک ناریل ڈالوایا۔ اُبھلتے ہوئے تیل میں ناریل کے پتے

ارجن کے گانڈیو دمنش سے نکلے ہوئے تیروں  
 سے پھینکی ہو کر مارتا تو مجھے کوئی ڈکھ نہ ہوتا، مگر میں  
 آج مجسم اور چونکی مانند مرد ہوں۔ اس لئے  
 اگر آپ اپنے اس بیٹے کی اس طرح کی موت کو ناشنا  
 سمجھتے ہوں۔ تو مجھے اپنے قدموں میں ہی ماریے۔  
 میں تو آپ کا ہی ہوں۔ آپ کا ہی رہوں گا۔ آپ  
 نے ہی تو سستی درویدی کا سر دربار اُدھار  
 کیا تھا۔“

پڑھو کی سیلہ عجیب ہے۔ ایک دن پر ہلاک کے لئے بھگوان  
 نے آگ کو سہرو کر دیا تھا۔ آج کڑا ہے کا تیل بھی بھگت شردھ  
 کے لئے اس طرح سے سہرو کر گیا جس طرح کہ کسی بھگت کا دل ہوتا ہے  
 سہرو کرنا ”گوند، گوند، گوند“ گیتن کرتے ہوئے کڑا ہے میں  
 داخل ہو گئے۔ مگر یہ کیا وہ تیل کے اوپر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے



ہی وہ اس زبرد سے پھٹا کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے۔ پھٹنے  
 سے اُس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور وہ دونوں ٹکڑے دو ٹکڑے ہوتے

پہلے کوئی تکلیف نہیں ہوئی، یہ دیکھ کر سامعین کی حیرت کی کوئی  
 پتہ نہ رہی، مہاراجہ دھول پر دھول کو ساتھ سے کوہل تشریف



کے سر میں جا کر لگے۔ وہ گھبراہٹ سے اچھکرائے، بھگووان اور اس کے بھگتوں کا ہمتا تم ان کی سمجھ میں آ گیا۔

ششنگھ نے سپاہیوں سے دریافت کیا کہ کھولتے ہوئے تیل سے شدت دھوا کے نہ جلنے کی کیا وجہ ہے۔ کیا اس نے کسی منتر کا جپ کیا تھا۔ یا اپنے جسم سے کوئی جڑی بوٹی باندھ لی تھی؟

سپاہیوں نے جواب دیا: ”مہاراج! ہم نے راجکمار کو نہ ہی تو کسی منتر کا جپ کہتے ہوئے دیکھا ہے اور نہ ہی کوئی جڑی بوٹی اپنے جسم سے باندھتے ہوئے دیکھا ہے۔ ہاں انہوں نے سولہ لاکھ پورن آئندکنندہ برہمچند بھگووان شری کرشن چندراجی کا سمرن ضرور کیا تھا۔ جن کے یاد کرنے سے دنیا بھر کے دکھ و درد برباد جاتے ہیں۔ اب بھی ملاحظہ ہو ان کے ہونٹوں سے کیا آپ کو ”شری کرشن“ کا نام نکلتا ہوا سنائی نہیں دے رہا؟“

یہ سن کر پردہت ششنگھ نے اپنے تئیں دھکا دیتے ہوئے کہا: ”اس کو یقین ہے۔ یہ کہاں سادھو ہے جس نے بھگووان وشنو سے اتنا دل لگایا۔ ہم ایسے گورے عاملوں کو دھکا دیتے جو اپنی سیادت کے غرور میں شری ہی سے بے شکم ہیں۔“

اور دراصل یہ بات ہے بھی ٹھیک۔ عالم اور عامل وہی ہے جو افعول میر اس پر بھوکا یا دیں جو رہتا ہے۔ بھگت راج پر بلائے تھے ٹھیک ہی تو فرمایا ہے کہ عالم براہمن اگر بھگووان سے بھگت ہو تو اس سے وہ چندال بہتر ہے جس نے کہ اپنے تن من و عن وچن کر م اور جان تک کو بھی بھگووان کے جرنوں کے اربن کر دیا ہے۔ وہ چندال اپنے سارے خاندان کو پوتر کر سکتا ہے مگر وہ عالم براہمن نہیں آج ششنگھ کو اپنے کئے پر بڑی پشیمانی ہوئی اور اس نے کہا کہ: ”میں آج کھولتے ہوئے تیل کے کڑا ہے میں کو دکر پراکشیپت کر دنگا۔“

یہ کہہ کر وہ تیل کے کڑا ہے میں کو دکر پڑا۔ سداصوا کی پراکشیپتا سے وہ تیل ان کے لئے بھی پانی کی مانند سرد ہو گیا۔ ششنگھ نے سداصوا کو گلے سے لگا کر کہا:۔

”پیارے راجکمار! تم کہاں سادھو ریشٹ کشتری ویر ہو۔ تمہیں یقین ہے۔ مجھ جیسے بھگت نے تمہارے جیسے بھگت

کو جلتے ہوئے تیل میں گر دیا۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ اس دنیا میں ہمیشہ تکلیفوں کا ان کو ہی سامنا کرنا پڑتا ہے جو بھگووان شری کرشن چندراجی کا سمرن نہیں کرتے۔ جو خوش نصیب بھگووان شری ہری کا سمرن کرتے ہیں وہ تینوں تاپوں سے چھوٹ کر ہمیشہ شکھی رہتے ہیں۔

انہی میں اتنی ہمت کہاں ہے جو تم جیسے ویشنو کو جلا سکے جن مہمنوں کو بھگووان شری کرشن چندراجی کا درشن در بھہ ہے جنہوں نے ایک دن جلتی ہوئی آگ میں سے پر ملا دی حفاظت کی رقم نے اپنے آخری دم تک ان کو یاد کیا۔ تمہارے جسم سے بل کر آج میرا یہ ناپاک جسم بھی پوتر ہو گیا۔ پوتر ہونے کا اس سے بڑھ کر بڑا طریقہ اور کوئی نہیں ہے اور تیرے تعلق کی اتنی ہی کبھی تو بھگتوں کی وجہ سے ہی ہے مہاراج یہ ششتر نے دودھ سے کہا تھا۔ پربھو! تم جیسے بھگت تیرے تھکے ہوئے ہیں پانیوں کے پالوں سے پوتر ہوئے ہوئے تیرے تھکے تم جیسے بھگتوں کی وجہ سے پوتر ہوئے ہیں کیونکہ تمہارے دل میں ہمیشہ پربھو موجود رہتے ہیں۔“

تم جیسے بھگتوں کے درشن میں ہی آنکھوں کی سچلتا ہے تم جیسے بھگتوں کے ملنے سے اس جسم کی سچلتا ہے تم جیسے بھگتوں کے گن میں زبان کی سچلتا ہے کیونکہ اس سن میں بھگتوں کے درشن در بھہ ہیں۔

ہے پوتر راجی! اٹھ کھڑا ہو۔ تیل سے نکل کر اپنے پتا، اپنے بھائی تیل اور اپنی سچاہ کا ساتھ دے۔ ان کے ساتھ تیرا بھی اڑھار کر۔ بھگووان شری کرشن جی اور جن کے ساتھ تھی ہیں۔ اس راجن کے ساتھ جنگ کر!“

رشی کے ساتھ راجکمار سداصوا کڑا ہے سے باہر نکلے اور اپنے پتا کے پاس ہوئے۔ مہاراج نے انہیں گلے سے لگایا اور لڑائی کے لئے آگے بڑھنے کی آگیا دی۔

مہاراج کا حکم یا کر سداصوا میدان جنگ میں چاہیچے رکتہ اور گھوڑوں کے شور، ہاتھوں کی گرج اور ششنگھوں کی ننگ شگات آواز سے فضا کو غج اٹھی۔ لڑائی شروع ہوئی۔ پانڈو لڑائی کی طرف سے دیرا راج کے ساتھ بھگووان کرشن کا لڑکا پردھن اکرن کا لڑکا درشت کیترا کرت ورا، ساکھ اور اوشا و دیو ہیں اور ادھر سداصوا کے ساتھ مہاراج ہنس دھوک کی سچاہ ہے۔



کرشن بھگت سدھنوائے دیر ارجن کے سب ساتھیوں کو  
برہمنی طرح سے شکست دی وہ سب میدان جنگ چھوڑ کر چلے  
گئے۔ چھوڑ کر دیر ارجن کو سامنے آنا پڑا۔ دونوں کرشن بھگت  
اور مرد میدان ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ ارجن کو اپنی بھگت بھگتی کا  
کتھوڑا سا اہنکار ہے اور دیر سدھنوا کو صرف ان کی ذات برہ  
کما بھوکہ ہے۔ لہذا پھر کچھ یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ بھگتی کا  
کوئی ٹھیکیدار نہیں ہو سکتا اور انہیں یہ بھی دکھانا ہے کہ پربھو کے  
ساتھ رہتے ہوئے بھی ارجن شکست کھا سکتا ہے!

ارجن نے دیر سدھنوا کے سامنے آتے ہی ان سے کہا  
”بہادر نوجوان! میں نے بڑی بڑی لڑائیاں فتح کی ہیں۔ پناہ دیشم  
گو رو دیو شہی درون آجاریہ جی، شہری کرپا آجاریہ جی اور دیر  
کرن کے ساتھ میں لڑ چکا ہوں۔“

بھگوان شنو اور بڑے بڑے راکشسوں پر بھی میں نے  
فتح پائی ہے مگر میرے مقابلے کا بہادر آج تک مجھے کہیں نہیں  
ملا۔ مجھے آج مجھے دیکھ کر جتنا تعجب ہوا۔ آج تک کسی موقعہ  
پر بھی نہیں ہوا۔“

سدھنوا بولے — ”دیر! گذشتہ جنگ میں آپ کے  
ساتھ بھگوان کرشن آپ کے ساتھی بن کر آپ کا ساتھ دیتے رہے  
ہیں۔ آج وہ آپ کے ساتھ نہیں ہیں۔ اس لئے آپ کو اتنا تعجب  
ہو رہا ہے۔ آپ نے شہری کرشن چندر جی کو کہاں چھوڑ دیا ہے؟  
کہیں انہوں نے آپ کو میرے ساتھ لڑنے کے لئے تو نہیں بھیج  
دیا۔ جیسے میرے ساتھ لڑنے کے قابل بھی ہیں یا نہیں۔“

سدھنوا کی یہ بات سن کر ارجن کو برا غصہ آیا۔ اُس نے  
ایک ساتھ بہت سے تیر اس پر چھوڑے جو کہ اس دیر نے سب  
کے سب راستے میں ہی کاٹ کر تعینک دیئے۔ لڑائی ہوئی اور  
خوب ہوئی۔ ارجن نے اپنے سارے ہتھیار استعمال کئے مگر  
دیر سدھنوا کے سامنے اُس کی ایک بھی پیش نہ چلی۔ ارجن جھرا گیا  
اُس کا ساتھی زخمی ہو کر رکتھ سے زمین پر آ پڑا۔ اس پر سدھنوا  
نے ہنستے ہوئے کہا۔

”پارکتھ! آپ میرے تیروں سے زخمی ہو گئے ہیں۔ آج  
آپ کا پڑا رکتھ کہاں چلا گیا۔ آج آپ نے اہلی ساتھی کو

چھوڑ کر ایک معمولی ساتھی کو ساتھ لے کر میں بڑی بھول کی ہے  
آپ تو مجھ سے ہار گئے ہیں۔ لہذا اپنے شہری کرشن چندر نامی  
ساتھی کا دمعیان کیجئے۔“

ارجن نے اپنے باپنہ ہاتھ سے گھوڑوں کی نگام اور دھنش  
نگام کر لڑنا شروع کیا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ سچے دل سے  
بھگوان شہری کرشن چندر جی کو یاد کیا۔ فوراً ہی پربھو رکتھ پر آ بیٹھے  
ارجن کو سنائی دیا۔ بھائی! گھوڑوں کی نگام چھوڑ دو

بھگوان کو دیکھ کر ارجن اور سدھنوا دونوں نے اُن کو پرنام  
کیا۔ ارجن تو خوش ہوا ہی۔ یہ قدرتی امر تھا مگر سدھنوا کو ناقابل  
بیان خوشی ہوئی۔ کیونکہ جس کام کے لئے وہ مایا پتا اور پتہ کے  
کہنے پر میدان جنگ میں آیا تھا وہ اب پورن ہوا ہے۔

سدھنوا نے اپنے دل میں بھگوان سے کہا —  
”ہے گوبند! ارجن کے لئے یہاں آنے والے گوبند آپ کے  
درشن میں نے کر لئے۔ ہے لکشا! یہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ  
حرجہ موجود ہیں۔“ پھر اُس نے بلند آواز سے ارجن سے کہا۔  
”آپ کے ساتھی بھگوان شہری کرشن چندر جی مہاراج  
تشریف لے آئے ہیں۔ اب تو آپ مجھ پر فتح پانے کے لئے  
کوئی پرتشکار کریں۔“ گویا دیر سدھنوا نے ارجن کو یہ سمجھایا  
کہ بھگوان مہاراجی رکتھ تو کوئی پن دسے کر کر دیں گے۔ یہ میری  
رکتھ محض اپنے خیال سے ہی کر دیں گے۔ آج دنیا بھئی بھگوان  
کی سیلا کا تماشہ دیکھنے کی۔

سدھنوا کی بات سن کر ارجن نے اپنے ترکش سے  
تین ترنگال کرسم لگاتے ہوئے کہا — ”میں ان تینوں  
تیروں سے تیرے سر کو کاٹ ڈالوں گا۔ اگر ایسا نہ کر سکوں تو  
گذشتہ جنم کے پن کو کھو کر نک میں گر جاؤں۔ میں جو کچھ کہہ رہا  
اہل سچ کہہ رہا ہوں۔ اس میں زرا بھی جھوٹ نہیں ہے۔“

ارجن کی قسم سن کر دیر سدھنوا نے ہاتھ اٹھا کر کہا —  
”بھگوان شہری کرشن چندر جی کے دیکھتے دیکھتے میں آپ کے ان  
تینوں تیروں کو کاٹ ڈالوں گا۔ اگر میں ایسا نہ کر سکوں تو مجھے بھی  
نرک ہی نصیب ہو۔“

دونوں طرف سے تیس تیس ہو گئیں۔ دونوں ہی شور مچ رہے ہیں اور



اپنے بہت سے پُرن (نیک افلاں) کر دیئے۔

سُدنھوانے کہا — پر بُھو! دھنڈی ہے، مہادی لیل! مگر یہ خیال رہے کہ یہ اس بھی آپ کی میلادوں کو اچھی طرح سے جانتا ہے۔

پھر اُس نے ارجن سے کہا — پارتھ! بھگوان شری کرشن چندرجی کا نام لے کر تیر لھوڑیئے۔

ارجن نے یہ تیر بھی بھوڑا۔ اس کا بھی وہی حشر ہوا جو کہ پہلے کا ہوا تھا۔ دوسرے تیر کے کٹنے سے ارجن اُداس ہو گیا۔ میدان جنگ میں حشر بن گیا ہو گیا۔ بھگوان نے ارجن کو قہر اتر چلانے کا حکم دیا۔ اور اُس کے ساتھ اپنے رام اوتار کا پُرن شامل کر دیا۔ تیر کے پھیلے حصے میں برہما کی اور درمیان میں کال کو بیٹھا دیا اور نوک میں خود براجمان ہو گئے۔

دیر سُدنھوانے کہا — بھگوان! آپ میرا خاتمہ کرنے کے لئے تیر کی نوک میں آبلے جے ہیں۔ یہ میں جان گیا ہوں۔ آؤ نا تھا! مجھے اپنے پرنوں کا سہارا دے کر کرتار تھ کر دے۔ میں یہی آچا ہوتا تھا۔ اس سے بڑھ کر اور خوش نصیبی بھلا میرے لئے کیا ہو گی ارجن آپ کو دھنڈی ہے جو آپ کے لئے پر بُھونے اپنے پُرن ہی نہیں یئے بلکہ تیر میں خود بھی آ بیٹھے ہیں۔ مگر یاد رہے میں آپ کے اس تیر کو بھی ضرور ہی کاٹ ڈالوں گا۔

ارجن کا تیر چلا سگڑ سُدنھوانے بھگوان کے نام کا چاپ کرتے ہوئے اُسے بھی کاٹ ڈالا۔ سُدنھوانے تیر سے کٹے ہوئے ارجن کے تیر کا پھیلنا، فصحتِ حقہ زمین پر گر پڑا۔ اس تیر کے کٹنے ہی زمین اور آسمان دونوں کا منب گئے۔ سُدنھوانا کی قسم پوری ہوئی۔ اب ارجن کی قسم پوری ہو گی۔ لہذا بھگوان کی برہمتی اور تیر کا اگلا حصہ دیر سُدنھوانا کی گردن میں پیوست ہو گیا اور اس کے سر کو دھڑ سے الگ کر کے بھگوان شری کرشن چندرجی کے قدموں میں ڈال دیا۔

بھگوان نے دیر سُدنھوانے کے خوبصورت سر کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ اتنے میں دیر سُدنھوانے منہ سے ایک جیوتی نکلی اور بھگوان کے دھن مبارک میں داخل ہو گئی۔ اس بات کو کسی نے نہ دیکھا۔

”لو بھگوان ادوات کے بھگتوں کی جے“

پر بُھو بھگت ہیں۔ دونوں کی ان قسموں کے نتیجے اور لڑائی کو دیکھنے کے لئے ہر دونوں ارج اور دیو تہ جمع ہو گئے۔

سُدنھوانے ایک ہی تیر سے بھگوان شری کرشن چندرجی اور ارجن رضی ہو گئے۔ رتھ کچھ ٹوٹ کر گیند کی مانند گھومتے لگا اس کے بعد اس نے تیروں کی بارش کرتے ہوئے ایک ایسا تیر بھوڑا جس سے ارجن کا رتھ چار سو گز پچھے ہٹ گیا۔ یہ دیکھ کر شری کرشن چندرجی نے ارجن سے فرمایا — بھائی ارجن! تم نے سُدنھوانا پر نشانہ دیکھا۔ کیسا بانکا ویو ہے؟ کیا تم حیدر رتھ کے ساتھ جنگ کے وقت جو کچھ ہوا تھا اُسے کھول گئے ہو؟ تم نے بغیر میری رائے کے ایسی قسم کھا کر اچھا کام نہیں کیا جس نے تمہارے رتھ سے دبے ہوئے رتھ کو چار سو گز پچھے ہٹا دیا ہے۔ اُس کو بھلا تم کیسے جیت سکتے ہو؟ میرے خیال میں تو یہ سب سُدنھوانے کے ”ایک پتی برت“ کا کرشمہ ہے۔ میں اور تم دونوں اس معاملے میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ایسی حالت میں تکلیف کا ہونا یقینی امر ہے۔

ارجن نے فرمایا — گو مند! جب آپ ارگے ہیں۔ تب مجھے کیا ڈر ہے میں یقیناً ان تینوں تیروں سے سُدنھوانا پر فتح پاؤں گا۔

جہاں آپ کے ہاتھ میں میری زندگی کی لکام ہے وہاں پھیرا میرا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔

ارجن نے جو ہنی پہلا تیر ہاتھ میں لیا سُدنھوانے بلند آواز سے کہا — گو مند! جس طرح سے لکل میں گلوں کی رکشا کے لئے آپ نے گوردھن ہاتھ پر اٹھا لیا تھا۔ اسی طرح آج آپ دیر ارجن کی رکشا کیجئے مگر یہ بھی یاد رہے کہ میں بھی آپ کے داسوں کا داس ہوں۔

بھگوان نے ارجن کے تیر کے ساتھ اپنا گوردھن اٹھانے کا پُرن شہن کر دیا لیکن وہ تیر دیر سُدنھوانے راستے میں ہی کاٹ کر گر دیا۔

راجہ ہنس دھوج اور اُن کے سپاہ کے چروں پر سہرت کی لہر دوڑ گئی۔ ارجن کے تیر کے کٹنے ہی زمین کا پٹنے لگی۔ دیوتا حیران ہو گئے بھگوان نے سُدنھوانا کی بہادری کی تعریف کرتے ہوئے ارجن کو دوسرا تیر چلانے کے لئے کہا اور اب کی بار بھی اس کے ساتھ



# جلدی جلدی



تیزی سے چھٹیاں چھانٹنے اور ڈاک جلدی سے جلدی بانٹنے کے لئے تمام بڑے شہر بالعموم  
ڈاک کے متعدد حلقوں یعنی پوسٹل زونز میں بانٹ دیئے گئے ہیں۔ خط پریشہ مکمل اور صحیح  
لکھے، پتے میں زون نمبر درج کرنا نہ بھولیے، آپ کے خط یقیناً جلدی پہنچیں گے۔  
آپ خود جب خط لکھیں تو اپنے پتے میں پوسٹل زون نمبر ضرور لکھیں۔

بغیر پتہ ادھورا ہے



ہمیں بہتر خدمت کا موقع دیجئے  
محکمہ ڈاک و تار



# سادھوی سکھ بانی

ماں باپ کو دس میں گالیاں سنائے بغیر کبھی جین نہ لیتی تھی۔ سکھو ساس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات نہ کرتی۔ بلکہ خون کے سے گھونٹ پی کر رہ جاتی۔ وہ ابن مہسا۔ کو نوشتہ تقدیر اور رضائے الہی تصور کر کے صبر و شکر سے اپنے دن کاٹ رہی تھی۔

چار اٹھارہ برس پنڈر پور ویشنومت والوں کا ایک مشہور تیرتھ ہے۔ وہاں ہر سال ایکادشی کے روز ڈھار بھاری میلہ لگتا ہے۔ لاکھوں مزدورن بھجن گاتے ہوئے بھگوان پنڈی ناتھ شری پٹھل کے برشنوں کے لئے دور درواز سے جوق در جوق آیا کرتے ہیں۔ اب کے باجھی کچھ یا تری کھپاڑ کی طرف سے جوکر پنڈر پور کے سیلے میں جا رہے تھے سکھ اسوقت کرشنا ندی پر جل بھرنے لگی ہوئی تھی۔ ان سب کو جانے دیکھ کر اس کے دل میں بھی شری پنڈر ناتھ کے درشن کرنے کا زور لڑ اٹھا۔ اس نے سوچا کہ بے رحم ساس ہنسے تو اجازت ملنے کی کوئی دوسرہ نہیں اور جانے کی زبردست تمنا ہے۔ کیوں نہ بے تحاشا چل پڑوں۔ پس وہ بھی ایک منڈلی کے ساتھ ہولی۔

اس کی ایک پڑوس نے یہ تمام ماجرا اس کی شریر بطبع ساس کو جا سنایا۔ وہ سنتے ہی زہریلی ناگن کی مانند جھنکائی ہوئی اٹھی۔ اور اپنے بیٹے کو سکھ پڑھا کر سکھ کو مار پیٹ کر گھسیٹ لانے کے لئے بھیجا۔ وہ ندی کے کنارے پہنچا اور سکھ کو مار پیٹ کر گھر لے آیا۔ اور یہ قرار پایا۔ کہ جب تک پنڈی چلی نہ جائے سکھ کو بانہہ رکھا جائے۔ اور کھانے پینے کو کچھ نہ دیا جائے۔

پیارے پاٹھکو! یہاں پر جس سادھوی دیوی کا مختصر چوں چتر ہم حوالہ تسلیم کر رہے ہیں۔ اس کا علم و انکسار صبر بڑ باری۔ تسلیم و رضا اہل دنیا کے لئے ایک نمونہ ہے اور اس کے مطالعہ سے آپ کو یہ امر بھی بخوبی واضح ہو جائے گا کہ جہ انسان صبر و سکون سے مصائب و الالم برداشت کرتا ہے۔ اسے وہ سرشت کتیمان دیا لو پر ماتما آخر کار راحت ابدی و سرور سرمدی کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ کہ

اسے فصل کرتے نہیں لگتی بار۔

نہ ہو اُس سے مایوس امیدوار۔

چار اٹھارہ برس کرشنا ندی کے کنارے کچھ اڑ نام کی ایک جگہ ہے۔ وہاں ایک برہمن رہتا تھا۔ اس کے مکان میں وہ غزو۔ اسکی بیوی۔ بیٹا اور سکھ بانی جو کہ اس کے بیٹے کی بیوی تھی۔ رہتے تھے۔ سکھ بانی جس قدر زیادہ بھگوان کی بھگتی۔ سوشیلہ۔ حلیم الطبع اور صاف دل تھی۔ اتنے ہی بد بطن بنگل اور شقی اقلب اس کے ساس ہنسے اور تپ تینوں ہی تھے۔ وہ سکھ کو ستانے میں کوئی بھی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتے تھے۔ وہ ہجاری صبح سے شام تک مصروف کار رہتی تھی۔ اور پھر بھی اس کی سنگدل ساس اس کی جانفشانی کا کوئی گناہ کرتے ہوئے اسے عموماً بھوکا رکھا کرتی تھی۔ باوجود اس کے وہ نیک خاتون رہی بہ رضا و کرہ ہمیشہ اپنے کام میں لگی رہتی تھی۔ اس پر بھی اس کی ساس اس سے ناگ بھوں چھائے رکھتی تھی، اور اس کو دو چار گھونسے لگائے اور اس کے



انہوں نے سکھ کو ایسا جکڑ کر باندھا کہ اس کے سوکھے ہوئے بدن میں گرہے پڑ گئے۔ وہ اس عالم بے بسی میں بھگوان سے براہِ خدا کرنے لگی۔ کہ امر ناتھ! میری صرف یہی آرزو تھی۔ کہ میں صرف ایک بار آپ کے چروٹوں کے درشن کر لیتی۔ اور پھر دنیا سے رخصت ہو جاتی۔ میرے تو سب کچھ آپ ہی ہیں۔ اور میں بھی بڑی بھلی جو کچھ ہوں آپ کی ہوں امر ناتھ! کیا میری اتنی سی گزارشیں قبول نہ ہوگی! لڑھی بڑی دیر تک وہ یونہی بڑبڑاتی رہی۔

بھگت کے منہ سے نکلی ہوئی وردناک فریاد کبھی خالی نہیں جاتی۔ خواہ وہ کتنی ہی جیسی آواز سے کیوں نہ لگتی ہو۔ پس سکھ بانی کی دل سو فریاد سے سینکٹھ ناتھ کا تخت تھرا اٹھا۔ وہ فوراً ایک عورت کا روپ دھار کر سکھ کے پاس جا کر بولے۔ "ہیں! میں یا نڈر پور جا رہی ہوں۔ کیا تم وہاں نہ چلو گی؟ وہ بولی کہ بانی میں جانا تو ضرور چاہتی ہوں لیکن یہاں بندھی پڑی ہوں۔ چھ پانچ کے بھائیہ میں پندر پور کی یا تراکمال۔ یہ سن کر عورت کا بھیس دھارے ہوئے بھگوان بولے۔ اسے بانی میں تیری ہمیشہ غمگسار ہوں ہیں تیری جیسے یہاں بندھ جاؤں گی تو مت گھرا۔

یہ کہہ کر دیا کے بھنڈا بھگوان نے اس کے تمام بدن کھل دیئے۔ اور اسے پندر پور پہنچا دیا۔ آج سکھ کے صرف یہی بدن نہیں کھلے۔ بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے آزاد ہو گئی تمام بدنہنوں سے چھوٹ گئی۔

البتہ سے اشنان کرنے اور کھانا کھانے کی درخواست کی۔ بھگوان بھی بے حد سکھ بانی کی طرح ایک عصمت شعار بیوی کی طرح سر جھکائے پڑے رہے۔ وہ سکھ کے آنے سے پہلے ہی غائب ہو جانے میں اس کے سر پر آفت ٹوٹ پڑنے کے خیال سے اس کی دلچسپی تک وہیں ٹھہرے رہے۔ انہوں نے اشنان کرنے کی دعوت دینی بنائی اور تینوں کو بھوجن کرایا۔ آج کے بھوجن میں کچھ عجیب ہی مزا تھا۔ بھگوان نے اپنے حسن و سلوک اور بے مثال خدمتگداری سے سب کو اپنا گرویدہ کر لیا۔ ٹھیک ہے اب بھی تبدیلی نہ ہوتی تو ہوتی کب۔

ادھر سکھ بانی پندر پور پہنچ کر بھگوان کے درشن کرنے کے بعد بوجھ ستر میں ڈوب گئی۔ وہ یہ جھول گئی۔ کہ کوئی دوسری استری اس کا جھگ بندھی ہوئی ہے۔ اس نے پرتکلیا کر لی کہ جب تک جان میں جان ہے۔ میں پندر پور کی حدود سے باہر نہ جاؤں گی۔ پریم کی سیاسی سکھ بھگوان یا نڈرنگ میں رہ گئی۔ اور عالم بچوادی میں محو ہو گئی۔ آخر کار سکھ کا روح نفس حشری سے پرواز کر گیا۔ اور جسم بے جان ہو کر گر پڑا۔ اتفاق سے پھر اس کے نزدیک واقع کول نامی گاؤں کے ایک بزمین نے اسے پہچان کر اور اپنے ساتھیوں کو بلا کر اس کا آخری سنسکار کیا۔

اب بھگت اتنا شری رکھنی تے جب یہ دیکھا یہ تو یہاں فرم گئی ہے اور میرے سوامی اس کی بہنو بنے بیٹھے ہیں۔ تو دل میں خیال کیا۔ میں تو بڑی بیڑھ ب پھنسی یہ سوچ کر شمشان میں جا کر سکھ کی ہڈیاں جمع کر کے اس میں جان ڈال دی سکھ دوبارہ زندہ ہو گئی۔ اسے زندہ کر کے مانا نے کہا کہ تیری تیرکیا صرف یہ تھی کہ تو اس جسم سے پندر پور سے باہر نہ جا سکی تیرا وہ شری پتہ ملا دیا گیا ہے۔ اب تو اس موجودہ حشر میرے یاتریوں کے ساتھ دلچسپ لوٹ جا۔ سکھ بانی یاتریوں کے ساتھ دو دن میں کچھارت پہنچ گئی۔ سکھ کا آنا جان کر سکھ کے بھیس میں آئے ہوئے بھگوان ندی کے کنارے کھڑا

انہوں نے سکھ کو ایسا جکڑ کر باندھا کہ اس کے سوکھے ہوئے بدن میں گرہے پڑ گئے۔ وہ اس عالم بے بسی میں بھگوان سے براہِ خدا کرنے لگی۔ کہ امر ناتھ! میری صرف یہی آرزو تھی۔ کہ میں صرف ایک بار آپ کے چروٹوں کے درشن کر لیتی۔ اور پھر دنیا سے رخصت ہو جاتی۔ میرے تو سب کچھ آپ ہی ہیں۔ اور میں بھی بڑی بھلی جو کچھ ہوں آپ کی ہوں امر ناتھ! کیا میری اتنی سی گزارشیں قبول نہ ہوگی! لڑھی بڑی دیر تک وہ یونہی بڑبڑاتی رہی۔

بھگت کے منہ سے نکلی ہوئی وردناک فریاد کبھی خالی نہیں جاتی۔ خواہ وہ کتنی ہی جیسی آواز سے کیوں نہ لگتی ہو۔ پس سکھ بانی کی دل سو فریاد سے سینکٹھ ناتھ کا تخت تھرا اٹھا۔ وہ فوراً ایک عورت کا روپ دھار کر سکھ کے پاس جا کر بولے۔ "ہیں! میں یا نڈر پور جا رہی ہوں۔ کیا تم وہاں نہ چلو گی؟ وہ بولی کہ بانی میں جانا تو ضرور چاہتی ہوں لیکن یہاں بندھی پڑی ہوں۔ چھ پانچ کے بھائیہ میں پندر پور کی یا تراکمال۔ یہ سن کر عورت کا بھیس دھارے ہوئے بھگوان بولے۔ اسے بانی میں تیری ہمیشہ غمگسار ہوں ہیں تیری جیسے یہاں بندھ جاؤں گی تو مت گھرا۔

یہ کہہ کر دیا کے بھنڈا بھگوان نے اس کے تمام بدن کھل دیئے۔ اور اسے پندر پور پہنچا دیا۔ آج سکھ کے صرف یہی بدن نہیں کھلے۔ بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے آزاد ہو گئی تمام بدنہنوں سے چھوٹ گئی۔

سکھ کے بھیس میں آئے ہوئے بھگوان بندھے پڑے ہیں سکھ کے سانس سسٹہ آئے ہیں اور اُٹھ جلا کر کرپے جاسے ہیں۔ اور بھگوان ہیں کہ شانتی سے سب کچھ سہہ رہے ہیں۔ اس طرح بندھے ہوئے پورے پندرہ دن ہو گئے۔ سانس سسٹہ کا دل اتنے پر بھی نہ پسچا۔ لیکن سکھ کے خاندان کے دل میں یہ خیال اٹھا کہ اسے بہت عرصہ کچھ کھائے پیئے بغیر گذر گیا ہے اگر خدا نخواستہ یہ چل بسی تو ہماری بڑی بدنامی ہوگی۔ وہ بے قرار دل کے ساتھ بھگوان یعنی نقلی سکھ کے پاس پہنچا اور بدن میں کھل کر نہایت محبت آمیز



گئی رہی نہیں تم ایسی بات کیوں کہتے ہو۔ برہمن کے بار بار  
اصرار کرنے پر سکھ کو جلا کر سب باتیں پوچھی گئیں اس نے  
نے بھگوان کی تمام لیسٹا کہہ سنائی۔ جسے تن کر سالی سنس  
اور بتی نے کف استوس ملتے ہوئے کہا۔ یقیناً وہ استری  
سکھو بانی کی جگہ بندھی ہوئی خود بھگوان تھے۔ ہم بہت  
ترجیح اور گریسے ہوئے ہیں۔ جو کہ ہم نے انہیں اتنے  
عزت کا باندھ رکھا۔ اور طرح طرح کی اذیتیں دیتے رہے۔  
تینوں کے دلوں سے اب وہ گذرت جاتی رہی۔ اور بھگوان  
کے بھجن میں لگ گئے۔ اور سکھو بانی کی عزت و  
توقیر ان کی آنکھوں میں بہت بڑھ گئی۔ ادم شرم۔

لے کر آگئے اور سکھ کے آنے ہی دو چار سیٹی سیٹی نہیں  
بنا کر اور گھڑا اُسے دیکر غائب ہو گئے۔ سکھ کو گھڑا لیکر  
گھر آئی۔ اور اپنے کام میں مشغول ہو گئی۔ لیکن گھروالوں  
کی طبیعت میں انقلاب دیکھ کر تصویر حیرت بن گئی۔  
کچھ دنوں بعد وہ کول گاؤں والا برہمن جب سکھ  
کی موت کی خبر گھرنے آیا اور اس نے سکھ کو گھر پر  
کام کرتے ہوئے دیکھا۔ تو اس کی حیرانی کی کوئی حد نہ  
رہی۔ اس نے سکھ کے سانس سنس کو باہر بلا کر کہا کہ  
سکھ تو پانڈر پور میں مر گئی تھی۔ یہ کیسے بھوت بن کر تو  
ہیں آ گئی۔ سکھ کے سنسرا دیتی نے کہا۔ وہ تو پانڈر پور

## صورت گمنام

از قلم ڈاکٹر راج بہادر ورمارانہ بریلوی

اگر سچی عمل۔ نادائق انجام ہوتی ہے : تو کیوں حسن عمل سے زندگی بدنام ہوتی ہے  
ہوائے صبح موافق نہ تھا کوشام ہوتی ہے : مگر چشم طلب پر حال میں بدنام ہوتی ہے  
نیرے ساغر کی کیسی بادہ کلفام ہوتی ہے : جسے پیکر یہ دنیا سے خرد بدنام ہوتی ہے  
جو اپنا ظرف استقلال رکھتا ہے مظل سے : تو ہر سچی تمنا اس کی خوش انجام ہوتی ہے  
حقیقت کھل نہیں پائی کبھی بجا تغافل سے : دل آزاری کیسی باعث آلام ہوتی ہے  
جہاں مجبور ہو کر کاوشیں آگے نہیں بڑھتیں : اہل کی گود میں ہی بستی آرام ہوتی ہے  
برز پڑتی ہیں جب آنکھیں خالی ماہ مدھ بن میں : تو ہر سنسویں میرے صورت گمنام ہوتی ہے  
کیسی یاد میں جوش محبت جب بڑھکتا ہے : تو ہر شعلہ سے پیدا صورت آرام ہوتی ہے

چمکتے ہیں شرارے نیکیوں کے راز بچھ بچھ کر  
ہماری بستی موہوم کب گم نام ہوتی ہے



# سوامی گوبند چند جی مہاراج

از پروفیسر سیرا لعل جی چوپڑہ ایم۔ اے۔

مناسب سمجھا۔ اور وہ چیز جسے لوح محفوظ سمجھا جاتا تھا۔ اور جس کے سمجھنے کے لئے رمان کی گہرائی ضروری سمجھی جاتی تھی۔ اُسے عام فہم الفاظ میں مگر نہایت مختصر پیرائے میں سوامی جی نے لوگوں کے دلوں پر بٹھا دیا۔ ہمارے شاگردوں نے بھی اپنشدوں کے ٹکڑے اور ان پر بھار دینے کی عمر گرسبت اشرم کے بعد تعلیم کی ہے۔ یعنی جب آدمی گرسبت اشرم سے نورت ہو جائے۔ تو اُسی وقت ویدوں کے اس آرٹیکل بھاگ کو پڑھنا چاہیے۔ لیکن ہمارے زمانے کے غلط ویدانتیوں نے یعنی سری رام کرشن پرچھس۔ سوامی ویدکا۔ سوامی رام تیرتھ۔ اور سوامی گوبند چند جی نے شری شنکر اچاریہ کی زندگی سے سبق گرہن کرتے ہوئے بھی مناسب سمجھا کہ گیان کا بھندہ ہر وقت اور ہر شخص پر کھولا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے غریبوں کی کوئی قید نہیں ہے۔ ہر وہ شخص جس کی استعداد ہے۔ یا جس کے من میں شکر ہوتی ہے۔ اس بات کا ادھیر کاری ہے۔ کہ اس پر راز داری سے سرلینہ کا انکشاف کیا جائے۔ اور شری یعنی وید اور اپنشد کا اسرار لیکر ان لوگوں نے تمام ہندوستان میں جاگرتی پیدا کر دی۔

سوامی گوبند چند جی نے اپنی سرگرمیوں کا حلقہ پنجاب کے دیہات کو بنایا۔ اور اس کے لئے انہوں نے

سوامی گوبند چند جی مہاراج عام سادھوؤں کی طرح محض گہرے رنگ کے کپڑے زیب تن کرنے والے سادھو نہ تھے۔ بلکہ ان کی زندگی کسی خاص مقصد کی متعل تھی۔ اور کسی خاص لکھ کو تہ نظر رکھتے ہوئے انہوں نے اپنے جیون کال میں تمام کام کیا۔ میرا تو یہ عقیدہ ہے۔ کہ سوامی رام تیرتھ جی مہاراج نے الکیا یہ ہونے کی وجہ سے جس کام کو ادھورا چھوڑا تھا۔ اُس کام کے پورا کرنے کا سہرا سوامی گوبند چند جی کے ہی سر پر ہے۔ سوامی رام تیرتھ جی کے زمانہ تک یہ عام رواج چلا آتا تھا۔ کہ ہر نئی تحریک بڑے بڑے قصبوں ایک ہی جگہ رہتی تھی۔ اور اُسی لئے روحانیت کا پرچار بھی بڑے قصبوں تک ہی رہا۔ جیسے کانگریس کی تحریک یا کوئی اور مجلس تحریک جب اُٹھتی تھی تو شہروں ہی میں فروغ پا کر آخر وہیں ختم ہو جاتی تھی۔ کیونکہ شہروں کے لوگ تعلیم یافتہ ہوتے تھے۔ ان پر اثر جلدی ہوتا تھا۔ لیکن چونکہ یقین کی دولت سے مالا مال نہ ہوتے تھے۔ اس لئے ان کے اعتقادات جلد ہی ہی معطل بھی ہو جاتے تھے۔ اس کے مقابلے میں دیہات میں جن چیزوں کا پرچار ہوا۔ گو اس میں محنت زیادہ صرف ہوتی۔ لیکن اس کا اثر زیادہ دیر پا رہا۔ اسی بات کو تہ نظر رکھتے ہوئے سوامی گوبند چند جی مہاراج نے پنجاب کے دیہات میں ویدانت کا پیغام پہنچانا



کرتے تھے۔

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں نبیوں میں پھرتے ہیں مارے مارے  
میں اس کا بندہ نبیوں کا جسکو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا  
وہ سنیاس کو اپنی سچ کی کمتی کا سا دھن تصور نہ  
کرتے تھے بلکہ انہوں نے سنیاس لیا بھی تھا۔ تو محض  
اس لئے کہ پہلے جو شریر خاندان کے چند افراد کا مشترکہ حصہ  
تھا۔ اب زیادہ وسیع حلقے کی ملکیت بن جائے۔ یعنی  
انہوں نے آتما کو بسعت دیر اپنے محدود حلقے کو لا محدود کر دیا  
تھا۔ ایک سادھو اگر اپنی کمتی کی ہی خواہش رکھتا ہے۔ اور تمام  
عمر گوشہ عزلت میں بیٹھ کر رام نام جپ کر اپنی عمر بیت کر دیتا ہے  
اور اس کی زندگی سے دنیا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا تو وہ  
مجموع ہے۔ اور سزا کا سزاوار ہے۔ اور دنیا کے نکلے میں  
ایک پتھر کا بوجھ ہے۔

گلگاہ نہ عارض ہے نہ یہ رنگ خفا تو

اسے خوں شدہ دل تو تو کسی کام نہ آیا

تو ایسے اُچیر آدرش رکھنے والے سادھو کبھی مر نہیں  
سکتے ہیں۔ بھیکو ان شکر آجاریہ کو جابے آج سینکڑوں  
سال ہو گئے۔ لیکن وہ اپنے فلسفے اور سنسکرتیت میں اپنے  
کاریہ کے کارن امر ہو گئے۔ اسی طرح آج سری رام کرشن  
پر جنس۔ سوامی و دیکانند اور سوامی رام تیرتھ جی ہمارا ج  
بھی چار درگ عالم میں ہندوستان کی عظمت کا ٹھنڈا ڈورہ  
پیٹ رہے ہیں۔ اور سدا فرزند جاوید ہیں عین اسی طرح  
سوامی گوبند آنند جی اپنے بھگتوں اور مداحوں میں ایک  
نیا جیون پھونکنے کے کارن ایک نئی جیوتی کے پرکاش کرتے  
کے کارن اور اپنی بے غرضانہ اور انتھاک زندگی کے کارن  
اور پریم بھگتی اور ویراگیہ کی رہنمائی کے کارن ہمیشہ ہی  
زندہ ہیں۔

ہرگز نمیر آئنگہ دلش زندہ شد عشق

بشت است بر جویدہ عالم دوام ما

۲۰۰۰ء

پنجابی اور ہندی زبان میں اپنے دیا کھیا نوں اور  
لیکھوں کا سلسلہ شروع کیا۔ سوامی رام تیرتھ جی اپنی  
مستی اور انخلاف کو رسالہ "الف" کے صفحوں میں  
تقلید کیا کرتے تھے۔ اور وہ دوسرے لفظوں میں اُن  
کا الہام تھا۔ جو کہ روحانیت کی مستی کے پھلکے ہوئے  
پیمانے تھے۔ جو اب انہوں نے سوامی گوبند آنند جی کی  
گوبند لہر کا ملاحظہ فرمایا۔ تو ارشاد کیا۔ کہ گوبند جی کی  
لہر میں رسالہ "الف" کے ہر کاب لہرانے پر گیہ عیس۔  
مستی تو ایک ہی تھی۔ لیکن محض زبان کا فرق تھا۔  
پنجابی زبان میں دیدانت کے گورٹھ ستوروں کا  
بیان کرنا ایک سخت مشکل سا معاملہ ہے لیکن ایک  
شخص جو انوکھو کی دولت سے والا مال ہو۔ اس کے  
لئے کوئی مشکل نہیں رہتی مشکل ہمیشہ وہیں پیدا ہوتی  
ہے۔ جہاں تصنع اور بناوٹ سے کام لینا مقصود ہو  
لیکن جو بات اپنے انوکھو میں آچکی ہو۔ اس کو تقلید  
کرنے میں کوئی دقت نہیں رہتی۔ اس لئے دھرم کے بلند  
اور اُچھے فلسفے کا نہایت صاف واضح اور جاندار الفاظ  
میں بیان کرنے کی کامیابی کا سہرا سوامی گوبند آنند جی کے  
سر پر ہی ہے۔

انہوں نے اپنی زندگی کو وقف کر رکھا تھا۔ عوام کو گنا  
کا مارگ دکھلانے کے لئے عوام کو روحانیت کی جیوتی  
کا پرکاش دکھلانے کیلئے اور انکی زندگی اس بات کی منظر ہے۔  
کہ وہ اپنی زندگی محض اپنے لئے صرف کرنے کو گناہ سمجھتے  
تھے۔ وہ زندگی کو نئی نوع انسان کی خدمت میں صرف کرنا  
اس کا بہترین استعمال سمجھتے تھے۔ اور ان کے عقیدے کے  
مطابق ایک شخص جو خود غرضانہ خواہشات لیکر زندگی بسر  
کرتا ہے۔ اور خاص طور پر ایک سادھو سنیاسی جو بغیر دنیا  
کا اُدھار کیئے دنیا پر ایک بوجھ ثابت ہوتا ہے۔ تو وہ دنیا  
کی عدالت میں ایک گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنا لا ہے۔  
وہ خود سادھوؤں کے واسطے بھی ایک مشعل ہدایت تھے۔  
اور اپنی عملی زندگی سے اقبال کے ان الفاظ کا دعویٰ



نئے بھارت کے معمار

## کوشتیشیں پہل لائیں

شری رندھیر سنگھ کی کوشتیشیں ایک بار پھر کام آئیں۔ آئرلینڈ میں زیادہ  
اناچ اگانے کا مقابلہ جیتنے کا سہرا ایک بار پھر انہیں کے سر پہا۔ ۱۹۵۸-۵۹  
میں تو انہیں ۹۴ من فی ایکڑ سے زیادہ جیسوں اگانے میں کامیابی ہوئی۔ شری  
رندھیر سنگھ کا لائق ضلع کانپور کے موضع مانچ سے ہے۔

شری رندھیر سنگھ نے کھیتی باڑی کے بہتر طریقے اپنا سنے گہری وعین کھیتی کی۔ کھاد  
کی سیادی کھاد برقی، بہترین بونے اور خوب میچائی کی۔ نتیجہ بڑا ہی خوشگوار  
نکلا۔

شری رندھیر سنگھ جیسے ترقی پسند کاشتکاروں کے بے زیادہ اناچ اگانے  
میچ محضوں میں نئے بھارت کی تعمیر میں ہاتھ بٹا رہے ہیں۔



پلان سے مضبوطی  
پلان سے خوشحالی  
پلان کو کامیاب بنائیے، محنت سے بچت سے



# اندر اور دوسرے

از قلم دیوان نپٹید یاس جی چو پڑہ بی۔

کس مقصد کے لئے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی اس منادی کا جگت میں بہت چرچا ہے کہ ہر نفس کے لئے لازم ہے کہ ذات حق (آتما) کی جو کہ پاپ سے ملکوت نہیں ہوتا ہے۔ ضعیفی اور موت سے بالاتر ہے۔ رنج و غم سے پرے ہے۔ جسے جھوک اور پیاس چھو نہیں سکتے ہیں۔ وہ جو ایسا ہوتا ہے اسے ہر بشر تحقیق کرے۔ پس ہم دونوں ایسے آتما کے گیان کے لئے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ اس پر راجا عالمین نے اندر اور دوسرے ہر دو کو مخاطب کر کے فرمایا سنو! یہ جو آنکھ میں کیوں (پریش) ہے یہی آتما ہے۔ یہ لافانی ہے۔ بے خوف ہے۔ برہم (آخری حقیقت) ہے۔

رب العالمین کا مطالب تو یہ تھا کہ مثیلاً آتما جس سے قوت مبنائی حاصل کرتی ہے یعنی اندریاں یا جو اس جسم جس سے شکتی اور ظاہری ہستی پاتے ہیں۔ وہ پس لشت نہاں اندرونی و آخری شکتی آتما ہے۔ جو کہ اس انسانی قالب کی آنکھوں کی کھڑکیوں میں جلوہ افروز ہو کر اس عالم مشہور کا مشاہدہ کرتا ہے۔ وہ ذات شاہد آتما ہے لیکن انہوں نے اپنی مشنات قص عقل کے باعث رب العالمین کے الفاظ کا یہ مفہوم سمجھا کہ آنکھ کی دھری کے اندر جو دوسرے دیکھنے والے کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ وہ آتما ہے پس اس پر انہوں نے سوال کیا۔ کہ کیا یہ جو پانی میں دکھائی

جھانڈو گیہ او پندش کے آنکھوں باب کی ساتویں فصل میں آیا ہے۔ کہ جب خالق کون و مکران راجا عالمین (پر جاتی) سلسلہ کائنات خلقت کر چکا۔ اور نظام عالم کے لئے قوانین وضع کر چکا اور جملہ انسانی مقاصد کی تکمیل کے ذرائع مقرر کر چکا تو اس نے عرض و سماں میں عام منادی کرادی کہ "آتما کو جو کہ پاپ سے ملکوت نہیں ہوتا ہے۔ جسے بڑھاپا اور موت نہیں آتے ہیں۔ جو رنج و غم سے پرے ہے۔ جسے جھوک اور پیاس چھو نہیں سکتے ہیں۔ اور جو کہ راست مقاصد والا ہے اسی کی جی نوع انسان کو کھوج کرنی چاہئے۔ اسی کی ہمیز و نصیص لازم ہے۔ اور وہ جو کہ اس آتما کی تحقیق کر کے اسے پہچان لیتا ہے۔ وہ خود بخود جملہ تحقیقات ہستی اور مقاصد کو عبور کر جاتا ہے۔

پھر لکھا ہے۔ کہ جب دیوتاؤں اور آدمیوں تک یہ پیغام پہنچا تو ان میں ایک غوغا برپا ہو گیا۔ اور انہوں نے آپس میں کہا۔ کہ پھر تو ضرور ایسے آتما کی تلاش کرنی چاہئے جس کی پہچان سے جملہ طبقات و درجیات ہستی اور جملہ مقاصد کا حصول ہوتا ہے۔ چنانچہ باہمی مشاورت کے بعد دیوتاؤں کے سردار اندر اور آدمیوں کے سردار دوسرے دونوں خالق عالم کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے بطور شاگرد کے حاضر ہوئے اور وہاں عرصہ تیس سال کا گذر برہم چار دی بن کر رہے۔ جب عرصہ تیس سال کا گذر چکا تو رب العالمین نے دریافت فرمایا کہ تم یہاں میرے پاس



دیتا ہے۔ اور یہ جو شیئے کے اندر دکھائی دیتا ہے۔ کیا یہی آتما ہے؟ اور ذات باری نے اُن میں آزادانہ تجسس اور تحقیق کا سپرٹ پیدا کرنے کے لیے کہا کہ ہاں یہی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ بانی کے پیالے میں تم دونو اس اپنی آتما (اپنی ذات) کو دیکھو۔ چنانچہ انہوں نے بانی میں دیکھا۔ تب رب العالمین نے اُن سے دریافت فرمایا۔ "تم کیا دیکھتے ہو؟" انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم آتما کو پوری شکل میں دیکھ رہے ہیں پس کا ایک ایک بال اور ناخن تک دکھائی دے رہا ہے۔ تب پر جاپتی نے کہا۔ کہ اب اچھے اچھے خوش نما زیورات اور پارچات پہن کر اور اپنے آپ کو صفا ستھرا کر کے یعنی بال اور ناخن کٹوا کر پھر بانی کے پیالے میں دیکھو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ تب پر جاپتی نے دریافت کیا۔ "اب کیا نظر آتا ہے؟" انہوں نے عرض کیا۔ "اے بھگوان! جیسے ہم نے یورات پارچات دھارن کئے ہوئے ہیں عین اسی طرح سے یہ ہمارے دونو آتما بانی میں اچھے بھوشن و پارچات میں ملبوس نظر آتے ہیں۔ چنانچہ پر جاپتی نے پھر ان کی عقل کی سطح کے مطابق اور اُن میں آزادانہ جھوج پمیدا کرنے کے لئے فرمایا۔ کہ یہ آتما ہے۔ یہ لافانی ہے۔ یہ بے خوف ہے۔ یہی برہم ہے۔ چنانچہ اس پر دونو اندر اور دروچن پر سن یعنی مطمئن ہو کر چلے گئے۔

تب پر جاپتی (رب العالمین) نے کہا کہ یہ دونو آتما کی تحقیق اور کمیز کے بغیر جاتے ہیں۔ ان دونوں میں سے جو کوئی اپنے عقیدہ کی تلقین کرے گا۔ فنا ہو جائے گا۔ خیر انہوں کا سرزاد دروچن تو شاد کام خوشی خوشی اطمینان قلب کے ساتھ آسروں کے پاس پہنچا۔ اور انہیں اپنے عقیدہ کا دماغ کیا۔ کہ سنو! یہ آتما (یہ قلب فانی) ہی ہمارا معبود ہے۔ اسی کی خدمت کرنی چاہئے وہ جو اس شریک کی پوجا کرتا ہے۔ وہی آتما کا سیوک ہے۔ اور اسی کے تمام مقاصد پورے ہوتے ہیں۔ جیسے ہم فانی

ہی آخری حقیقت (آتما) ہے۔ اس سے پرے کچھ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اب بھی جو نہ تو دان خیرات میں یقین رکھتا ہے نہ تحقیق حق کا طالب ہے۔ نہ غلامی عام کی بہبودی و فلاح میں دلچسپی رکھتا ہے۔ اُسے لوگ آسٹر کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ آسٹر (شیطان) والا عقیدہ رکھتا ہے۔ وہ اس جسم فانی کو عطریات اور خوشبوئیات سے مسطر کرتا ہے۔ زیورات سے مرسع کرتا ہے اور ہنریوں کی سنگت میں خوشی کا متلاشی رہتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہی طرز عمل حقیقی خوشی و راحت کا موجب ہے۔

اب پر جاپتی کا مطلب سمجھنے میں مغالطہ تو دونوں کو ہوا۔ لیکن فرق صرف اتنا ہوا کہ دروچن یعنی کم گشتگان راہ معرفت کے سردار نے تو یہ یقین کر لیا۔ کہ یہ شریر آتما یعنی ذات عین یا آخری حقیقت ہے۔ لیکن اندر نے عکس کو آتما تصور کیا۔ اور ابھی دیوتاؤں کے پاس واپس نہیں پہنچا تھا۔ کہ وجہ اردان ہونے کی وجہ سے راستہ میں ہی اندر کے دل میں شک پیدا ہوا کہ یہ عکس جو بانی میں دکھائی دیتا ہے۔ اچھے کپڑوں کے پہنے سے خوش پوش ہو جاتا ہے۔ بدن کے صاف ستھرا ہونے سے صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔ شریر کے کانا ہونے سے کانا ہو جاتا ہے اندھا ہونے سے اندھا ہو جاتا ہے۔ لنگڑا ہونے سے لنگڑا ہو جاتا ہے۔ لیکن آتما کے متعلق ایسے نقطہ خیال سے آخر لاکھ کیا ہوا۔ ایسا آتما دیکھو کہ بدن کی ہر تبدیلی کے ساتھ تبدیل ہوا نظر آتا ہے۔ آخری حقیقت نہیں ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی لافانی و باقی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اندر ایسا سوچا ہوا راستہ میں سے ہی واپس لوٹا۔ اور پھر رب العالمین کی خدمت میں بطور شاگرد کے حاضر ہوا۔

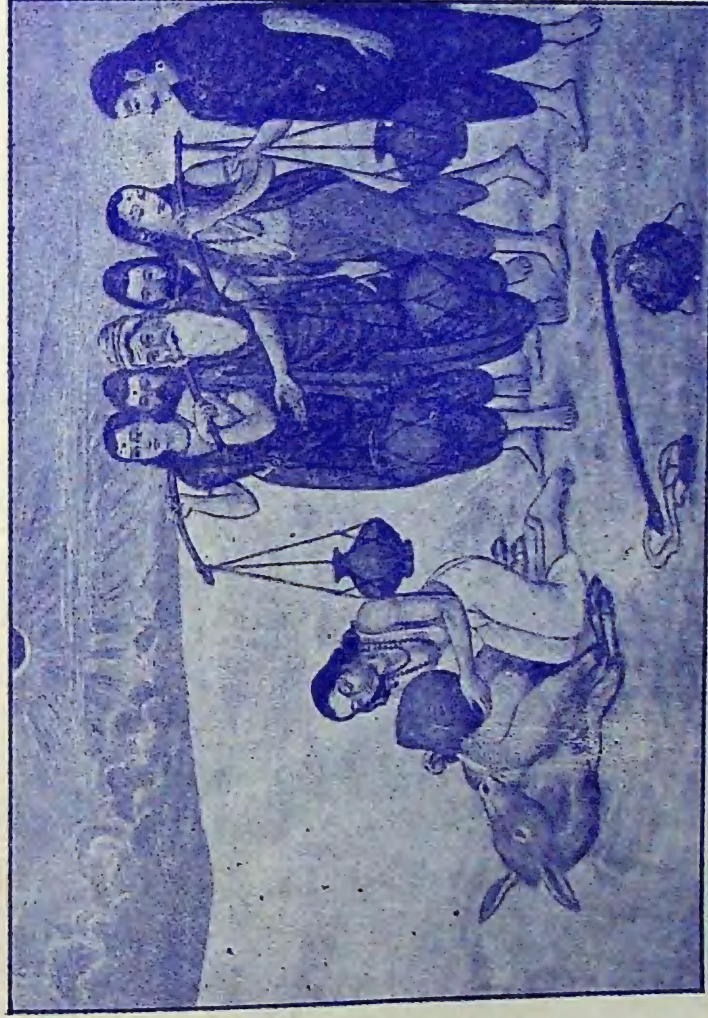
اُسے دیکھ کر رب العالمین (پر جاپتی) نے فرمایا۔ "تم تو مطمئن ہو کر دروچن کے ساتھ چلے گئے تھے۔ اب تہناری واپسی کا کیا مقصد ہے؟" اندر نے عرض کیا کہ "جیسے یہ عکس اچھے زیورات و ملبوسات





INDRA & VAROCHNA







پہنچنے سے خوش نما نظر آتا ہے۔ اس شریک کے اندھا ہونے سے اندھا ہو جاتا ہے۔ کانا ہونے سے کانا ہو جاتا ہے۔ لولا لنگڑا ہونے سے لولا لنگڑا ہو جاتا ہے۔ عین اسی طرح اس کے مرنے پر اس آتما (عکس) کا بھی ناش ہو جاتا ہے۔ تو پھر یہ امرت یعنی لافانی کیسے ہوا۔ اور ایسے اس آتما کو جاننے سے لاکھ ہی کیا ہوا؟

تب پر جاتی نے فرمایا کہ ہاں آنند تہارا و چار ٹھیک ہے۔ میں فقط تمہاری عقل کا امتحان کرنا چاہتا تھا۔ واقعی یہ عکس ذات مطلق (آتما) نہیں ہے بلکہ آتما یہ نہیں پھر آتما کے اصلی سُروپ کا وہ غلط کرتا ہوں لیکن چونکہ تم نے پہلے میرے الفاظ کا مفہوم نہیں سمجھا۔ اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری بُرھی اچھی سمجھنے نہیں ہے۔ لہذا تم ابھی تیس سال اور میرے پاس بطور برہمچاری کے رہو۔ چنانچہ اس نے دوبارہ بطور برہمچاری کے تیس سال قیام کیا۔ اس کے بعد رب العالمین نے پھر فرمایا: ”سنو! یہ جو عالم خواب میں خود اپنی شکتی سے ایک عالم خلقت کرتا ہے۔ یعنی جو بلا مدد غیر سے عالم خواب میں ایک جگہ ریح لیتا ہے۔ یہ آتما ہے۔ یہ لافانی ہے۔ یہ برہم یعنی آخری حقیقت ہے۔“

اس پر آنند مطلق ہو کر چلا گیا۔ لیکن دیوتاؤں کے پاس وہ اپس پہنچنے سے پہلے راستہ میں برابر جا کر رہا جاتا تھا۔ اس نے خیال کیا کہ یہ تو ٹھیک ہے۔ کہ یہ خواب میں اس جسم خاکی کے نقائص سے بالاتر ہے۔ اس کے لولا لنگڑا ہونے سے یہ خواب میں (آتما) لولا لنگڑا نہیں ہو جاتا ہے۔ اس کے کانا یا اندھا ہونے سے یہ کانا یا اندھا نہیں ہو جاتا ہے۔ گویا اس جسم خاکی کے محسوسات سے وہ ملوث نہیں ہوتا ہے۔ نہ ہی اس کے نقائص سے متناقص ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی جب نہ تو کوئی اس شریک کو مارنے والا یا بھگانے والا ہوتا ہے۔ تب بھی یہ آتما خواب میں مارا کھاتا ہوا یا بھاگتا ہوا نظر آتا ہے۔ جب کوئی ایسے ڈرائے والا نہیں ہوتا تب بھی یہ آتما (خواب میں) لنگڑا ہوا

معلوم ہوتا ہے۔ ایسا آتما (خواب میں) تو خوف اور رنج و غم سے بالاتر معلوم نہیں دیتا ہے۔ اور ایسے آتما (خواب میں) کے تصور سے آخر فائدہ ہی کیا ہوا۔ میں تو ایسے آتما گیان سے کوئی لاکھ نہیں دیکھتا ہوں۔ چنانچہ ایسا و چار کرنے سے وہ راستہ میں سے ہی واپس لوٹ گیا اور پھر پر جاتی کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اسے دیکھ کر پر جاتی نے فرمایا: ”آنند تم تو مطلق ہو کر واپس چلے گئے تھے۔ اب تم کس مقصد کو لیکر یہاں آئے ہو؟“ اس پر آنند نے عرض کیا کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ اس جسم خاکی کے نقائص کا اطلاق اس خواب میں (آتما) پر نہیں ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی یہ خواب میں مارا کھاتا ہوا۔ لہذا ہوا۔ ڈوتا ہوا۔ اور رہتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ تو آتما کے ایسے تصور سے لاکھ بھی کیا ہوا؟

پر جاتی نے کہا کہ ہاں تمہارا و چار ٹھیک ہے۔ لہذا اب میں اور زیادہ وضاحت سے تمہیں آتما کے سُروپ کی تلقین کروں گا۔ لیکن ضروری ہے کہ اب تم پھر تیس سال تک میرے پاس بطور برہمچاری کے رہو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اُس بعد پر جاتی نے یوں فرمایا: ”جب یہ سنا ہوا خواب کی حالت میں نہیں ہوتا ہے۔ اس وقت یہ عالم خواب کے تمام متناقصات سے متبرا اور بالاتر عین اپنی ذات میں بے خوف و لافانی ہوتا ہے۔ یہی برہم ہے۔ یہی آخری حقیقت ہے۔ اس حالت میں یہ تمام جسمانی نقائص اور جاگرت (عالم نظارہ) اور سُویں (عالم خواب) کے تمام نقائص اور قیود سے بالاتر ہوتا ہے۔ ایسے آتما کو پاپ نہیں چھو سکتا ہے۔ یہ امرت (لافانی) ہے۔ یہی برہم ہے۔ یہی آخری حقیقت ہے۔ تمام بالذات سے ہستی مطلق ہے۔ اس پر آنند مطلق ہو کر واپس چلا گیا۔ لیکن و چار دان ہونے کی وجہ سے راستہ میں برابر سوچا جاتا تھا۔ چنانچہ اس نے خیال کیا کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ بے خوابی کے عالم میں یہ آتما محسوسات سے بالاتر ہے۔ گناہ سے ملوث نہیں ہو سکتا ہے۔ جاگرت اور سُویں کی تمام قیود



سے آزاد ہے۔ لیکن ایسی حالت میں یہ آتما اپنی ذرات سے بھی تو بالکل بے خبر ہے گویا ایک طرح سے بالکل نیست سا معلوم ہوتا ہے۔ آتما کے ایسے مفہوم سے آخر کیا لالچ ہوا۔

چنانچہ وہ پھر راستہ میں سے ہی واپس لوٹ آیا اسے واپس آتا دیکھ کر رب العالمین نے دریافت کیا کہ تم تو مطمئن ہو کر مجھے گئے تھے۔ اب پھر تمہارے واپس کا کیا مقصد ہے؟ چنانچہ اندر لے کر عرض کیا۔ کہ یہ آتما بے خواب غفلت کی حالت میں یعنی سہیلی اور سہوا میں نہ تو عالم مادی نہ ہی عالم خواب سے باخبر ہے۔ نہ ہی اپنی ذات کا ہی احساس رکھتا ہے۔ گویا نیست اور مدیم سا ہوتا ہے، میں تو آتما کے ایسے گمان سے کوئی خاص لالچ خیال نہیں کرتا ہوں۔

اس پر پرچا جاتی ہے کہا۔ "وہی تمہارا وچار معقول ہے۔ اب میں تجھے پھر وضاحت سے آدینش کھروں گا۔ لیکن اب کی دفعہ تم پھر پانچ برس اور یہاں رہو جو کہ انکشاف حقیقت میں تھوڑی کسر رہ گئی ہے۔ اس لئے صرف پانچ سال کا عرصہ کافی ہو گا چنانچہ آندر پانچ سال اور برہم چاری کے طور پر میری جاتی کی خدمت میں رہا۔ اور اس طرح آتما درشن کے لئے اسے کئی مجموعہ ہی طور پر ایک سو ایک سال برہم چاری رہنا پڑا۔

پرچا جاتی یعنی خالق ارض و سما سے پہلے تو جاگرت اور سوتا یعنی عالم محسوسات میں آندر کو آتما کا مظاہرہ دکھایا۔ اور پھر سوہیا اور سوتا یعنی عالم خواب میں اس کے کرشمے سے واقف کیا۔ اور پھر سہیلی اور سہوا یعنی بے خواب غفلت کی کیفیت اس پر ظاہر کی اور اب اس میں ان تینوں حادثات عالمات کو نہی کر کے اسے آتما کی عین ذات کی تلقین کرتے ہیں۔ چنانچہ پانچ سال کے بعد فرمایا کہ یہ شر پرفانی ہے۔ اور یہ موت کی گرفت میں ہے۔ یہ اس غیر فانی و غیر جسمانی آتما کا مکان ہے۔ جب تک اس کا شریر کے ساتھ تعلق ہے

وہ شریر کے ساتھ ایک ہو رہا ہے۔ شریر میں آتما ابھران رکھتا ہے۔ شریر کے دکھ سکھ سے متاثر ہوتا ہے۔ یہ اور اپر یہ یعنی مرغوب و غیر مرغوب سے جکڑا جاتا ہے لیکن یہ شریر سے اپنے آپ کو الگ جانتا ہے۔ تب مرغوب و غیر مرغوب کے بندھنوں سے اپنے آپ کو آزاد پاتا ہے۔ اس کی تشکیل یوں سمجھو کہ جیسے ذیو (ہوا) بادل اور بجلی ہر وقت آکاش (فضا) میں رہتے ہیں۔ یہ ایسی حالت میں شریر رہت یعنی لامکان ہیں۔ چنانچہ محسوس نہیں ہوتے ہیں گویا کہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ لیکن فی الحقیقت نیست نہیں ہیں۔ سورج کی گرمی باکر جو حرکت میں آتی ہے۔ بادل شکل اختیار کرتے ہیں اور بجلی چمکتی دکھائی دیتی ہے۔ تب یہ نمایاں معلوم ہوتے ہیں۔ عین اسی طرح سے سہیلی اور سہوا میں یہ ذات (آتما) اگرچہ قائم بالذات ہے۔ مزہ سا معلوم دیتا ہے۔ لیکن درحقیقت مردہ نہیں ہے۔ نہر عالم محسوسات سے بالاتر ہے۔ اور عالم محسوسات کی قیود سے آزاد ہے۔ اگر نیست و مردہ ہو دے تو پھر بیداری کے عالم میں یعنی جاگرت اور سوتا میں عالم مشہود کا شمار نہ بن سکے۔

آتما جو اس محسوسات کے پس پشت جو ارجح محسوسات کو زندہ کرتا ہے۔ وہ آتما ہے۔ آنکھ اسی کی شگفتی سے دیکھتی ہے۔ ذرات خود قوت بینائی نہیں رکھتی ہے۔ یہ آنکھ بینائی کے لئے محض ایک آلہ ہے۔ شاید حقیقی وہی ذات مطلق (آتما) ہے۔ اسی طرح سے گمان محسوسات کا محض ایک آلہ ہے۔ اور اسی آتما سے قوت سماعت پاتے ہیں۔ سماعت حقیقی وہی ذات (آتما) ہے۔ یہی حال باقی کل اندریوں کا ہے۔ لیکن یہ آتما اپنے عین شریر یعنی ذات میں عالم محسوسات سے پرے عین اودم (جو کہ اس کا ذاتی فاصلہ ہے) کی حالت میں ہوتا ہے۔ تو ان کے لئے جو کہ عالم محسوسات کو ہی جملہ عالم



حقیقت تصور کرتے ہیں۔ یہ آخر مردہ سلالموں کا  
 ہے۔ لیکن رشی لوگ (بہتران حقیقت) جانتے  
 ہیں کہ عالم محسوسات تو آئینا میں حادث ہے اور  
 آتما شلیش یعنی باقی ہے۔ قایم بالذات ہے۔  
 حقیقت  
 پر جاتی (رب العالمین) کے اس اپدیش سے  
 مقصود یہ ہے کہ عین ذات یا ہستی مطلق (آتما) کو  
 جاننے سے ہی تمام بندھنوں یعنی قیود کا خاتمہ ہوتا ہے۔  
 عالم بیداری گیان اندریوں کا محض کھیل ہے اور حادث  
 ہے۔ اگر حادث نہ ہوتا تو عالم خواب میں اس کا خاتمہ  
 نہ ہوتا۔ عین اسی طریقہ استدلال سے ثابت ہوتا ہے  
 عالم خواب بھی ذات حق (آتما) میں حادث ہے۔  
 کیونکہ جاگرت یعنی عالم بیداری کے وقت یہ بھی محسوس ہوتا  
 ہے۔ اور پھر شلیش یعنی بے خواب نیند کی حالت بھی  
 عارضی ہے پس ان تینوں حالتوں کو منسحق کرنے  
 سے جو باقی رہتا ہے۔ اور جس میں یہ تینوں حالتیں  
 حادث ہوتی ہیں وہ اصل ذات یا ہستی قائم بالذات  
 (آتما) ہے جس طرح روشن تمام اشیا کو منور کرتی  
 ہے لیکن خود کسی رنگ و شے پر سے منعکس ہوئے بغیر  
 دکھائی نہیں دیتی ہے۔ اسی طرح سے حیلہ تحقیقات  
 ہستی و دو حیات عالم و ارض و سما اسی آتما کی ہستی  
 سے ہست سے معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ آتما خود  
 اسی طرح سے ہست معلوم نہیں دیتا ہے۔ جیسے کہ  
 یہ عالم معلومات ہست معلوم ہوتا ہے۔  
 یہ من اور بدھ یعنی تجلی اور اراک کو تو  
 یہ خود جامہ ہستی عطا کرتا ہے۔ (اندریاں من  
 اور بدھ تو خود اسی نور (آتما) سے ظاہری و  
 عارضی ہستی حاصل کرتے ہیں۔ بذات خود ہست  
 نہیں ہیں۔  
 جب تک حقیقت کا متلاشی کریموں کے

بندھن میں ہے وہ ضرور اور غلام کی حیثیت رکھتا ہے۔  
 قانون کی سدھنت کے طایع ہے۔ اچھے کام کرنے  
 سے نیک صلہ پاتا ہے۔ اور برے کام کرنے سے  
 بُرا انجام پاتا ہے۔ ہر صورت میں آزاد نہیں ہے۔  
 بندہ ہے۔ اور پھر اس کا صلہ ہر صورت میں  
 محدود ہے۔ اور مرنے اور پیدا ہونے کے تسلسل  
 اس کا ترکنا ناممکن ہے۔ لیکن جب اُسے اپنی  
 ذات کی پہچان ہو جاتی ہے۔ تو وہ ایشوری نیم  
 یعنی نظام عالم کے قوانین کے تابع نہیں رہتا  
 ہے۔ مکمل طور پر آزاد ہو جاتا ہے۔ یعنی مکت  
 ہو جاتا ہے۔ اور پھر جب آزادی کی چوٹی پر پہنچ  
 وہ اپنی گمراہی کی وادیوں پر نظر ڈالتا ہے۔ تو  
 اُسے دکھائی دیتا ہے کہ دراصل بندھن اور قیود  
 تو محض اس کا اپنا ہی وہم تھے۔ اور وہ محض ہست  
 کی وجہ سے اندریوں اور برتوں یعنی حواسات  
 اور خیالات سے متاثر ہوتا ہوا۔ اپنے آپ کو  
 کبھی تکھی اور کبھی دکھی تصور کرتا ہے اور اب  
 اسے انجام میں یہ معلوم ہوا کہ سیکھ اور نہ کہہ دو  
 اس میں برپا تھے۔ اب اسے معلوم ہوا کہ یہ آتما  
 واقعی باپ سے نکلتا تھا جس سے نکلتا ہے۔ اسے  
 بڑھایا اور موت نہیں آئے ہیں۔ یہ رنج و غم سے  
 پرے ہے۔ بے خوف ہے۔ لافانی ہے یہی اصلی  
 معنوں میں ہستی مطلق ہے۔ باقی سب نیست ہیں۔  
 بقا صرف اسی کو ہے۔ باقی سب فنا۔  
 ایسے آتما کی پہچان جس کو حاصل ہو جاتی ہے  
 وہ قانون اور ہدیل اور انصاف کے مدارج  
 سے ماور ہو جاتا ہے۔ اپنی ذات میں ہی مفت  
 میں مکت ہو جاتا ہے۔ اور پھر تسلسل ہستی میں  
 نہیں آتا ہے نہیں آتا ہے۔ "اوم شم"



# چند ادویات

**نوک** آج کل پیٹ میں گیس پیدا ہونے کی بیماری کا نوسک گیس کے بننے سے بد ہضمی سر جیکرانا اور پیٹ کا شش کی طرح بھول جانا وغیرہ اس بیماری کی نشانی ہے کئی بار گیس جبکہ دل کی طرف چلی جائے تو مریض کو بہت گھبراہٹ پیدا کرتی ہے۔ مریض ہی سمجھتا ہے کہ میرا دل فیل ہوئے دگائے۔ حالانکہ اس مرض میں دل کے گرنے کا کوئی خطرہ نہیں۔ ایسی نا اہل بیماری کیلئے نوک گولیاں بہت مفید ثابت ہوئی ہیں قیمت شیشی ۵ گولیاں ارٹھالی ڈیڑھ آنچل گئے کی سوچنا کی بیماری عام ہوئی ہے زیادہ تر بچوں میں یہ بیماری عام پھیلی ہوئی ہے۔ گئے کی بیماری کو پائسل کہتے ہیں۔ اس کے بڑھنے سے صحت دن بدن گر جاتی ہے اور داغ کمزور ہو جاتا ہے۔ ایلمینٹیک علاج میں آپریشن کے بغیر اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ بیماری ایکاد شدہ کو کھلا پھوڑے سی دونوں میں آپریشن کے گئے ٹھیک کر دیتی ہے۔ اور جب کم کو پوری تندرستی بخش ہے یکسیر سیالوں کی از موہ مخرب دوا سے قیمت فی شیشی ۱۰ گولی تین روپے ۳/-

**ایندی سائیس کورس** پیٹ میں آدھی انت کی سائیس کہتے ہیں بڑی خطرناک بیماری ہے جبکہ اس کے دورے پڑتے ہیں تو اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ مریض اچھل کر لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے اور انت پھٹ جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس بیماری کو دور کرنے کے لئے چالیس دن کا کورس قیمت چالیس روپے آدھا کورس بیس دن کیلئے قیمت بائیس روپے۔

کالی کھانسی کی دوائی جب بچوں کو کالی کھانسی ہو جیڑ کا سا۔ آدھا تے کھانستے لٹی ہو جاتی ہے۔ بہت نیلا اور لال

پیدا ہو جاتا ہے۔ سانس رکنے لگتا ہے۔ اگر اس کا علاج نہ کیا جائے تو یہ تین تین ماہ تک رہتی ہے۔ یہ کھانسی ایک بچے سے دوسرے بچے کے ساتھ پھیلنے سے بھی ہو جاتی ہے۔ کاسا دوائی کے استعمال سے یہ بیماری دور ہو جاتی ہے مکمل آرام کیلئے تین ٹوک فی بیس قیمت فی ٹوک ۲ روپے

**دھول گولیاں** جن لوگوں کے بال چھوٹی عمر میں ہی سفید نیل ہستماں کرنا چاہئے۔ دھول نیل اور گولیاں کا ہستماں بالوں کو پیش از وقت سفید ہونے سے روکتا ہے قیمت ۲۴ گولیاں ایک ماہ کیلئے چار روپے تیل فی شیشی دو روپے وکھل چھ روپے۔

**لوہ چندریکا** جن بچوں اور لڑکھوں اور نوجوانوں میں فولاد اور چونا کی کمی ہو جاتی ہے انسان کا جسم کمزور ہو جاتا ہے۔ پختوری زیر چلنے سے نالیں ٹھک جاتی ہیں پختور بوجھ اٹھانے سے کمزور پختی ہے ایسی حالت میں لوہ چندریکا اگر کمیشن کمپنڈ نیا خون پیدا کرتی ہے۔ اور بچوں کو مضبوط بناتی ہے۔ قیمت فی شیشی چالیس روپے دو روپے آدھا تے۔

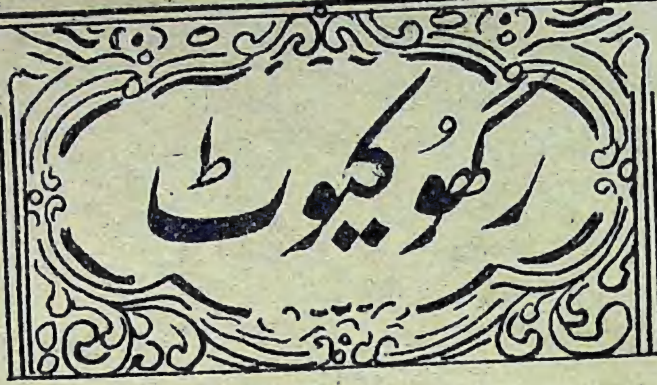
**شودھنی کریم** جوانی کے کیل۔ جہاں سے دور کرتی ہے چہرے کو سفید اور ملائم بناتی ہے قیمت ایک پیڑ ایک روپیہ۔

**دلیں** بد ہضمی کی اعلیٰ دوائی ہے بھوک لگاتی ہے۔ پیٹ کے دلیں بیماری بن کو دور کرتی ہے کسی بھی بیماری کی وجہ سے پیٹ کی آنتریاں جب کمزور ہو گئی ہوں تو اس کمزوری کو دور کر کے ہاضمہ کی طاقت بڑھاتی ہے قیمت فی شیشی ۳۳ گولیاں دو روپے ۱/-

۵۲۵۳۲ فون نمبر ۵۱۹۲۶

کویراج کرشن گوپال کم۔ اے سدھا کر اوشدھالیہ آرہیماج روڈ قرو لبلغ دہلی نمبر ۵





رکھو ملاح تھا۔ شہری جگن ناتھ پوری کے پاس ہی بیسی جیٹی گاؤں میں اس کی رہائش تھی۔ اس کے بچے میں صرف تین افراد تھے۔ وہ۔ اس کی بوڑھی ماں اور اس کی بیوی۔ رکھو ہر روز صبح جال لیکر جاتا اور مچھلیاں پکڑ کر لاتا۔ پھر انہیں بازار میں جا کر بیچ آتا جو پیسے آتے ان سے کھاتے پیسے کا سامان لاتا۔ اور اس طرح سے اپنا گزارا چلاتا۔ بیچ جاتی کا ہونے پر بھی اس کے سنسکار اچھے تھے۔ وہ اکثر پوشیدہ طور پر شہری ہری نام کا جاپ کیا کرتا تھا۔

مچھلیاں جب اس کے جال میں پھنستیں اور یہ بھر ترپتیں تو اس کے دل میں رحم آتا۔ مگر گزارہ کی کوئی دیگر صورت نہ ہونے کے سبب سے وہ جلدی ہی اس خیال کو بھلا دیتا۔ یا بھلانے کی کوشش کرتا۔ ”بھئی تو ایسا کرتے ہیں۔ جھگو ان نے مچھلیوں کو بنایا ہی اسی لئے ہے۔ نہیں تو یہ کھانے کے کام کیوں آتیں؟ ان میں احساس کا تو مادہ ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے تو انہیں کاٹنے میں روکھ نہیں ہوتا۔“

وہ اس قسم کے بلائیں سے اپنے دل کی تشفی کی کوشش کرتا۔ مگر اس کی تسلی نہ ہوتی۔ آہستہ آہستہ اسے ویراگ ہونے لگا۔ اس نے ایک دن ایک گورو سے دیکشالی بندسی کی مالا گلے میں پہن لی۔ ہر روز صبح اٹھ کر اشدنان کرنے کے بعد بھگوان کے نام کا جاپ کرتا۔ بھاگوت سنتا اور دست سناب کرتا یہ اس کا معمول

ہو گیا۔ ہوتے ہوتے اس کے دل میں پاکیزگی آنے لگی۔ اس کو صاف دکھائی دینے لگا۔ کہ ہر ذی روح میں بھگوان موجود ہیں۔ اب مچھلیوں کے پکڑنے اور کاٹنے سے انکو نفرت سی ہونے لگی۔ وہ بہت مچھلیاں مارا اور کاٹ چکا تھا اور اب بھی تقوٰرا بہت دیرسا کر رہا تھا۔ اس کے دل میں اب نیشیا تاپ کی آگ جل رہی تھی۔ اُس نے سوچا میں بھی کیدرابی گنہگار ہوں۔ کہ جس کا عزم ہی جویوں کو کشت پہنچانے کے لئے ہوا ہے۔ وہ روتا ہوا بھگوان سے پراختنا کرنے لگا۔

”دینا ناتھ! تم نے مجھے کیوں اس جاتی میں پیدا کیا۔ جو ہنسیا ہی میرے گزارے کی صورت ہے۔ بائے بائے! میری کیا گنتی ہو گی۔“ بچا دی غریب مچھلیاں جب میں انہیں جال میں بھندساتا ہوں اور کاٹتا ہوں تب کتنا ترپتی ہیں۔ میں انکی حالت پر زرا بھی غور نہیں کرتا۔ ہے زیارے! معلوم نہیں کہ میرا کس گھور ترک میں ٹھکانا ہوگا۔ کیا میرے اس بے رحم دل میں تنہا ہی جگہ کبھی نہیں بن سکتی۔ تم اس باپ پر دیا نہیں کر سکتے۔ پر بھو اہم پرت یا ون ہو۔ کہہ پا کر دو۔ اس اہم کو باپ سے چھڑا کر اپنا بناؤ۔

رکھو بار بار پر بھو سے یہی پراختنا کرنے لگا۔ سچی پراختنا میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ رکھو کے دل میں آہستہ آہستہ پاکیزگی جو پکڑنے لگی۔ مچھلیاں پکڑتا اب اس کے لئے محال ہو گیا۔ دیوسروں کے دکھ سے ابھی



ہو کر رکھو اپنے کنبے کے بھوکے مرے کی بات کو بالکل بھول گیا۔

کچھ دن تو جو اناج جمع تھا۔ اس سے گزارا ہو گیا۔ لیکن وہ اناج بھڑا ہی کتنا بھٹوڑے ہی دنوں کے بعد اس میں کمی آگئی۔ خاتے ہوئے گئے۔ لیکن فاقوں سے بھلا کتنے دن تک آدمی زندہ رہ سکتا ہے؟ بیوی اور ماں دونوں ہی نفس طعن سے کام لینے لگیں۔ ماں اور بیوی کی تکلیف وہ نہ دیکھ سکا۔ اس کا جی سپیچا۔ اس نے جاں اٹھایا۔ اور ایک باؤھیر چلا۔ تالاب کی طرف پھیلیاں پکڑنے کی غرض سے۔ اس کے دل میں بالکل جی ہوئی تھی۔ پیر بھو اکیلا اس ادبم کے لئے اب گزارنے کی دوسری کوئی سبیل نہیں ہو سکتی دین بندھو! میں کیا کروں؟ مجھے اپنا فکر نہیں ہے بڑھی ماں اور بیوی کا غم ہے۔ مجھ سے ان کا دکھ دیکھا نہیں جاتا۔ میں ان کو چھوڑ کیسے روں پیر بھو! آپ نے ہی تو مشائش میں کنبے کی پرورش کرنے کے لئے فرمایا ہے۔ ہمارا گزارہ مچھلیوں کے پکڑنے اور مارنے کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اب میں کیا کروں۔ یونہی اپنے دل سے باتیں کرتا ہوا رکھو تالاب پر پہنچا۔ خواہش نہ ہو لئے پر بھی ماں اور بیوی کے دکھ سے دکھی ہو کر اس نے جاں بانی میں پھینکا بھٹوڑی ہی دیر کے بعد جاں میں ایک بڑی سی سرخ پھلی آکر ٹپٹپے لگی۔ اس کو ٹپٹے دیکھ کر رکھو کا دل بھر آیا۔ وہ سر پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگا۔ باتے میں کتنا باپی ہوں۔ باپی پیٹ کے لئے جانوروں کو کتنا دکھ دیتا ہوں۔ اتنے ہی میں اس کو یاد آ گیا کہ سب جانوروں میں جھگوان موجود ہیں۔ اسے چھلی میں پھگوان دکھائی دیتے تھے۔ اس نے کہا یہ تو شکر کا شکر کو مارنے والے ساکشات منشیہ جھگوان ہیں۔ بھلا ان پر کوئی کیسے چھری پھیر سکتا ہے! اتنے ہی میں ہی اس کو بھوک میں ترپتی ہوئی ماں اور بیوی کی یاد آئی۔ اس نے جی کرا

کر کے چھلی کو جاں سے باہر نکال کر زمین پر ڈال دیا۔ اور کہا۔ اسے تنبیہ روپ دھاری۔ میری ڈرکھ کی ایک بات سن۔ پھلیوں کو مارنا میرا کرم ہے۔ وہ کسی طور بھی بدل نہیں سکتا۔ اور اس کی وجہ سے آج تجھے مارنا پڑا تو چاہے متنبہ اوتار لینے والا۔ ہری! ہو یا کوئی اور میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکتے۔ میرا یہ کرم بھی تو تم نے بنایا ہے۔ اور یہ روزگار بھی تو میرا ہی دیا ہوا ہے۔ اتنا کہہ کر رکھو نے دونوں ہاتھوں سے چھلی کو پکڑا۔ اور اس کی طرف غور سے دیکھا۔ اور کہا۔ رکھشا کر۔ نارائن۔ رکھشا کر! رکھو کے دل کی حالت بدل گئی۔ اس نے چھلی کو اٹھا لیا۔ بہار کی طرف لے چلا۔ وہاں بہت سے چشے تھے۔ ان میں سے ایک چشے میں اس چھلی کو چھوڑ دیا۔ باقی میں جا کر خوشی چھلی کو ہوئی اس سے کسی گنا خوشی رکھو کو ہوئی۔ رکھو تو پیر بھوکے پریم میں دیوانہ ہو گیا۔ وہ اس بات کو قطعاً بھول گیا۔ کہ میں اپنے چھے بھوکے ماں اور بیوی کو چھوڑ کر آیا ہوں۔ رکھو وہاں بیٹھ گیا۔ اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ چھلی کے اندر سے یہ نارائن کا نام مجھے کس نے سنایا؟ وہ ایک با مجھے درشن کیوں نہیں دیتا؟ یہاں صرف بانی سے ہی کام نہیں چلے گا۔ بلکہ اپنی لورانی مورنی کے ساکشات درشن کروانے پڑیں گے۔ منہاری خوبصورت آواز سے ہی میں سمجھ گیا ہوں۔ کہ تم بہت خوبصورت ہو۔ اب تم میرا ہی کر کے مجھے اپنی خوبصورت چھبی نو دکھاؤ! ایک بار نو دکھا دو؟ پس یہ قسم کھاتا ہوں۔ کہ بغیر درشن کئے میں یہاں سے نہیں مہٹوں گا۔ اس طرح سے کہہ کر رکھو "نارائن" منتر کا جاب کرنے لگا۔ تین دن گزر گئے مگر وہ اس قدر رنجو تھا۔ کہ اس کو وقت گزرنے کا پتہ ہی نہ چلا۔

ہم وہاں ہیں جہاں سے

ہم کو بھی ہماری خبر نہیں آتی

بھگوان سے کچھ چھپا ہوا اکتور رہی ہے۔ وہ تو



وہ بولنے والے تو میرے پرچھو ہی ہیں۔ وہ کون سی زبان نہیں بول سکتے؟ کیا آپ میرا امتحان لے رہے ہیں؟ کرنا کر کے مجھے ایسا طریقہ بتائے جس سے مجھے ان سرور یا پاک بھگوان کے درشن ہوں۔ آپ ہی تو نارائن نہیں ہیں۔ جو مجھے بھل رہے ہیں۔ ناچھہ! پرگٹ ہو جائیے! اس آدم کو کیوں ترساتے ہیں۔

بھگت کی بھگتی دیکھ کر بھگوان بہت خوش ہوئے۔ انکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے انہوں نے رگھو کو کرتاوتھ کرنے کے خیال سے سنجیدگی سے کہا: "بیٹرا رگھو! تیری بھگتی دھند ہے۔ میں تیرے لئے بکینڈھ چھوڑ کر اس وقت یہاں آیا ہوں۔ میں نے مچھلی کے پیٹ کے اندر سے تجھے "نارائن" نام سنایا تھا۔ بتا مجھے یقین ہوا ہے یا نہیں؟"

رگھو نے کہا کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں سچ ہے لیکن مجھ کو آپ کی بھگتی کے پر تاب سے جھنم بینا عطا نہیں ہوئی ہے۔ کہ میں ہر ایک روپ میں آپ کو پہچان سکوں۔ میرے سامنے تو آپ اس شنگھ۔ چکر۔ گدا۔ پدم۔ دھاری چتر۔ صحیح روپ سے پرگٹ ہوئے۔ ہے دیاندرھی! میں اندھا ہوں۔ میرا دل باب کی وہ سے سیاہ ہے۔ مجھے بھگتی روپی تم نکھیں دیتے ہو اور پردہ اٹھا کر اپنے درشن کروائیے۔ آپ نے مچھلی کے روپ میں درشن دیکھ مجھ سے میرا اٹھ بار۔ کنبہ گاؤں۔ بھوک۔ نیند سب چھڑا دیئے۔ اب برہمن روپ میں درشن دیکر کیا۔ میری جان جھ سے الگ کیا جاتے ہیں؟ ابھی بات ہے۔ جب تک مجھے آپ کے بکینڈھ بہاؤ کی درشن دیوئے تب تک میں آن صل قبول نہیں کروں گا۔ ہے کر دنا۔ جب آپ نے اپنی کر دنا کی عادت سے مجھ کو میری جانی۔ پوترتا۔ خاندان۔ جاچکن اور دین وغیرہ کا خیال نہ کر کے اس آدم کو اپنا بنالیا ہے۔ تب پھر آپ اپنی اس موہنی مورت کے درشن کرانے میں کیوں پس درشن کرتے

برہمن کے بھوکے ہیں۔ جہاں سچا برہمن دیکھا۔ جھٹ ہنچے۔ بھوکا ان ایک بوڑھے برہمن کے گلیس میں رگھو کے پاس کشریف لے آئے۔ اور فرمایا۔ "ارے تیشو! تو کون ہے؟ اور اس جنگل میں اکیلا کس لئے تپتہ کر رہا ہے؟ تو کس جاتی کا ہے؟ یہاں کب سے اور کیوں بیٹھا ہے؟"

بھگوان کی بات سن کر رگھو کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے اپنے پاس ایک بوڑھے برہمن کو کھڑا دیکھ کر نرم کر کے کہا۔ "برہمن دیننا ایک کے چرنوں میں یہ رات یہ نام کرتا ہے۔ میں کون ہوں؟ یہاں کیوں بیٹھا ہوں ان سلب باتوں کے دریافت کرنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ ایک جس کام کے لئے جارہے ہیں۔ جائیں۔ کیوں آپ کے یہاں ٹھہرنے سے میرے کام میں رخنہ اندازی ہوتی ہے۔ خلل پڑتا ہے؟"

رگھو کی بات سن کر برہمن نے فرمایا۔ "کھائی میں تو چلا ہی جاؤں گا۔ لیکن تو ذرا اتنا تو سون کہ کب کوئی مچھلی کے اندر سے بھی بول سکتا ہے؟ اور مچھلی کی زبان بھی تو آدمی جیسی نہیں۔ تجھے وہم ہو گیا ہے۔ جب کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ تو پھر درشن کس چیز کے ہوں گے؟ تو یہاں کیوں بے فائدہ بیٹھا ہے؟"

برہمن کی بات سن کر رگھو کو بڑا تعجب ہوا۔ اس نے سوچا۔ کہ مچھلی والی بات کا ان کو کیسے پتہ چلا! اگر انہوں نے یہ بات جان لی ہے۔ تو پھر برہمن کیسے نہیں کیوں کر رہے ہیں؟ شاید میرا امتحان لے رہے ہیں ہر ت غور کرنے کے بعد رگھو نے کہا۔ "ہمارا ج! میں بھلا کب اس بات کو نہیں جانتا کہ ہر ایک ذی روح میں بھگوان موجود ہیں۔ مانا کہ میں بہت بڑا بانی ہوں۔ جانوروں کے خون سے میرا دل اور میرے ہاتھ اتنے ہوئے ہیں۔ کیا تجھ جیسے بانی پر بھگوان کر دیا نہیں کر سکتے؟ آپ دیکھتے ہیں کہ مچھلی کی زبان کی جیسی نہیں ہے۔ تو پھر مچھلی کے جسم میں سے کون بول رہے ہیں



ہیں۔ یہ کہہ کر رکھو پر بھٹو کے چروٹوں کے ساتھ پلٹ گیا۔  
بھگت کا پریم بیکھ کر بھٹو نے اس کو چڑھج روپ سے درشن دیئے۔ اوردور مانگئے کے لئے کہا۔ وہ بھگوان کے قربانی چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ وردن بھلا کیا مانگتا؟ اس نے آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔ میں بہت ہی خوش قسمت ہوں۔ میرے جیسا بھگوان اس دنیا میں اوردور کوٹ ہے؛ ذریعہ بھی جن کے درشن کو ترستے ہیں۔ وہ پر بھٹو چھ پانی کے لئے ساکھنات خا در اور چھاریوں سے بھرے ہوئے جنگلی میں کھڑے ہیں۔ دھینہ بنے۔ پر بھٹو آپ کی کرپا اب میرے لئے اور کیا پانا اور لینا باقی رہ گیا؛ آپ اشیر باد دیں جس سے کہ میرا دل ہمیشہ آپ کے ہی دھیان میں لگا رہے۔ اوردیہ آنکھیں ہنسنے آپ کی ہی پرنور موتی کے درشن کرتی رہیں۔

بھگوان نے اور بھی دور مانگئے کو کہا۔ اب بھارہ رکھو گیا کرے؛ اس نے سوچا بھگت اور بھگوان کے درشن سے بڑھ کر اور کیا در دان ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں تو بھگوان نے دیا کر کے دے ہی دیں۔ اب اور کیا مانگوں؟ ہاں میرا جگزار کے سلسلہ ہے۔ یہ بدل جائے یہ بات ضروری ہے۔ گو آج میرے دل میں اپنسا کا خیال بھی نہیں ہے۔ مگر ہمارا پیشہ ہے۔ اور کئی پشتوں سے یہی پیشہ ہے۔ پرائی عادت پھر نہ کہیں عود کر آوے۔ کمائی کا یہ رنگ ڈھنگ بدل جانا چاہئے۔ برسو چکر اس لئے کہا۔ پر بھٹو! مانگئے کو تو کچھ بھی باقی نہیں رہ گیا۔ لیکن آپ کے کہنے سے ایک چھوٹی سی چیز مانگت ہوں۔ قوم کے لحاظ ماہی گیر سے کی وجہ سے چھلی مارنا میرا پیشہ ہے۔ ہم اس کے سود اور کچھ کرتے بھی نہیں۔ اور نہ ہمیں کچھ سوچتا ہے۔ جو لوگ یگوں میں جانوروں کی قربانی دیتے ہیں۔ وہ تو صریحاً ظلم کرتے ہیں۔ وہ بھولے ہوئے ہیں۔ گمراہ ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ بھلا کوئی اپنے اعضاء کاٹے

سے اگر خوش ہو سکتا ہے۔ تو پھر بھگوان بھی جانوروں کی قربانی سے خوش ہو سکتے ہیں۔ وہ بیچارے تو اندھیرے میں بھٹکتے ہوئے اس گناہ کو کئے جا رہے ہیں۔ اب رہے ہم! ہمارا یہ پیشہ ہے۔ پس مجھ کو یہی وردان دیجئے جس سے کہ میں اس نشہ پیٹنے سے بھوٹ جاؤں۔ اور میری زبان پر ہمیشہ آپ کا ہی نام رہے۔ اور آپ کا نام لیتے ہوئے میری روح نفس انصاری سے پرواز کر جائے۔  
بھگوان نے فرمایا۔ تنہا استوا۔  
بھگت "ہری؟" ہری!! کہتا ہوا بے ہوش ہو گیا بھگوان انتر دھیان ہو گئے۔

پر بھٹو کے انتر دھیان ہونے سے بھگت کو ایک مار تو بڑا دکھ ہوا۔ لیکن اب تو اسے ہر طرف پر بھٹو ہی دکھائی دینے لگے۔ جس طرح پارس کے چھوٹے سے ہوا سونا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بھگوان کے درشن سے رکھو مجسم آئند ہو گیا۔ وہ ہری کا نام لیتا ہوا گھر پہنچا بھٹو پہنچنے کے ساتھ ہی لوگوں نے اسے کو سننا شروع کر دیا۔ لوگ کہنے لگے تو بڑا بیوقوف ہے۔ بیچاری قسمت کی ماری عورتوں کو اکیلا چھوڑ کر کہاں مرنے کے لئے چلا گیا تھا۔ "ہری" "ہری" چلاتا ہے۔ دیکھیں گے کہ ہری جب تیرا پیٹ بھڑیں گے۔ اگر زیدار درد نہ کرتا تو دونوں ہی بھوکوں مر جائیں۔ تیرے دل میں تو رتی بھر رحم نہیں ہے۔ دیکھ تو ہسی تیرے لئے روئے روئے اپن دونوں عورتوں کی حالت کیا ہو گئی ہے۔ رکھو نے ایشور کو دھینہ باز دیا۔ اس نے سوچا۔ میں جب گھر میں ہوتا ہوں تو زمیندار بھی پوچھتا بھی نہیں۔ میرے چھو اس نے عورتوں کے لئے کھانے پینے کا انتظام کر دیا۔ یہ سب کچھ میرے پر بھٹو کی قربانی سے ہی ہوا ہے۔ اس نے لوگوں کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا۔ لوگ اپنے دل کا غبار دکال کر دیاں سے جلے گئے۔ رکھو نے مانا کہ چروٹوں میں پر نام کیا۔ ماں اپنا کھو یا ہوا بیٹا اور بیوی اپنا گمشدہ شوہر باکر بہت ہی خوش ہوئیں۔ رکھو ہری کے نام کا جاپ کرنے لگا اور ماں اور بیوی کو بھی تقلید کرنے کیلئے



کہا۔ رگھو میں اب کی بار تو مکمل تبدیلی آچکی تھی۔ اس  
اودھ بوی پر بھی اس کی اس تبدیلی کا بہت اثر ہوا۔ وہ  
بھی بھگوان کے نام کا جب کرنے لگیں۔

رگھو ہر روز صبح اٹھ کر ہنسان کرنے کے بعد بھگوان  
کا بھجن کرتا۔ پھر کیرتن کرتا ہر اکاؤں میں گھومتا کسی سے  
کچھ بھی نہ مانگتا۔ لیکن لوگ خود بخود اس کی طرف کچھ کر  
اسے کچھ نہ بچھ دینا چاہتے۔ یہ اس پارہرم کی بی کرپا تو  
تھی۔ رگھو کو ہر روز بھوجن کا سامان مل جاتا۔ رگھو وہ  
سامان لے جا کر اپنی ماں کو دیدیتا۔ پیسے کو اس چھوٹے  
سے گھاؤں میں بفر مانگے ہوئے کھانے پینے کا سامان  
ملتا دیکھ کر ماں کو بڑا کجوب ہوتا خوشی بھی ہوتی۔ ساس  
اور بہو دونوں مل کر کھانا تیار کرتیں۔ کھانے کو بھوک  
لگا کر تینوں پر شاد سمجھ کر اسے کھاتے۔ اور بھگوان کے  
بھجن گاتے۔

رگھو تو اب گویا مکمل طور پر ساڈھو ہو گیا۔ اور  
برہمچو کے رنگ میں رنگا گیا۔ کسی سے کچھ کہنا سنتا نہیں  
دن رات شری ہری کا کیرتن کرنا اور اپنے دل کو بھگوان  
کی طرف لگانے رکھنا ہی اس کا کام تھا۔ نام کیرتن  
کرتے کرتے رگھو کی سادھی لاک جایا کرتی تھی۔ گھاؤں  
کے مشہرے پر سچے اکثر رگھو کو نہاک کیا کرتے تھے۔ اور  
اس کے پیچھے لاک جایا کرتے تھے۔ منجھوہہ کسی کو کچھ بھی نہ  
کہتا تھا۔ اس سے لڑکوں کے جو صلے بڑھ گئے کچھ لڑکوں  
نے اسے گالیاں دینی شروع کر دیں۔ اور اینٹ روڑ  
مارنے شروع کر دیے۔ مگر رگھو پر ان سب کا کوئی اثر نہ  
ہوتا۔ کہ وہ اور دکھ گویا اس کے دل سے ہمیشہ کے  
لئے دور ہو گئے تھے۔ پھر برہمچو سادھی کی حالت میں  
باہر کیا ہوا ہے۔ اس بات کا تو کوئی علم ہی نہ رہتا۔  
پھر خفہ آئے کیسے! لیکن رگھو کی خاموشی لڑکوں کے  
لئے مذاق بن گئی۔ وہ جس طرف بھی جاتا لڑکے اس کے  
پیچھے ہوتے کچھ تو صرف ہنس دیتے۔ مگر جو بد معاش  
تھے۔ وہ غیر منی اڑاتے اور پتھر پھینکے نہ رہتے۔

کوئی پتھر سے نہ مارے میرے دیوانے کو  
گاؤں کے رہنے والے شریف آدمی لڑکوں کو ایسا  
کرتے سے منع کرتے۔ مگر لڑکے کبھی روکنے سے لڑتے  
تھوڑے ہی ہیں۔ جو اپنے لڑکے ہوتے وہ تو کہنا مان لیتے  
مگر شرارتی اپنی شرارتوں سے ہرگز باز نہ رہتے۔ ایک دن  
رگھو گاؤں سے بھیک لا کر اپنے گھر کو واپس جاتا تھا۔  
کہ کسی شرارتی لڑکے نے اس کی پیٹھ پر کمانٹوں والا ڈنڈا  
مارا۔ رگھو کچھ بھی نہ بولا۔ پھر کیا تھا۔ وہ لڑکا اس کی پیٹھ پر  
ڈنڈا برسائے لگا۔ رگھو کا جسم ہوا ہوا ہو گیا۔ جا بجا خون  
بہنے لگا۔ رگھو نے اپنی زبان کے ایک لفظ بھی نہ کہا۔  
استخوان ہو چکا۔ اب قدرت کی باری تھی۔ رگھو تو اپنے  
راستہ پر بڑھتا ہی چلا گیا۔ وہ ڈنڈے مارنے والا لڑکا  
بیچوس ہو کر زمین پر آ رہا۔ اور زمین پر گرنے کے ساتھ ہی  
اس کی روح قفس غصہ سے پرواز کر گئی۔ لوگ اکٹھے  
ہو گئے۔ اس لڑکے کے ماں باپ کو بھی خبر نہ دی گئی۔  
وہ بھی ڈھاڑیں مارتے ہوئے جاوے اور ذات پر آ پہنچے۔  
کہرام مچ گیا۔ ماں باپ اپنے لڑکے کی کربوت سے  
واقف تھے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے۔ کہ وہ کتنا بد معاش تھا  
ان کو معلوم ہو گیا۔ کہ یہ بیگناہ رگھو کو مارنے کا نتیجہ ہے۔  
گاؤں کے رہنے والوں کی بھی یہی رائے تھی۔ آخر یہ فیصلہ  
ہوا۔ کہ سب مل کر رگھو کے پاس چلیں اور اس سے عینک  
پراپنا کی جائے۔ بھگت کو مل بڑھ جاتے ہیں۔ ان کا دل  
دوسرے کا دکھ نہیں دیکھ سکتا۔ رگھو بھگت ہے اگر وہ  
لڑکے کی تقصیر معاف کر دے تو شاید لڑکا جی اُٹھے۔  
یہ فیصلہ کرنے کے بعد سب لوگ لاش کو اٹھا کر  
رگھو کے دروازے پر لائے۔ لڑکے کے بوڑھے ماما تیا  
رگھو کے چوٹوں میں گر پڑے اور رونے ہوئے کہنے لگے۔  
.. بھگت! آج ہم بڑے دکھی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ  
ہمارا لڑکا بڑا ہی رشتہ تھا۔ اس نے جو ہمیں تکلیف  
دی ہے۔ وہ قابل معافی نہیں ہے۔ لیکن اسکے ماں باپ  
ہونے کی وجہ سے آج ہم بالکل بے سہارا ہو گئے ہیں۔



ہے بھگوان! میں کیسا پاپی ہوں۔ جو کہ میری وجہ سے آج اس بوڑھے اور بوڑھی کو دکھ ہو رہا ہے اگر نفعی جب یہ مجھے بڑے مار رہا تھا۔ تب میرے دل میں اس کے لئے کوئی غصہ یا نفرت نہ پیدا ہوئی ہو۔ تو بھیبو! اس کو زندگی بخش دیجئے! یہ کہتے کہتے پریم کے پس میں ہو کر گھوئی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس نے پریم کے پس میں ہو کر سب سے کہا: "بھائیو! اہو سب بل کر ہری نام کی دھن لگائیں اور اس لڑکے کو اٹھنے کے لئے کہیں۔"

دھو کی بات سن کر سب نے بل کر ہری کی ترن شروع کیا۔

ہری نام بولو بھائیو ہری نام بولو  
بل کر سارے پریمی بھائی ہری نام بولو  
دھو میں سب کو ہری نام بولو  
ہری نام بولو بھائیو ہری نام بولو

درمیان میں لڑکے کی لاش کو پٹ کر گاؤں کے رہنے والے اس کے چاروں طرف گھوم گھوم کر ہری کی ترن کرنے لگے۔ دھو پریم میں مگن ہو کر ناچنے لگا۔ اور سب لوگ لڑکے کو اس کا نام لیکر رکھنے لگے۔ اور اس سے اٹھ کر بیٹھنے کے لئے کہنے لگے۔

بھگت کی شراہا۔ بھگوان کے نام کے جہاں تم اور اس کی کرپا کے آخر سے لڑکا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے اٹھ کر بیٹھنے سے اس کے ماں باپ کو ناقابل بیان خوشی ہوئی۔ اب تو سب بل کر ہری کی ترن کرنے لگے۔

شہری کرشن گوپند ہرے مرادی  
سے ناٹھ نارائن واسو دیو

دوست باک اب دوست نہیں رہا۔ پلٹا کھا گیا۔  
دھو گاؤں کے رہنے والوں اور اپنے ماں باپ کے ساتھ  
بلکر وہ بھی کی ترن کرنے لگا۔ سب لوگ گویا بنتوالے بن  
گئے۔ بھگوان کے بعد دھو نے سب کو ہری نام کا پیش کر  
اپنے اپنے گھر جانے کو کہا۔ لوگ خوشی خوشی اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔

ہم اندھوں کا تو وہی ایک سہارا تھا۔ اگر اس کی دست دینا پرنگاہ کی جائے تو ہم تمہارے سامنے رو بھی نہیں سکتے۔ تمہاری دیالیتا پر بھرپور سدہ کر کے ہم آج تمہارے سامنے التبا کر رہے ہیں۔ اب ہم اپنی گریہ درشتی سے اس بے خوف لڑکے کا گڑا بخش دو۔ اگر یہ بچہ زندہ رہے گا تو ہم دونوں بھی زندہ رہ سکیں گے۔ تم بھگت ہو۔ تمہارا کوئی دوست اور دشمن نہیں ہے۔ پھر اس لڑکے پر اتنا غصہ کیوں کیا گیا۔ پھر تمام لوگوں نے بھگت جی سے پرارتھا کی کہ اے بھگوان کے پیچھے بھگت ہم تمام دنیا دار انجان ہیں آپ کی بھلا کو جاننے کے اسمرتہ ہیں۔ آپ دیا ہو ہیں۔ اور تمام مردھیاں سہتھیاں آپ کے قدموں میں سر جھکائے کھڑی ہیں۔ اگر آپ اس کو بے جان کر سکتے ہیں تو اس کو زندگی بخشے میں بھی تو آپ سمرتہ ہیں۔ اس لئے کرپا پریشی کریں۔

دھو کو ابھی تک اتنا سلوم نہیں تھا۔ کہ مجھے مارنے والا لڑکا مگر گیا ہے۔ وہ یہ سب کچھ سن کر چیراں ہو گیا۔ جب بوڑھا اور بوڑھی اس کے قدموں پر گرے تو اس نے ان کو اٹھاتے ہوئے کہا: "ہیں۔ ہیں۔ آپ یہ کیا کرتے ہیں۔ میں تو آدم ملاج ہوں۔ میرے پاؤں کو آپ ہاتھ نہ لگائیے۔"

یہ کہہ کر اس نے بوڑھے اور بوڑھی کو اٹھا کر بٹھایا۔ اور پھر کہا: "آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ میری تو یہ کبھی بھی خوش نہیں ہوئی۔ کہ آپ کا لڑکا میرے جائے۔ اگر میری وجہ سے اس کی موت ہوئی ہے۔ تو میں واقعی بڑا گنہگار ہوں۔ میرا اہل گناہ سے کیسے بچھ کا وہ ہو گا۔ یہ سچ ہے کہ اس نے مجھے مارا تھا۔ مگر میں اس کا کیا قصور تھا؟ یہ تو میرے گروں کا بھل تھا۔ بھگوان کے راج میں بغیر گروں کے کسی کو کسی قسم کی کوئی بھی سزا نہیں مل سکتی۔ مجھے جو یہ جسمانی سزا ملی تھی۔ وہ اصل یہ نہیں کہ کسی گروں کا ہی بھل تھی۔ وہ بیچارہ تو صرف اپنی لاعلمی کی وجہ سے اس کا سبب بن گیا تھا۔



# سنت ایکناٹھ

معزز ناظرین! ذیل میں ایک ایسے ہمارش کے حالات زندگی سپرد قلم کئے جاتے ہیں۔ کہ جو آپ کے لئے مشعل ہدایت کا کام دیں گے۔ اور آپ کے دلوں میں ایشور بھگتی اور پریم کے شعلے بھڑک اویں گے۔  
بھگت ہریشٹ بہاؤ داس کے فرزند ارجمند چکر پانی، چکر پانی کے نخت جگر سوچ نارائن شوچ نارائن کے صاحبزادے ایکناٹھ تھے۔ ان کا جنم سمت ۱۵۱۸ء کے لگ بھگ ہوا تھا۔ اس یوم مبارک میں مولیٰ بھگت کا ہوا تھا۔ جیکہ یہ بھگت جو کش شانتی کے رو سے مولود کے والدین کے حق میں منحوس قرار دیا جا چکا ہے۔ لہذا ان کے پیدا ہونے ہی ان کے والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کے کچھ عرصہ بعد ان کی والدہ ماجدہ بھی اس جہان فانی سے رخصت ہو گئیں۔

ان کے پتا بزرگوار سوریا نارائن ایک نہایت ہی بلند اخلاق انسان تھے اور ان کی والدہ رکنی ایک اول درجہ کی شوہر پست اور عصمت شعار خاتون تھیں۔ ایک ناٹھ کی پرورش ان کے دادا نے بڑے ناز و نعمت سے کی تھی۔  
ایک ناٹھ بچپن سے ہی بڑے دانشمند، خوش اعتقاد اور خدا پرست واقع ہوئے تھے۔ جب ان کی عمر چھ سال کی ہو گئی۔ تو ان کا بیکو پست سشد کاوا (جینو پرنا نے کی رسم) ہوا۔ اس کے بعد انہیں اعلیٰ تعلیم دی گئی۔ رامائن، مہا بھارت اور دیگر ایک نیران انہوں نے بچپن میں ہی سُن لئے۔ بارہ سال کی عمر میں ان کے دل میں ایشور بھگتی کا وہ شعلہ روشن ہوا، کہ جس کے نور سے انکی آتما جگر گاٹھی اور بھگوان سے ملانے والے ست گورو یعنی خداوند حقیقی سے ملاپ کرانے والے مرشد کابل کے لئے انکی روج بے قرار ہو اٹھی۔ اس عالم اضطراب میں رات کے چوتھے پہر کسی شوالے میں بیٹھے یہی گن گامو بے تھے۔ اور ایشور پریم کے نشہ میں سر ہٹ رہے تھے۔ کہ یکایک انہیں یہ اکاش بانی سنا دی۔ کہ جاوڑو گڑھ میں۔ وہاں جہار دھن پنت کے درشن کرو۔ وہ تمہیں کرتا دھ کر دیں گے۔ اور تمہاری ولی مراد بر لائیں گے۔ پھر کیا تھا۔ انہوں نے اوڑھ بھانڈا تار لیر کس سے کچھ کہے سننے روانہ ہو پڑے۔

دو دن اور دو رات متواتر سفر کرتے ہوئے تیسرے دن علی الصبح دیو گڑھ میں چلیے۔ وہاں انہیں شری جہار دھن پنت کے درشن ہوئے۔ انہوں نے ان کے چون پکڑ لئے۔ گورو جیہے کا یہ بلاپ سمنٹ ۱۵۱۸ء ایک ناٹھ جی چھ سال تک لگاتار اپنے قابل تعظیم گورو کی خدمت میں مصروف رہے۔ اس گورو سینوا کے زمانے کے دوران میں ان کا معمول یہ تھا۔ کہ ہر روز گورو جی کے خواب راحت سے بیدار ہونے سے پہلے ہی یہ لیتر سے اٹھ بیٹھتے تھے۔ اور رات کو جب تک گورو جی خواب غفلت میں مخموم ہو جاتے تھے۔ تب تک یہ سونے کا نام نہ لیتے تھے۔ جب گورو جی بعض اشنان اٹھتے تو یہ برتن میں پانی بھر دیتے۔ دھوتی کو ٹھیک ٹھاک کر کے ان کے ہاتھ میں دیتے تھے۔ پوجا کا تمام سامان پیسے سے ہی فراہم کر رکھتے۔ جب تک گورو جی پوجا میں مصروف رہتے۔ تب تک یہ پاس ہی بیٹھ رہتے۔ اور جس وقت بھی کسی چیز کی ضرورت پیش آتی۔ بھٹ آگے رکھ دیتے۔ جب گورو جی کھانا کھا کر فارغ ہو جاتے۔ تو انہیں پانی لگا دیا کرتے۔ اور جب وہ آرام کرنے لگتے۔



تو یہ پاؤں دبائے لگ جاتے۔ انہیں اپنے گورو کی ہر طرح سے خدمت بجا لانا اپنا مقدس ترین فرض سمجھتے ہوئے اس کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف رہتے۔

اب ایک اور مہرے کی بات سنیں کہ جنار دھن سوامی نے انہیں کچھ دنوں کے لئے اپنا پرائیویٹ حساب کتاب سونپ رکھا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رات کے وقت گورو جی کی سیوا سے فراغت پا کر یہ حساب معمول حساب کتاب کی جلدی پڑتاں میں مصروف تھے جبکہ ایک پائی کا فرق نظر آیا۔ پس یہ بات دھوکہ کھینچے پڑ گئے۔ اور متواتر نو گھنٹے تک مغربی کرتے رہے بالآخر جو عیدہ یا بندہ کی مش کے مطابق وہ ایک پائی کی گڑ بڑ صاف ہو گئی۔ حساب بل گیا۔ اور یہ اپنی جہن کے متوالے خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ اس وقت گورو جی اتفاقاً اپنی منید سے بیاد ہو چکے تھے۔ تالیوں کی آواز سن کر گھبرو کے سے نیچے کی طرف بھاگتا ہوا اپنے چپے کو اس عالم بخودی میں دھکے فرمایا۔ کہ ایک ناگہ ایہ خوشی کا کیا مقام ہے۔ انہوں نے نہایت ادب سے تمام باجرا کہہ سنایا۔ اس پر گورو جی بولے کہ بھیا! اجنبی کوشش اور جدوجہد ایک پائی کا فرق نکالتے ہیں تم عمل میں لائے ہو۔ اور جس قدر مسترت کا اظہار تم نے اس ادنیٰ سی کامیابی پر کیا ہے۔ اسی قدر جدوجہد اگر تم دنیا کی سب سے بھاری انہیں کو سلجھانے میں کرتے تو کس قدر لطف روحانی سے بہرہ ور ہوتے۔ عزیز میں اگر اتنی ہی سرگرمی اور دماغ سواری تم ایشور پراپتی یعنی وصال حق کے لئے عمل میں لاؤ۔ تو دنیا کے تمام دکھوں سے چھوٹ کر راحت ابدی سے بہرہ اندوز ہو جاؤ گے۔

ان الفاظ کو ایک ناگہ نے گورو جی کی ایشور پراپتی سمجھا۔ اور صاحبزادہ انداز سے اُنکے پاؤں پر پیشانی رکھ دی اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد گورو جی کی ایسا کر یا سے انہیں ہرشی و تاثر یہ کے درشن خواب میں ہوئے۔ ایک ناگہ جی نے جب انکی طرف بہ نظر خور دیکھا۔ تو انہیں دتاثر یہ کی شکل میں اپنے گورو مہاراج جی جلوہ گر نظر آئے۔ اور اپنے گورو کی شکل میں بھگوان دتاثر یہ کا ظہور دکھائی دیا۔ اس کے بعد انہیں کئی بار بھگوان دتاثر یہ کے درشن ہوئے۔

اس واقعہ کو نہایت ہی مبارک خال تصور کرتے ہوئے گورو جی نے انہیں سری کرشن چندر جی چند گرو کی بھکتنی کی تلقین کی اور کسی اکانت پریت پر جا کر تپسیا کرنے کی ہدایت کی۔ شری ایک ناگہ جی نے گورو کی آگیا کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ گورو کی راہ لی۔ اور کافی عرصہ تک گورو تپسیا میں مصروف رہنے کے بعد گورو جی کے قدموں میں آ حاضر ہوئے۔

اب گورو جی نے انہیں سنت سماگم یعنی مہا پریشوں کی ہم نشینی اور بھگوت مہن کا پرچار کرنے کیلئے تیرتھ یا تروہ و غیرہ کا حکم دیا۔ اور خود بھی کافی دور تک ان کے ہمراہ ہمسفر نہ کر دیا۔ اسی سفر کے دوران میں ایک ناگہ جی نے جہر شلوکی بھگوت پر ایک سند درجیک کا یعنی تفسیر قلم بندی۔ جو کہ ایک نایاب گرنتھ ہے اس کتاب کو اپنے ہمراہ لے کر تیج دینی کیطرت روانہ ہو پڑے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے کثرتی راجندر جی کی منوہر مورتی کے سامنے یہ کتاب قابل تعظیم گورو کو کس سال اشقیات و عقیدت کے ساتھ ٹیڑھ کر سنائی۔

تیرتھ یا تروہ سے فارغ ہو کر ہمارے ہما تاجی اپنے وطن پٹھن کو واپس چلے آئے لیکن یہاں پہنچ کر بھی وہ اپنے گھر میں داخل نہیں ہوئے۔ بلکہ سیدھا پبلشر مہادیو کے مندر کا رخ کر لیا۔ اور وہیں پر جا کر بسرام کیا۔ ان کے بوڑھے دادا دادی کئی سالوں سے ان کی تلاش میں سرگرداں تھے اور انہوں نے ان کے جنار دھن سوامی سے یہ اجازت نامہ حاصل کر لیا تھا کہ اب ایک ناگہ شادی کر کے گریہست آشرم میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس لئے جب اُنکے دادا دادی اُن سے ملنے کے لئے جا رہے تھے۔ تو راستہ میں ہی اُن سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے فرط محبت سے انہیں چھاتی سے دگایا۔ اور ساتھ ہی اُن کے گورو کا مذکورہ بالا حکم دیکھ لایا۔ اس پر ایک ناگہ نے اپنی تیرتھ یا تروہ کا پروگرام یہیں پر ختم کر دیا چنانچہ گورو جی کے حکم کیطابق



ان کی شادی بڑی دھوم دھام سے کی گئی۔ ان کی دھرم پتی جس کا نام گر جاپانی تھا۔ ایک نہایت ہی سلیقہ شعرا اور شوہر پرست خاتون تھیں۔ لہذا ان کی شادی کا سلسلہ شروع سے آخر تک دھرم کے اصولوں کے مطابق سر انجام ہوا۔ اور ان کی خانہ داری کی زندگی نہایت پرستار اور شانت مئی طریقہ سے بسر تھی۔ چنانچہ ان کے گریسٹ اسٹیم کار و زائدہ پروگرام یہ تھا۔

۱۱ علی الصبح بہت سویرے ہی خواب راحت سے بیدار ہو کر الیشور کے نام کا جاپ کرنا۔ بی ازاں گورو مہاراج کا تصور دل میں لا کر ان کی حمد و ثنا کے گیت گاتا۔ (۱۲) اس کے بعد حاجات ضروری سے فارغ ہو کر گورو داری ندی کی طرف روانہ ہو جاتا۔ اور اشتنان وغیرہ سے فراغت پا کر سندھیا بندن وغیرہ میں مصروف ہو جاتا (۱۳) یہ تمام کام طلوع آفتاب سے پہلے ہی ختم کر کے گھر کی طرف مراجعت کر کے اور وہاں پہونچ کر گیتا اور شریک بھاگوت وغیرہ کا پڑھ کر نایا کسی اور سے پڑھو کر سننا۔ (۱۴) دوپہر کے وقت پھر گورو داری ندی کی طرف چل پڑتا۔ اور اس کے کنارے پر اس جگہ سندھیا ترین وغیرہ سے فارغ ہو کر گھر کی طرف لوٹ آتا۔ (۱۵) بعد ازاں اگر اتفاق سے کوئی مسافر یا چھان گھر میں داخل ہو تو اس کی آؤ بھگت اور مہمان نوازی کی مال ذوق و شوق اور اخلاص و عقیدت کے ساتھ بجالانا۔ (۱۶) اس کے بعد عالموں اور غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر آتم چرچا کرنا۔ (۱۷) صبح کے وقت شری بھیا نو اس کی سنھیا پیت کی ہوئی دیوتا کی مورتی کے سامنے بیٹھ کر گیتا اور رامان وغیرہ کے شلوکوں کو دہرانا۔ (۱۸) شام کے وقت پھر گورو داری کی طرف روانہ ہونا۔ اور اشتنان وغیرہ سے فارغ ہو کر سندھیا ترین کے فرائض ادا کرنا جس کے بعد پھر گورو کوٹ آنا۔ اور بڑے پریم اور شردھاکے ساتھ بھگوان کی آرتی امانا اور ستوترو وغیرہ گرتھوں کے بھجن گانا۔ (۱۹) اس کے بعد پھوڑی سی ہلکی بھلکی غذا تناول کر کے پھر اوسھی رات تک بھگوت بھجن میں مصروف رہنا۔ ایک ناٹھ جی برہمنوں کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ان کے ہاں ہمیشہ سدا برت جاری رہتا تھا۔ سب کو بھوجن وغیرہ کا سامان تقسیم کیا جاتا تھا۔ رات کو جب کیرتن کرتے تھے۔ اس وقت تمام محلہ کے لوگ اپنے پاں آتے تھے۔ ان میں سے زیادہ تر ایسے سامعین بھی ہوتے تھے۔ جو کہ وہاں سے ہی بھجن پاتے تھے۔ ہر روز نئے نئے گمان آتے رہتے تھے۔ اگرچہ ان کے ہاں ایک خاص نجوم لگا رہتا تھا۔ لیکن پھر بھی ان کا سارا کام منہ میں سر انجام پاتا تھا۔ وہ کبھی بھول کر بھی فخر میں مبتلا نہ ہوتے تھے۔ ان کے ہاں سخاوت اور گیان کی لنگا ہمیشہ بہتی رہتی تھی۔ سکون خلاب مساوات رگم اور ہمدردی انکسار۔ بے غرضی۔ خدا پرستی وغیرہ وغیرہ۔ خدائی صفات کے مالک شری ایک ناٹھ کے صرف (مدار سے ہی) ان کثرت زن مرد اپنے گناہوں۔ برصیتوں اور دکھوں سے نجات پا جاتے تھے۔ ان کی زندگی غلاموں کو آزاد بنانے اور آزادوں کو نجات دلانے۔ اور نجات یافتگان کو حق پرستی کا مہر و ابدی دلانے کے لئے وقف تھی۔ ان کی ہمدردی مجسم اور مترا از گناہ زائدانہ زندگی کے لالچ و لیسے واقعات ہیں۔ جن سے ان کے غیر معمولی خدائی اوصاف برپا ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی کے چند ایک حیرت انگیز واقعات کو ذیل میں حوالہ قلم کیا جاتا ہے۔

(۱) ایک ناٹھ جی ہمالیا جہر رود گورو داری کے اشتنان کے لئے جایا کرتے تھے۔ راستے میں ایک مرے تھی۔ جہاں ایک بیچ شخص مقیم تھا۔ جو کہ اس راستہ سے آنے والے ہندوؤں کو بہت تنگ کیا کرتا تھا۔ ایک تو ایک ناٹھ کو بھی اس نے بہت تنگ کیا۔ جب ایک ناٹھ جی اشتنان کر کے واپس آتے۔ تو یہ ان پر بھی کر دیا کرتا تھا۔ ایک ناٹھ جی ہمالیا پھر ندی کی طرف لوٹ کر دوبارہ اشتنان کر آتے۔ یہ بد بخت پھر وہی حرکت کرتا۔ اور اس طرح ہر انہیں دن میں پانچ پانچ بھج بار اشتنان کرنا پڑتا۔ ایک دن تو اس شیطا نیت کی حد ہو گئی۔ ایک سو آٹھ بار اس بے ایمان نے ان پر مانی سے ٹھکرایا۔ اور ایک سو آٹھ بار انہوں نے اشتنان کیا۔ لیکن ہمارا ج کی شافی اور راحت قلبی جوں کی توں برقرار رہی۔ یہ دیکھ کر وہ نامعقول اپنے



کئے پر بہت نامد ہوا۔ اور ہماراج کے چرنوں پر گر پڑا۔ اور اس وقت سے اس کی زندگی میں انقلاب عظیم رونما ہو گیا۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

گر اہی خود منزل مقصود کی بے رہنما : خضر بلجایتے میں جنگوراستہ ملتا نہیں  
(۲) ایک ناتھ جی کے پتا کا ایک دن شرادھ تھا۔ رسوئی تیار ہوئی۔ مدعو شدہ برہمنوں کے انتظار میں آپ دروازے میں کھڑے تھے کہ ایک طرف سے کچھ اچھوت لوگ آنکھلے طرح طرح کے کھانوں کی خوشبو جب اُنکے دماغ میں بچی۔ تو وہ بے ساختہ آپس میں یوں کہنے لگے کہ کیسی خوشبو آرہی ہے کہ اگر بھوک نہ بھی ہو تو بھی لال جاے لیکن دوائے اشوس نہ ہم لوگوں کی قسمت میں ایسے لذیذ کھانے کہاں! ایک ناتھ جی ہماراج نے یہ بات سنی۔ اور فوراً ہی فلک زروں کو اندر بلا کر تمام کھانا ایک کاجھلا دیا۔ اور جو کچھ بچا وہ بھی گر جابانی نے اُن کے عیال و اطفال کو دیں بلا کر کھلا دیا۔ برہمنوں کے لئے تب دوسری رسوئی بنی۔ لیکن جب مدعو شدہ اچھوتی برہمنوں کو اس واقع کا علم ہوا۔ تو اُن کے غیض و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انہوں نے ایک ناتھ جی کو دھرم بھرت سچکر بہت کچھ برا بھلا سُنا یا۔ اور پھر کرار کہا کہ اے دُشٹ تمہارے جیسے چنڈال کے ہاں ہم بھوجن نہیں کھائیں گے۔ اس پر ایک ناتھ جی ہماراج نے حسب دستور دوبارہ شرادھ کا سندرکھ کے چرنوں کا دھیان اور اُن کیسے بزرگوں کو تصور میں لا کر شرادھ کاجھوجن کھانے کے لئے مودیہ نہ دعوت دی اور حشر کی قدرت دیکھئے کہ پتروں نے سچ ججتم صورت اختیار کر کے ظاہر ہوئے۔ اور بڑے پریم سے شرادھ کاجھوجن تناول فرمایا۔ اور سیر ہو کر اشیاء دینے کے بعد غائب ہو گئے۔

(۳) ایک دفعہ اسی رات کے وقت چار اجنبی برہمن پیچھن میں آئے اور سیرا دھونڈتے دھونڈتے ایک ناتھ جی کے گھر پہنچے۔ ایک ناتھ جی نے ان کا پریناگ استقبال کیا۔ معلوم ہوا کہ برہمن بھوکے ہیں۔ اُن کی رسوئی بنانے کے لئے گر جابانی تیار ہوئی۔ لیکن غضب یہ ہوا کہ گذشتہ کئی دنوں سے لگاتار بارش ہوتے رہنے کی وجہ سے گھر میں خشک میندھن کا نام و نشان تک نہ رہا تھا۔ حیران تھے کہ اتنی رات گئے اب میندھن کہاں سے آئے۔ ایک ناتھ جی نے پلنگ کی نواڑ کھول ڈالی۔ اور بائے پٹیاں توڑ پھوڑ کر بطور میندھن استعمال کر لیں۔ پاؤں دھونے کے لئے برہمنوں کو گرم پانی دیا گیا اور ناپے کے لئے انگلیٹھیاں دی گئیں۔ اور حسب خواہش بھوجن کھلایا۔ برہمنوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ اور ایک ناتھ جی پچھن آفرین کے نعرے بلند کرتے شروع کئے۔

(۴) اکاشی جی کی یاترا کر کے ایک ناتھ ہماراج جب پریاگ کا گنگا محل گنڈل میں لئے رایشور جا رہے تھے تب راستہ میں ایک ریتلا میدان آیا۔ وہاں ایک گدھا مارے پیاس کے تڑپ رہا تھا۔ ایک ناتھ جی نے فی الفور اپنے تڑن میں سے پانی لے کر اس کے منہ میں ڈالا۔ گدھا اسی وقت بھلا چڑگا ہو کر وہاں سے چل دیا۔ ایک ناتھ جی کے برابر ہی اور مقتدر لوگ پریاگ کے گنگا محل کا۔۔۔ ایسا برا استعمال کچھ کہ بہت کبیدہ خاطر ہوئے۔ ایک ناتھ نے انہیں سمجھایا کہ بھلے مانسوں! بار بار سنتے ہو کہ بھیکو ان گھٹ گھٹ دہی اور سروریا پک میں۔ اور پھر بھی تم ایسے باؤ لے جتے ہو۔

جو پیش سب پران دھاریوں (جیوٹوں) میں سب کے آتم روپ مجھ دھودیو کو ہی دیا پک دیکھتا ہے۔ اور سمجھو ان بھوتوں کو مجھ دھودیو کے اثر گت دیکھتا ہے۔ وہ ہی

میرا سچا بھگت ہے۔ اس کے انو بھو میں میرے سوائے اور کچھ تو مادی نہیں (گیتا از حیات جے شلوک ۳۰ و ۳۱)

(۵) پیچھن میں ایک طرف رہتی تھی۔ وہ بڑی بالاک خوبصورت اور نازک گانے وغیرہ میں ماہر تھی۔ ایک ناتھ ہماراج کا کیرتن سننے کے لئے وہ بھی کبھی کبھی جایا کرتی تھی۔ ایک دن ہماراج نے بھاگوت کا پڑگلا کھیاں کہا۔ اس سے سن کر اس طوائف



کے من میں دیراگ پیدا ہو گیا۔ اُسے اپنے جسم سے نفرت پیدا ہو گئی۔ اُسے اپنے جسم کے نور واذوں (منہ - ناک - آنکھ - کان - وغیرہ وغیرہ) سے شرب درود غلاطت ہی غلاطت خارج ہوتی نظر آتی۔ وہ دل ہی دل میں انھوس کرنے لگی۔ کہ میں بھی کیسی بد نصیب ہوں۔ جو کہ چڑے سے گھرے ہوئے اس نایاک جسم کا مکروہ استعمال کرنے میں اپنی زندگی بسر کر رہی تھی۔ روحانی مسرت کا مجھے خواب میں بھی احساس نہیں ہوا۔ اسی طرح پرکڑھتی ہوئی وہ طواف اپنے گھر کا دروازہ بند کئے ہوئے گھر میں اکیلی ہی پڑی رہی۔ بار بار ایک ناٹھ مہاراج کا سمرن کرتی تھی۔ اور یہ بھی سوچتی تھی۔ کہ مجھے جیسی گنہگار کو ایسے مہاراج کی قدیم سوسے کا فخر کہاں حاصل ہونے لگا۔ ایک دن وہ اپنی خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کہ ایک ناٹھ مہاراج گوداوری میں استنان کر کے اسی راستے سے واپس آرہے تھے۔ جھڑکے میں سے اس نے مہاراج کو دیکھا۔ اور دوڑتی ہوئی نیچے آئی۔ بڑی بیقراری سے دروازہ کھول کر روندھے ہوئے گلے سے بولی۔ مہاراج کیا اس پاپن کے گھر کو آپ کے چرن پوتر کر کے کی کر پا کر سکتے ہیں۔ اس پر مہاراج نے فرمایا۔ کہ یہ کونسی مشکل بات ہے۔ یہ کہہ کر وہ اس کے گھر میں داخل ہو گئے۔ جس طرح سورج کی روشنی سے اندھیرا غائب ہو جاتا ہے۔ ویسے ہی ایک ناٹھ جی کے پر تپ سے وہ خائے خرابات ایشور بھکتی کا پوتر استھان بن گیا۔ وہ اب طواف نہ رہی۔ سچی توبہ سے اس کے تمام گناہ کا نور ہو گئے۔ ایک ناٹھ مہاراج کی کرپا سے اس کے دل پر بھگوان کے نام کی بُہر ثبت ہو گئی۔ ایک ناٹھ جی نے اسے (رام - کرشن - ہری) منتر دیا۔ اور نیک کاموں کی تلقین کی۔ اس واقعہ کے دس سال بعد جب اس فیض یافتہ عورت کا آخری وقت آیا تو تب وہ سری کرشن بھگوان کی موبہنی مورت کے دھیان میں ملن تھی۔

ایک رات شری ایک ناٹھ جی کا کیرتن سنتے والوں کی بھیر میں جا چورٹھس بیٹھے اس نیت سے کہ کیرتن کے ختم ہونے پر جب سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے جائیں گے۔ اور یہاں بھی سب لوگ سو جائیں گے۔ تو رات کی تاریکی میں اپنا کام بنالیں گے۔ رات کے دو بجے کے ٹک بھاگ چوروں کو یہ موقع ملا۔ کچھ کپڑے اور برتن انہوں نے پھیلانے اور بھی ہاتھ صاف کرنے کی گھات میں ادھر ادھر ڈھونڈنے لگے۔ ڈھونڈنے ڈھونڈتے نزدیک پہنچے۔ اندر ایک دیباک ٹٹھار یا تھا۔ اور ایک ناٹھ مہاراج سما دھی لگائے بیٹھے تھے۔ یہ نظارہ ان چوروں نے دیکھا۔ اور دیکھتے ہی اندھے ہو گئے۔ وہ نکل بھاگنا ہی چاہتے تھے کہ اپنے ہی چراتے ہوئے برتنوں سے ٹھکرا کر نیچے گر پڑے۔ مندر سے ایک ناٹھ جی مہاراج باہر نکلے۔ پوچھا کون ہے۔ چور نے اور گڑ گڑاتے لگے۔ کہ مہاراج! ہم لوگ پانی ہیں۔ پھما کریں۔ مہاراج نے ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ ہاتھ پھیرتے ہی ان کی بینائی عود کر آئی۔ ساتھ ہی ان کی عقل نے بھی پلٹا کھایا۔ اور ان کے من پالوں سے بھٹ گئے۔ ایک ناٹھ جی مہاراج نے انہیں چراتے ہوئے برتن دیکھے اپنے ہی ساتھ لے جانے پر اصرار کیا۔ نہ صرف یہی بلکہ اپنی انگلی سے ایک قیمتی انگوٹھی بھی اُٹا کر ان کے گے رکھ دی کہ یہ بھی لے جاؤ۔ اس پردہ چو نہایت ہی نازم ہوئے۔ اور مہاراج کے چرنوں پر سر رکھ کر بار بار اپنے گناہوں کی معافی چاہی۔ اور اُنکھ کیسے نیک چلتی کی زندگی بسر کرنے کا یقین کر کے وہاں سے رخصت ہو گئے۔ الغرض اس طرح کی پراپکار سے بھری ہوئی زندگی بسر کرتے ہوئے اور بھکتی پر کم پوتر تا اور سچی قربانی کی تعلیم ہر خرد و کلاں کو دیتے ہوئے وہ آخر کار سنہ ۱۶۵۶ بکر می میں اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔

﴿مذہبہ﴾

پرماتند پراپتی (اردو) مصنفہ پرنٹ سولہ رام بھادراج قیمت ۱۲ آنے - ۱۲/- رسالہ اوم دہلی سے  
شری برندان ورشن (ہندی) مصنفہ شری مگن ناٹھ جی کھنڈی لے بی۔ فی قیمت صرف چار آنے طلب کریں



بھلے ہی آپ نے کئی اور گھی استعمال کئے ہونگے  
لیکن ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ

**کاہن گھی**

سے بہتر گھی آپ کو اور کوئی نہیں  
پن سکتا



کاہن گھی سے تیار شدہ لذیذ کھانے قرول باغ کے مشہور و شہینو  
گرینڈ ہوٹل پر تین اول ف راویں :-

بڑے بڑے

شہروں میں

سٹاکسٹوں

کی ضرورت

ہے

تجارتی معلومات کے لیے ۶ کاہن گھی لیبارٹریز، اجمیل خاں روڈ  
قرول باغ نئی دہلی، فون نمبر 55141

برانچ: سنٹرل مارکیٹ لاجپت نگر نئی دہلی

فون نمبر 55141



ایک عمر رسیدہ تجربہ کار معالج کی عملی زندگی کا نیچوڑ  
(آخری رعایتی اعلان)  
(اُردو)

## آفتابِ عالمِ حکمت

یہ انسانی زندگی کو کامیاب اور خوشحال بنانے والی  
مفید عام لیٹک ہر گھسرتی اور معالج کیلئے ضروری ہے  
ہر مرض کے آسان اور بے خطا سانپ کاٹنے کا علاج کرنے  
والے معالج کا مفید نسخہ، بو اسیر، خارش، ڈاکٹری ویدک  
انجکشن، ٹریمنٹ، ہند، پاکستان کے بلند پایہ معالجین  
کے ذاتی تجربات، بھر کی عام امراض کا آسانی علاج ہزاروں  
معلومات دیکھنے کے قابل مجاہد لیٹک قیمت پانچ روپیہ  
مکیشی اڑھائی روپیہ آنے پر ڈاک خرچہ وغیرہ معاف اوم کا حوالہ  
دیں۔ پتہ:- ڈاکٹر چوہدری رام تنجی بھارت دھاتہ پور پور پور

جواں فکر فنکار جناب اندرجیت گاندھی

صدر سنٹرل مجلس ادب ہلی راجستھن

کے بہترین اور شاہکار افسانوں کا بہترین مجموعہ

”سندھ پٹ“ کے پتے

جن میں تعمیری پہلوؤں کو اُجاگر کیا گیا ہے۔

دوسرا ایڈیشن — قیمت صرف دو روپے

ملنے کا پتہ:- رسالہ اوم اجمیری گیٹ دہلی

مکتبہ تہمک ہم ۲۱۳۳ سنہری منڈی دہلی ۱۱

GOOD LUCK

GOOD LUCK

خوبصورتی کاراز

سنو - کریم - پودر

گلاب

تیار کردہ۔ گلاب کمیکل ورکس صدر بازار دہلی ۱۱





کرشن چندر بڑے بھاری زمیندار تھے۔ انکے ہاں ایشور کا بیاسب کچھ موجود تھا۔ بالہتی گھوڑے، ملازم، جوئیاں، درگا رکسی بات کی کمی نہ تھی۔ ان سب کے علاوہ ایک بات اور تھی۔ وہ یہ کہ اُن کے ہاں آگے گئے کی خدمت ہوتی تھی۔ اور دوسروں کی خدمت کرنے میں ان کی نفی برتاؤ بھی کھرا ان کی سب سے بڑی معاون تھی۔ بھگوان کی دیاسے اُن کے ہاں ایک لڑکا بھی تھا۔ نام تھا رکھوناٹھ تھا چھوٹا سا مگر جلیقہ بڑا، سنجیدہ، مستدریس جاتا تھا۔ کیہ تن کرتا تھا۔ اور شری ہری جی کی استغھی کرتا تھا۔ جب رکھوناٹھ سترہ برس کا ہوا تو اُسکے پتانے اس کی شادی کلاوتی پور کے رئیس گنگا دہری لڑکی پوزنا سے کر دی۔ ات پوزنا سات بھائیوں میں ایک بہن تھی۔ اور سب سے چھوٹی۔ اس لئے شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔

ات پوزنا بڑی ہی نیک لڑکی تھی۔ اور ایسی نیک بہو کو یا کر مکمل تو بیچ جانے لگا کتول کی مانند کھل گئی۔ کھلا جیسا کھلی ہوت اب کوئی نہ تھا۔ مگر دن بہینہ ایک جیسے نہیں رہتے۔ کئی برسوں تک لگاتار فٹ پڑا رہا۔ کرشن چندر تھے غریب پرور کسانوں سے لگان تک وصول نہ کیا۔ اور جو کچھ پاس تھا۔ وہ غریبوں میں جن کو وال روٹی بھی پیشگی میسر ہو رہی تھی۔ بانٹ دیا۔ پھر میں کچھ بھی نہ رہا۔ بلکہ سر پر قرض ہو گیا۔ انہی ایام میں وہ بیمار ہو گئے۔ جب اُنکا آخری وقت قریب آیا۔ تو انہوں نے رکھوناٹھ کو اپنے پاس بلایا۔ اور فرمایا: "میرے لعل! میں تو اب رخصت ہو رہا ہوں میری ایک بات یاد رکھنا جس طرح سے بھی ہو سکے میرا قرض اُتارنے کی کوشش کرنا۔ دیکھنا کبھی کسی کو دھوکا دینے کی کوشش نہ کرنا۔ پرچھو نہ ہمارا کلیان کریں گے۔"

اتنا کہ کر کرشن چندر کی رُوح قفسِ صبری سے ریزا کر گئی۔ کہا بیٹے کی مرضی سے شوہر کے ساتھ سستی ہوئی۔ رکھوناٹھ کے سر پر گویا پاؤٹ پڑا۔ اُن پوزنا بڑے گھر کی بیٹی تھی! اور اکثر اپنے نیسے میں ہی رہا کرتی تھی۔ اس کے باپ کے پاس دولت بہت تھی۔ مگر مزاج کچھ تیز تھا۔ اور بہت ہی بخوس تھا۔ اُس نے رکھوناٹھ کے متعلق سب کچھ سنا مگر وہ اس کے لئے نہ سنے کے ہی، بلکہ رکھوناٹھ کو جس کی دولت بھلا کس کام کی وہ اپنی نیز اپنے عزیز و اقارب کی مصیبتیں برداشت کر لیتے ہیں۔ ایک مہینہ خرچ کرنا ان کیلئے موت کا سائیلن جاتا ہے۔ رکھوناٹھ معمولی نوجوان نہیں تھا۔ اُس کا تعلق ایسی ہستی سے تھا جس کے سامنے اس کے سسر کی وہی نسبت تھی۔ جو کہ ذرہ کو آفتاب سے ہوتی ہے۔ رکھوناٹھ مدد کی درخواست کرنے کی غرض سے سسرال نہیں گیا۔ اس کے پاس جو کچھ تھا۔ وہ بیچ کر اس نے اپنے باپ کا قرض فتم کر لیا۔ اور جو کچھ اسے سسرال سے ہیز میں ملا تھا۔ اس سے وہ پرچھو سیوا کا انتظام کر کے۔ ایک لڑکھوئی اور چار لڑکھوئے سے نکل گیا۔ رئیس زادہ گاؤں گاؤں پھر کر بھیک مانگ کر گزارہ کرنے لگا۔ بڑے گھر کا لڑکا وہ کیا جائے کہ مصیبت کیا ہوتی ہے لیکن اس وقت اُس کی دھک کی کمی نہ تھی۔ ایک دن رات کو اس نے ایک درخت کے نیچے پڑے سوچا کہ اس طرح سے گاؤں گاؤں بھٹکتے سے کیا فائدہ ہے؟ کیوں نہ کسی تیرتھ استھان پر چل کر دن گزارے جائیں۔ یہ سوچ کر کئی دن تک سفر کرتے رہنے کے بعد تیار ہیں (پوری) پہنچا مندر میں جا کر بھگوان سے جا کر اس طرح سے راز کھائی۔

تھے پرچھو! میرے ماتا پتا اب اہل کسار میں نہیں رہے۔ مجھے اناٹھ بنا گئے ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ میں تمہاری شرم میں پڑا ہوں۔ مگر میرے کے سے کیا ہوتا ہے۔ جو کچھ ہوگا تمہارے گئے سے ہوگا۔ انا پڑھو! جیسے آپ کی مرضی ہو کیجئے۔ میں آپکا



سیوک ہوں

جہاں پرارتھنا سچی ہوتی ہے۔ وہاں سُنوائی بھی جلد سوجھاتی ہے۔ رگھوناتھ نے محسوس کیا۔ کہ پرچھو اپنا ہاتھ اٹھا کر اس سے کہہ رہے ہیں۔ ”رگھو! مجھے کبھی تم کا خوف نہیں کرنا چاہئے۔ میں نے تجھے اپنا سیوک بنالیا ہے۔ آرام سے یہاں رہ اور پرشاد کا بھوجن کیا کر۔“

رگھو دونوں وقت پرشاد لے لیتا۔ اور اسکی ہلک ہٹ جاتی۔ باقی وقت وہ پرچھو کی یاد میں گزارنے لگا۔ ایک دن اُسکو اپنی دھرم تپن کی یاد آئی اور اُس کو ملتے کیلئے اُس نے اس کو چھٹی لکھدی۔ میں تمہیں ملنے کیلئے آنا چاہتا ہوں۔ جب کہو۔ تب آؤں۔

یہ چھٹی لنگا دہر تک پہنچی غریب اور دھبکاری درامد سے ملنے میں غیرت ہاتھ سے جاتے تھے۔ اس خیال سے اس نے رگھو کو کچھ نکالیاں سنکر بیٹوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ ان پورنا کی دوسری شادی کر دی جائے۔ جیسا لائق باپ۔ ویسے بیٹے سب کے سب اس کی رائے سے متفق ہو گئے۔ وہ لڑکے کی تلاش کرنے لگے۔ اور آخر منتری کا بیٹا دُسو۔ دُسو جو کہ بدعواش تھا۔ تلاش کر لیا۔ شادی کا دن بھی مقرر کر دیا۔

ان پورنا دھارک انتہی تھی۔ وہ سب کچھ سمجھتی تھی۔ مگر اس کے لئے تدبیر ہی کیا تھی۔ اس نے دل ہی دل میں چھوٹا سا پرارتھنا کی۔ ”ہے چھوٹا! یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہائے پرچھو! یہ تو ناممکن بات ہے کہ بران ناٹھ کے زندہ ہوتے ہوئے دوسری شادی کر لے! پرچھو اس حکم پر اب میرا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ تو میں اُنکے حوالے کر چکی ہوں۔ پھر میں دوسرے کا مُنہ کیسے دیکھوں گی؟ ہے ناٹھ تم نے مصیبت میں مجھ راج کو بچا تھا۔ تم نے ہی سبھامیں درویدی کی لاج بچائی تھی۔ تم انتہائی ہی ہو سب کچھ جانتے ہو میں تم سے کیا کہوں میرا سب حال تم جانتے ہو پرچھو! ایک سنی ہوؤں۔ پرچھو رانی نہیں۔ تجھے اس مصیبت سے بھڑاؤ!“

ان پورنا دن رات اکیسی بیٹھ کر چھوٹا ان سے پرارتھنا کیا کرتی تھی۔ کھانا پینا۔ اٹھنا بیٹھنا۔ بولنا اُسے کچھ بھی اچھا نہ لگتا تھا۔ ایک خادمہ تھی وہ اس سے پیار کرتی تھی۔ ان پورنا نے اس سے کہا اگر کوئی نیلا جیل جاتا ہو تو خیال رکھنا۔ میں اب چھٹی تو ان کو لکھ بھیجوں۔ مجھے اُمید ہے کہ میری چھٹی یا کہ وہ ضرور آئیں گے۔ اور مجھے اس مصیبت سے بچائیں گے۔

خادمہ کو معلوم ہوا کہ نزدیکی کے محلے والے کچھ اشنی ص شری جگن ناٹھ جی کے درشن کرنے کے لئے پوری جا رہے ہیں۔ اُس نے فوراً ہی ان پورنا کو پتہ دیا۔ ان پورنا نے رگھوناتھ کے نام چھٹی لکھی۔

پیران ناٹھ!

میں آپ کے چرنوں کی دسی ہوں۔ اگلے جمعیتہ پنجی کے دن منتری کے لڑکے کے ساتھ میری شادی کا فیصلہ ہوا ہے۔ اگر آپ کی اس دسی پر کر یا ہو۔ تو چھٹی ملتے ہی فوراً تشریف لے آئے۔ اُنانا آنا ایک مری پر بصر ہے۔ منکر میں دن گن رہی ہوں۔ وقت مقررہ تک آپ کی منتظر رہوں گی۔ اور اگر اس وقت تک آپ کے درشن نہ ہوئے تو اپنی جان پر بھیل جاؤں گی۔

خادمہ کو چھٹی دیکر ان پورنا نے خادمہ سے کہا۔ ماں! تم نے ان لوگوں سے میری طرف سے کہہ دینا کہ میری زندگی یا موت اُنکے ہاتھ میں ہے۔ میرے تپا شری جگن ناٹھ پوری میں رہتے ہیں۔ اور وہ جیک مانگ کر گزارہ کرتے ہیں۔ یہ چھٹی ان کو دے دیوں۔

خادمہ نے چھٹی تیرکھ یا ترا جانے والوں کو دیدی۔ اور ساری بات انہیں سمجھا دی۔ ان لوگوں کو بھی ان پورنا سے دلی سہمردی تھی انہوں نے خادمہ کو یقین دلایا۔ اور چھٹی لیکر چلے گئے۔ جب پوری پہنچے تو شری جگن ناٹھ جی کے مندر میں جا کر انہوں نے رگھو کو چھٹی دیدی۔ چھٹی پڑھ کر رگھو بے چین ہو گیا۔ سوچا۔ شادی میں تو صرف دس دن باقی رہ گئے ہیں۔ اور یہاں سے کلا دوقی کا راستہ ایک جینے کا ہے۔ پوچھوں تو کیسے پہنچوں۔ رگھو کچھ فیصلہ نہ کر سکا۔ آخر کار وہ اس طرح سے پرارتھنا کرنے لگا۔

”پرچھو! مجھے اس مصیبت سے کون بچا سکتا ہے۔ آج سنی کی تکلیف کو دور کیجئے۔ آپ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔ تمہارے سوا اس وقت کوئی رکشاک نہیں ہے۔“

رگھو نے بہت بار ہی پرارتھنا کی۔ اور پرارتھنا کرتے کرتے وہ سو گیا۔ اُس پیارے سے محبت کرنے والے جانتے ہیں۔



کے سچے دل سے کی ہوئی پُرارتھنا کبھی خالی نہیں جاتی۔ رگھو بھات خواب ہی کلاوتی پور میں گنگا دہر کے دروازے کے لگے پہنچا  
نئی روشنی۔ نئی تہذیب۔ نئی تعلیم اور نیا دماغ ان باتوں کو تسلیم نہیں کرتا مگر وہ بھولتا ہے۔  
بھگوان اور ان کے بھگتوں کی محبت باتیں عجیب ہیں۔ سچے بھگت پر جب پرچھو کی گھیرا ہو جاتی ہے۔ تو اسکی سب باتیں  
بی حیرت انگیز ہو جاتی ہیں۔ لہذا کسی بھی شہر دھالو؛ کو ایسی باتوں پر شک نہ کرنا چاہئے۔  
جب اچھ کھلی۔ تو رگھو کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اُس نے دیکھا کہ سامنے ایک عالیشان محل کھڑا ہے۔ مگر پوری کامنڈر ہے  
شادی کے بعد وہ کبھی کلاوتی پور نہیں آیا تھا۔ لہذا وہ نہ ہی تو یہاں کے رہنے والوں سے اور نہ ہی گلی محلوں سے  
واقفیت رکھتا تھا۔ اس نے ایک راہ گز سے دریافت کیا کیوں بھائی یہ کونسا قصبہ ہے؟ اور یہ سامنے محل کس کا ہے؟  
اس کے جواب دیا یہ کلاوتی پور ہے۔ اور وہ سامنے جو محل دیکھتے ہو وہ سیٹھ گنگا دہر کا ہے۔

اب پرچھو کی لیلیا کا رگھوناٹھ کو پتہ چلا۔ اس کی آنکھوں سے پریم کے آنسو بہنے لگے۔ اس نے کہا۔ دھنیہ ہو۔ پرچھو۔ میری  
مصیبت کو اور کون اور کر سکتا ہے۔ تمہارے لئے یہ کونسی بڑی بات ہے۔ بل میں برہانڈ کو بنا بھی سکتے ہو۔ اور بگاڑ بھی سکتے ہو مگر  
پچھے پڑانے چھڑے سینے ہوئے رہنا نہ تو اس کے سالوں نے گلی میں ٹھہرے ہوئے دیکھا۔ ان پر تو گویا بجلی ہی گر پڑی مگر مرنے  
کیا نہ کرتا۔ اُس کو اندر لے گئے۔ اُس کو نہلا دھلایا گیا۔ رکلف لباس پہنایا گیا۔ اور تکلف کھانا کھلایا گیا۔ اس کے بعد  
اس کے آرام کے لئے ایک علیحدہ کمرے میں خوبصورت بھونے والا پلنگ بچھا یا گیا۔ رگھوناٹھ آرام کے لئے لیٹا۔ ان پورنا  
بھی وہاں پہنچ گئی۔ باتیں ہوئیں۔ اور خوب ہوئیں۔ محبت کی فرقت کی اور نہ جانے کیا کیا ہوئیں۔

اور نہ تو یہ باتیں سو رہی تھیں۔ اور اندھ نو آدمی گنگا دہر اسکی بیوی اور ساتوں لڑکے بل کر رگھوناٹھ کو ٹھکانے لگانے کی تدبیریں  
سوچ رہے تھے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ آج ہی رات کھانے میں زہر ملا کر رگھوناٹھ کا کام تمام کر دیا جائے۔ تاکہ اُن پورنا کا منتری کے  
لڑکے سے بیاہ ہو جائے۔ پھر اس کے لئے سگھ ہی سگھ ہے۔ برہو تو باقم سستی کے دکھ کو کیا جانو؟

شام کے وقت گنگا دہر کی بیوی کھانا تیار کر رہی تھی۔ کہ اُن پورنا باورچی خانہ میں پہنچی۔ ماں نے کہا بیٹی آج بہت دنوں  
کے بعد واپس آئے ہیں تم وہاں جا کر اُن کی سیوا کرو۔ میں کیسی ہی رسوئی تیار کر لوں گی۔ اُن پورنا۔ "جانی ہوں" کہہ کر وہاں  
سے نہ گئی۔ آج دہی بھر سرگوشیاں ہوتی ہیں۔ اس کی تہہ میں سازش ضرور ہوگی۔ لہذا وہ باورچی خانہ سے باہر نہیں نکلی۔ اور جب پتہ  
چل گیا کہ کھانے میں ان ظالموں نے زہر ملا دیا ہے۔ تو بھاگتی ہوئی اپنے بچے کے کمرے میں پہنچی۔ مگر اس کے بھائی رگھوناٹھ کو سیر کے  
لئے باہر لے جا چکے تھے۔ اب سوچنے لگی کہ بچی کو اس سازش کی خبر کس طرح سے دی جائے۔ اس نے ایک پتے پر لکھا۔ بھون  
میں زہر ہے۔ اور ایک رسگلے میں ماں کی نظریں بچا کر چھنسا دیا۔ وہ جانتی تھی کہ انہیں رسگلے کھانے کا ہی زیادہ شوق ہے۔  
اور اب بھی وہ سب سے پہلے رسگلوں والی طشتی پر ہی ہاتھ ڈالیں گے۔

سونے کی تھالی میں بھون بیویں کر ڈرائیں تے زمانہ کو بلا بھیجا۔ دل میں زہر بھرا تھا۔ باب بھرا تھا۔ مگر ظاہر طور پر جو خاطر کجیاری  
تھی۔ اس میں کوئی کمی نہ تھی۔ رگھوناٹھ کو اس سازش کا کچھ بھی پتہ نہ تھا۔ وہ ہاتھ دھو کر اس پر بیٹھ گیا۔ اس نے کچھ بھی سامنے رکھا تھا  
اس کو بھگوان کے ارپن کیا۔ اور آجمن کیا۔ اُن پورنا چھپ کر سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اس کا دل اتنا دھڑک رہا تھا۔ کہ اس کے لئے  
کھڑا رہنا بھی محال ہو گیا تھا۔ لیکن فرض اُسے وہیں کھڑا رہنے پر مجبور کر رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ سوچ  
رہی تھی۔ کہ اگر اہلوں نے رسگلے کی جو طشتی ہے۔ اس پر جو زہر اس بھون پر ترپا ہے۔ دیکھا ہی نہ تو پھر اندھیر ہو جائیگا۔ پھر سوچا کہ  
شرم اور خوف کس بات کا۔ جو ہو گا سو دیکھا جائیگا۔ بلند آواز سے ان کو مطلع ہی کیوں نہ کر دوں کہ ہر ایک چیز میں زہر ملا ہوا ہے۔  
آپ کھانا بالکل نہ کھائیں۔ بھگوان کی لیلیا بڑی عجیب ہے۔ اُن پورنا کو زیادہ دیر تک سوچنا نہیں پڑا۔ رگھوناٹھ نے آجمن



کرنے کے بعد سب سے پہلے دستکوں والی طشتی پر نگاہ کی۔ دیکھا کہ ایک چھوٹا سا بیج پتھر درمیان والے دستک کے پاس ہی طشتی کے کنارے کی طرف جو دستک لٹا ہوا ہے۔ اس پر چڑکا ہوا ہے۔ ذرا سے پتے کو اڑھلایا اس وقت کون دیکھتا۔ اُسے دیکھا صرف لٹھو ناٹھ اور ان پورٹانے۔ لٹھو ناٹھ بنے جو کچھ اس پر تحریر تھا پڑھا۔ اس کو ساری سازش کی سمجھ آ گئی۔ اُن پورٹانے کی ماں نے دیکھا کہ زانا دکھانا شروع کرے گا۔ لہذا چالاک سے اُن پورٹانے کو کہاں بروہ کھڑی تھی وہاں سے بٹاریا۔ اُس نے اُن پورٹانے سے کہا۔ "بیٹا! تو خدا کے پاس چل کر بیٹھ۔ میں بھی بلا لوں گی۔ دل میں ڈرتی تھی۔ کہ اگر یہی نہیں کھڑی رہی تو کوئی اور گل نہ کھل جائے۔ اُن پورٹانے بھی اب ہاں سے جانے میں کوئی عذر نہ کیا۔ اس نے خیال کیا کہ جب بتی دوسب کچھ پڑھ چکے ہیں۔ تو اب زہر ملا کھانا نہیں کھائیں گے۔

لٹھو ناٹھ کی حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ دس گلا اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ہائے میں نے یہ کیا کیا۔ پڑھو کو زہر لے کھائے کھجور لگا دیا۔ پڑھو مجھ سے جو یہ حرکت لاعلمی کی وجہ سے ہوئی اس کے لئے مجھے کشتا کرو۔ ناٹھ! اب مجھے مذمت دو۔ کہ اب میں کیا کروں۔ میں اس وقت کچھ بھی نہیں سوچ سکتا۔ بھلا بھگوان کے پرشاد کا تباگ میں کیسے کروں جس کا جنم ہوا۔ اُسے موت ایاک دن لازمی ہے جب مرنا ہے تو اس پرشاد کھانے میں عذر کیسا؟ نہیں! نہیں! ناٹھ میں تمہارے پرشاد کی بے عزتی نہیں کر سکتا۔ جان جائے یا رہے مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔

بھگت کے دل کی بات بھگوان نے جان لی۔ اس سے پہلے وہ کئی بار زہر کو امرت کر چکے ہیں۔ پر بلا دے کے لئے زہر امرت ہو گیا تھا۔ ایک دن راج رانی میراں کا زہر بھی امرت بن گیا تھا۔ آج بھی انتظام ہو جائیگا۔ لٹھو ناٹھ نے دانستہ طور پر زہر ملا ہوا کھانا کھالیا۔ کھانا میں ایک لقمہ بھی نہیں کھوڑا۔ سخت قسم کا زہر تھا۔ امرت کیسا کھتا اس کا اثر ہوا۔ لٹھو ناٹھ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اور تھوڑی دیر ناٹھ پاؤں مارنے کے بعد اس کی روح نفس عنقریب سے پرواز کر گئی۔ اُن پورٹانے کی ماما خوشی سے پھوٹی نہ سمائی اور جلدی سے جا کر اپنے شوہر اور بیٹوں کو وہاں بلا لائی۔ سب خوش تھے فیصلہ یہ ہوا کہ دن نکلنے سے پہلے لاش کو دبا دیں گے مشہور ریکریڈنگ کے رات کو اچانک سانپ نے کاٹ کھایا تھا۔ یہ سوچ کر کمرے کے دروازے بند کر کے وہاں سے چلے گئے۔

اُن پورٹانے کی بات سن کر اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔ مگر اس کے من میں شافی نہیں ہے۔ دل بے چین ہے اپنے بیتی کی کھالی میں زہر ملا ہوا کھانا دیکھ کر کیا کسی تی بڑنا کے من میں شافی رہ سکتی ہے۔ وہ اپنے کمرے کے آس پاس ادھر ادھر پھیر رہی تھی۔ ماں باپ اور بھائیوں کی آکر و رفت اور ان کی آپس میں کی گئی اشارہ بازی سے اُسے شک ہو گیا۔ جب سب سونے کے لئے چلے گئے تو وہ فیے پاؤں اس کمرے کی طرف ٹپری جس میں لٹھو ناٹھ کھانا کھانے کے لئے بیٹھا تھا۔ اس نے دیکھا دروازہ بند ہے۔ مگر چراغ روشن ہے۔ اس نے کھڑکی میں سے جھانکا جو کچھ اس نے کمرے کے اندر دیکھا۔ اس سے اس کی جان ہوا ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ آسن پر اس کے بیتی کا بچان جم پڑا ہوا ہے۔ اس کا جسم کا پنے لگا۔ وہ بیہوش ہو کر گر پڑی جو ب ہوش میں آئی تو دیکھا کہ چاروں طرف خاموشی ہے۔ تار بجی ہے۔ کمرے کا چراغ بھی گل ہو چکا ہے۔ وہ اب کیا کرے۔

دربل کے پران پکار رہے۔ جس گدیش ہے جس گدیش ہے۔

جب کوئی سہارا نہیں رہتا تو پھر اس کا ہی سہارا ہوا کرتا ہے۔ دکھی اُسے ہی تو پکارا کرتا ہے۔ اولاد کی آواز دل کی گہرائی سے نکلی ہوئی ہو۔ تو شنوائی بھی جلدی ہوتی ہے۔ بھگت کی آواز تو فوراً ہی تمام دُنیا میں پھیل جاتی ہے۔ اُن پورٹانے کی آواز بھی بھگوان کے کانوں تک جا پہنچی۔ وہ فوراً کلاوٹی پور ہوئے۔ اُن پورٹانے کو کمرے کے اندر کچھ اہٹ مٹائی دی۔ دیکھا کہ بھگوان ناٹھ کا سہارا دیکر لٹھو ناٹھ کو اٹھارہ ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں میرے لئے ایا رہے لٹھو ناٹھ! اٹھ کھڑا ہو۔ اس طرح سے کیوں پڑا ہے۔ میں آگیا ہوں۔ زہر زہر کیا بگاڑ سکتا ہے۔ لٹھو ناٹھ اٹھ بیٹھا۔ مارے خوشی کے اُن پورٹانے بیہوش ہو کر گر پڑے بھگوان اتر دھان ہو گئے۔



رگھوناتھ اس طرح سے اٹھا۔ جسے کوئی سوکر اٹھا ہو۔ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اس نے سوچا بڑی گہری نیند تھی۔ مجھے کس نے جگا دیا۔ آہستہ آہستہ سب کچھ یاد آنے لگا۔ واقعات ایک ایک کر کے آنکھوں کے سامنے ناچنے لگے۔ میں وہی رگھوناتھ ہوں میں تو زہر ہلا کھا کھا کر مر رہا تھا۔ اس وقت کتنی جھلیک تھی میرے جسم میں دوبارہ جان کنسنے والی سمجھ بھگ گیا پر ان ہاتھ یہ تہا را می کام ہے۔ تہا رے سوا ایسی دیا اور کون کر سکتا ہے۔ میرے پر بھو تہا رے چیل تم ہی جانتے ہو۔ گود سے بچے شک دیتے والے تھی تم ہی ہو۔ اور سارے چھاتی سے لگانے والے بھی تم ہی ہو۔ میرے جیسا اگیا فی تہا ری لیدا کو بھلا کیا سمجھے گا؟ سمجھنے کی ضرورت بھی کی؟ پر پر بھو! اگر او مصیبت کے پہاڑ سر پر گراؤ۔ باہر مصیبت کے چھے تہا را مسکڑا نا ہوا چہرہ چھپا ہے۔ سہ۔ تو میرا شوق دیکھ انتظار دیکھ۔ جھٹ رگھوناتھ پر بھو کئے پریم میں رات بھر اسی طرح سے ہلتا رہا۔ کئی بار رو یا کئی بار ہنسنا۔ بھر لگا کترن کرنے۔ ہرے رام۔ ہرے رام۔

رام رام۔ ہرے ہرے۔ ہرے کرشنا۔ ہرے کرشنا۔ کرشن کرشنا ہرے ہرے۔ اب ہری نام کا نشہ اُسے ایسا چڑھا کہ اُسے منے تن بدن کی ہوش نہ رہی۔ دیکھتے دیکھتے رات بیت گئی۔ گنہگاروں کی ٹوٹی کورات بھر نیند نہ آئی۔ زہری گرمی سے آنکھوں کی آگ کی گرمی کہیں زیادہ تھی۔ زہری گرمی تو جلدی دور ہو گئی تھی۔ مگر گناہ کی آگ جل رہی تھی۔ وہ رات بھر بہکتے رہے۔ گناہ کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ کسی نے راج دربار میں خبر کر دی۔ لوسپاہی ہمیں لڑنے کے لئے آئے ہیں۔ اور لڑکر لے گئے ہیں۔ صبح ہوئی سبکے سبکے اُس کمرے میں گئے۔ جہاں وہ رگھوناتھ کو پھونک کر آئے تھے۔ خواہش تھی کہ جتنی بھی جلدی ہو سکے لاش کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔ مگر جب وہ وہاں پہنچے۔ تو مارے حیرت کے اُن کے منہ ٹھٹھے کے ٹھٹھے رہ گئے۔ دیکھا کہ رگھوناتھ اُس پر بیٹھا ہے۔ انہیں بندش کترن کر رہا ہے۔ اس کی ایسی حالت رہی۔ تو سب کھڑے کے کھڑے وہ گئے۔ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ اُن کے پاؤں کی آہٹ سن کر رگھوناتھ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر کہنے لگا۔ "آؤ! آؤ! میرے پر بھو!" لیکن جب انھیں کھولیں تو دل میں کہنے لگا۔ "ارے پر بھو تو نہیں۔ یہ تو میرے قاتلوں کا گروہ کھڑا ہے۔" رگھوناتھ پھر اُس پر بیٹھ گیا۔ لنگا دھرنے سوچا کہ جو شخص زہر کھا کر بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ وہ مہولی آدمی نہیں ہو سکتا۔ وہ دیوتا ہے۔ سب کے سب قاتل رگھوناتھ کے جرنلوں میں گر پڑے اور اس سے معافی کے خواستگار ہوئے۔

رگھوناتھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس میں اسکا کوئی گناہ نہیں۔ یہاں ہر ایک اپنا اپنا کر مھل بھوگتا ہے۔ میں نے اپنے گزشتہ جنم میں ضرور کسی کو زہر دیا ہو گا۔ جسکی وجہ سے یہاں مجھے زہر کھانا پڑا ہے۔ گرم پھل کتنے ہی نہیں سکتا۔ ہاں یہ زہر کھانے کے بعد چھل جو پھر جان آگئی ہے۔ اس کا سبب صرف یہی ہے۔ کہ میری جان کے مالک سری جگن ناتھ جی ہیں۔ اب آپ کی خدمت میں ایک عرض ہے۔ آپ میری مفلسی کی وجہ سے اپنی لڑکی کی شادی کسی دوسری جگہ کر دینا چاہتے ہیں۔ اگر آپ یہی مناسب خیال کرتے ہیں۔ تو ایسا ہی کیجئے۔ مجھ پر دیا کیجئے۔ میں اب جانا ہوں لیکن بات یہ ہے۔ کہ اگر آپ کو درہم کا کچھ بھی خوف ہے۔ تو آپ میری پتی کو مجھے سونپ دیجئے وہ میرے شکہ دکھ کی ساکتی ہے۔ میں اُس کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ لیکن اُسے میرے ساتھ بھیجنا یا نہ بھیجنا یہ آپ کے اختیار میں ہے۔ اس معاملہ میں میری طرف سے کوئی زبردستی نہیں کی جا سکتی۔"

اتنا کہہ کر رگھوناتھ پھر شرعی ہری کا کترن کرنے لگا۔ سہ۔ شرعی کرشن کو بند ہرے مڑا رہے کترن کرتا ہوا رگھوناتھ کھڑے سے باہر نکل کر سڑک پر آگیا۔ سیٹھ لنگا دھرن ساتوں لڑکوں سمیت اُس کے تعقب میں بھاگتے ہوئے آئے اور ملتتی ہوئے کہ آپ صرف آج کا دن ہمارے ہاں اور پھر جاتیے۔ کل اپنی پتی کو ساتھ لے جائیے گا۔ ہمیں اب اس میں کوئی غصہ نہیں ہے۔"

رگھوناتھ سڑک پر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ اُس نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ ان باپوں کے گھر میں اب پھر کبھی داخل نہیں ہوں گا۔ جس جگن ناتھ نے یہاں تک پہنچایا۔ زہر کا اثر زائل کیا۔ وہ ان پورنا کے بالے میں بھی جو نساہت ل کر گیا کر لے۔"



گنگا دہر کی التجاؤں کا رکھوناٹھ لئے کوئی خیال نہ کیا۔ تو وہ بیٹوں کے ساتھ اپنے مکان میں واپس چلا گیا۔ جب ان پورنا رات کو دوسری بار بیہوش ہوئی تھی۔ تو اُس کے باپ اور بھائیوں نے اس کو وہاں سے اٹھا کر اُس کے کمرے میں اُس کے بستر پر بٹایا دیا تھا۔ اور باہر سے تالا لگا دیا تھا۔ صبح ہوئی تو وہ تڑپ رہی تھی۔ گنگا دہر جب مکان کے اندر واپس پہنچا۔ تو اُس نے ان پورنا کا دروازہ کھولا۔ اور اُس سے دریافت کیا۔ بتا ان پورنا اب کیا تو اپنے بھکاری تپی کے ساتھ جانا چاہتی ہے۔ یا ہمارے ہاں رہنا چاہتی ہے؟

ایک تپی بڑی دیوی سے جب اس قسم کا سوال کیا جائے۔ تو اس کے دل کو کتنی زبردست چوٹ لگتی ہے۔ اُس کا اندازہ دوسرا کون لگا سکتا ہے۔ لڑکیوں کو ماں باپ سے قدرتی جیسا ہوتی ہے۔ گنگا دہر کے سوال سے ان پورنا کے چہرے پر چہاکی سرخی ڈھونڈ گئی۔ مگر کچھ بھی اُس نے اپنے دل کو مضبوط کر کے کہا۔ "پتاجی! آپ میرا گناہ معاف کریں۔ میں اپنے تپی کے ساتھ ہی جاؤں گی۔ وہ راہ کے بھاری ہوں یا گنگا میرے لئے دینا ہیں۔"

یہ الفاظ اس نے بڑے دکھ سے کہے۔ مگر یہ کیا؟ اُس کے چہرے کی حالت یک لخت بدل گئی۔ وہ بھوک شیری کی طرح تڑپی۔ اور گرج کر کہنے لگی۔ "پتا! آپ مجھے دھجھکاری بنا چاہتے ہیں۔ مجھے میرے تپی سے جدا کر کے دوسرے آدمی کو سونپنا چاہتے ہیں۔ نہیں ہوگا۔ یہ کبھی نہیں ہوگا۔ مجھے سمونی لڑکی مست خیال کرنا پسند نہیں ہوتی۔ جب تک اس جہم میں جان ہے۔ اس کو کوئی چھو بھی نہیں سکتا۔ یقین جانئے ایسا ہونے سے پہلے ہی میں اتم ہتیا کر لوں گی۔ اور سستی کے شاپ سے تمہاری منتریت کی دینا ان واحد میں جل کر راکھ ہو جائے گی۔"

پانی میں آگ کتنی دیر پھر سکتی ہے۔ اسی طرح سے ان پورنا کا جوش بھی عارضی ہی تھا۔ اُس نے اپنے باپ کے پاؤں پکڑ لئے۔ اور التجا کی۔ "پتاجی! مجھے کھما کرو۔ اور مجھے اپنے تپی کے ساتھ جانے دو۔ وہ میرے دیتا ہیں۔ وہی میری زندگی کے سہارا ہے۔ مجھے یہاں رکھنے سے آپ کا بھلا نہیں ہوگا۔ اسی لئے میں آپ سے ہاتھ جوڑ کر کہتی ہوں۔ کہ مجھے اپنے تپی کے ساتھ جانے کی اجازت دیجئے۔"

گنگا دہر پر رکھوناٹھ کا اثر پڑ چکا تھا۔ اب جو ان پورنا کی یہ حالت دیکھی تو اُس نے ان پورنا کو اس کے ساتھ بھجی دینا ہی مناسب خیال کیا۔ اور اس کو رکھوناٹھ کے پاس چھوڑ آیا۔ اور اس سے کہنے لگا۔ "بیٹا! اپنی تپی کو گریہ نہ کرو۔ ہم پر دیا کرنا جس سے ہمیں کوئی کشت نہ ہو۔"

ان پورنا نے رکھوناٹھ کے چہرے چھوئے۔ اور بولی۔ "پران ناٹھ جس طرف بھی چلنا ہو جلد چلئے۔ اب یہاں ایک منٹ کے لئے بھی ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ ورنہ آپ کے ساتھ چلنے کے لئے طیارہ ہے۔"

رکھوناٹھ نے ان پورنا کا ہاتھ تھاما اور دونوں شری جگن ناٹھ پوری کے راستہ پر سوئے۔ گنگا دہر گھر واپس آگیا۔ مگر لڑکی کو بھکاری کے ساتھ بھیج کر اُسے بڑا دکھ ہوا۔ ادھر ان پورنا کی ماں نے نئی سازش کی۔ اُس نے منتری کے بیٹے کو کہلا بھیجا۔ کہ ان پورنا کو گنگا ل لئے جا رہا ہے۔ اگر حوصلہ ہو تو اسے مار کر ان پورنا کو لے آؤ۔

اس خبر کے ملتے ہی منتری کا بیٹا اپنے باپ کے بہت سے سپاہیوں کو ساتھ لیکر رکھوناٹھ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ یہ سب کھڑوں پر سوار تھے۔ آٹا نا آٹا انہوں نے اُٹھو جالیا۔ دسویں چلا کر رکھوناٹھ سے کہا۔ "بیچ بد معاش! تو میری دلی مالک کو چرا کر کہاں لئے جا رہا ہے؟ اس کو یہاں چھوڑ کر فوراً یہاں سے بھاگ جا۔ نہیں تو اپنی جان سے ہاتھ جوڑ بیٹھے گا۔"

رکھوناٹھ نے دیکھا۔ کہ دسویں کے پیچھے کئی سوار ہیں۔ وہ ہنستے لگا۔ ان پورنا ڈر گئی۔ اور اس نے رکھوناٹھ سے کہا۔ "ہے سوئی۔"



میرا اب مجھے اسی بد معاش کو سونپنا چاہتے تھے۔ اب کیا ہوگا۔ اس مصیبت سے کیسے چھٹکارہ پائیں گے۔“  
 رکھوناٹھ نے مبتدے ہوئے جواب دیا۔ ”تم کو یہ تو معلوم ہی ہے۔ کہ شری جگن ناتھ جی میرے مالک ہیں۔ پھر خوف کا کیا کام؟ جس نے مجھے تمہارے پاس پہنچایا۔ جس نے زہر کا امرت بنایا ہے۔ وہ ہمیں یہاں سے بھی رہائی دلوائے گا۔ اُس پر کھوکھو کا دھیان کرو۔ اس کے ہوتے ہوئے ہمیں ڈر کس کا ہے؟ تم اس لیلا سے کی لیلا دیکھتی جاؤ۔“  
 یہ باتیں سوہی رہی تھیں کہ ایک طرف سے دو شجیرا راجیوت زردہ بکتر پہنے ہوئے آئے۔ اُن میں سے ایک نے رکھوناٹھ سے دریافت کیا۔ ”تم کون ہو؟ کہاں جاتے ہو۔! تمہارے ساتھ یہ زردی کون ہے؟ اور یہ سپاہی تمہارے پیچھے کیوں آ رہے ہیں؟“

رکھوناٹھ نے اپنی ساری داستان سنا کر اُس سے کہا۔ ”بھائی میں غریب آدمی ہوں۔ مجھے سوائے بھگوان شری جگن ناتھ کے اور کسی کا سہارا نہیں۔ نہ ہی تو کوئی دوسرا مجھے پناہ دینے والا ہے۔ اور نہ ہی میری حفاظت کرنے والا ہے۔ میں تو اس وقت اُس کا منتظر ہوں۔“

راجیوت نے کہا۔ ”تمہیں کوئی خوف نہیں ہے۔ ہم تمہارے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ دیکھیں کون تم پر حملہ آور ہوتا ہے۔ زردہ رکھوناٹھ اور اُن پوزنا کے ساتھ ساتھ چلتے گئے۔“

دُسو اور اس کے سپاہیوں نے دیکھا کہ زردہ راجیوتوں سے کئی راجیوت بن گئے ہیں۔ سبھی رکھوناٹھ اور اُن پوزنا کی حفاظت کے لئے اُن کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر دُسو اور اُس کے سپاہی جان لے کر بھاگ گئے۔ رکھوناٹھ اور اُن پوزنا کو کچھ بھی پتہ نہ چلا کہ کیا معاملہ ہے۔ جب ریاست کی حد سے باہر نکل آئے تو راجیوتوں نے رکھوناٹھ سے کہا۔ اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہم اب جاتے ہیں ہمیں اور بھی کام ہیں۔“

رکھوناٹھ نے ان کو دھینہ یاد دیا۔ اور پر نام کیا۔ اور کہا۔ ”آپ کی کرپا سے ہماری جان بچ گئی ہے۔“ وہ دونوں راجیوت مسکراتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔ رکھوناٹھ یہ تو نہیں جان سکا کہ وہ دونوں کون تھے۔ مگر اس بات کا پختہ یقین تھا۔ کہ شری جگن ناتھ نے اس کی حفاظت کی ہے۔

کچھ دنوں کے بعد رکھوناٹھ اور اُن پوزنا پوری پہنچے بھگوان کا درشن کرتے ہی اُنکی ساری تھکاوٹ دور ہو گئی۔ اُتی با اُن پوزنا کو سیٹھ لگا دہرنے کچھ روپیہ بھی دیا تھا۔ اُس روپے سے شری جگن ناتھ جی کے مندر کے قریب ایک مکان خرید لیا گیا۔ دونوں جی تپنی آئندہ سے وہاں رہنے لگے۔ دونوں کا کام تھا۔ کرشن کہتا کرنا۔ کرشن کیرن کرنا۔ کرشن گن سنا کرشن کے پریم میں گن کرنا۔ کرشن کے نام پر فدا ہو کر ستوالوں کی مانند ناجنا اور انسو بہانا۔“

دیوہ دینے پڑے۔

# نمبر صحت

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ بڑھاپے کی تکلیفات سے متبرار ہیں۔ تو آج ہی رہنمبر صحت۔ منصفہ حکیم نند لال صاحب پوری حکیم مادتی سنگھ اگر پڑھیں اور اس میں نسلو سال تک تندرست و توانا رہنے کے قیمتی راز معلوم کر کے اُن پر عمل کرنا شروع کر دیں یقیناً آپ

بڑھاپے کی مصیبت سے بچ جائیں گے اور نسلو سال کی عمر میں بھی تندرستی کا لطف اٹھائیں گے۔ قیمت فی کتاب صرف پندرہ روپیہ لیکن ایک اہ کیلئے خاص رعایت یعنی صرف ایک روپیہ اٹھانے ۱/۵ کے علاوہ محصول ڈاک۔

صلتے کا پتہ۔ رسالہ اوم انجیری گیت دھلے



اشٹانات مارگ کی دو کاویلیں :- ان کے دس حصوں میں منقسم کیا ہے۔ (۱۱) خوردی۔ (۱۲) ہادی برختی کی تعلیم میں شک۔ (۱۳) فضول اور لالچنی رسومات مذہبی و سوشل۔ (۱۴) شہوت نفسانی میں مشغولیت۔ (۱۵) پست ہستی اور کوتاہ نظری (۱۶) حیات مستعار کی محبت (۱۷) عالم عقوبہ کی مفروضہ لذات اور زندگی کا عشق (۱۸) غرور اور خود بینی۔ (۱۹) کبر و نخوت اور دہم دین دار (۱۰) چہیں

کہتے ہیں۔ جب بھگوان بڑھ کو گیان ہوا۔ تو جو الفاظ زبان مبارک سے برآمد ہوئے وہ یہ تھے "جوہرم کرو، دھرم کا تھو چھو، گویہ دھرم کی زندگی چاہو۔" میکس مولر صاحب جو ایک ماسٹر سنسکرت انگریز ہوا ہے، کہتا ہے: "آج تک دنیا میں کوئی ایسا مذہب شائع نہیں ہوا جس میں انسانیت اور ہمدردی بڑھ مذہب کی سی پائی جاتی ہو۔" اس مذہب میں دیگر مذاہب کی عیوب جوئی مندرجہ ہیں۔ کہتے ہیں ہوتا بڑھ ناستک تھا، جو خود کو ہمیں بڑھ اوم کے مخالف اور دشمن تھے، ان کی تحریر اس بارہ میں قابلِ مذمت ہے۔ ہر شخص اپنے مذہب کے مخالف کو برا بھلا کہتا ہے۔ مومنین یورپ کی رلے کی قابیل یقین نہیں۔ کیوں کہ انہوں نے بھی اکثر سنسکرت کی کتابوں سے جو کہ برہمنوں کی تصنیف شدہ ہیں۔ یہ اخذ کر لیا ہوگا۔ قطع نظر چونکہ بھگوان بڑھ عاقل و کامل تھے۔ اگر انہوں نے برہمنوں کے مفروضہ خدا (جس کے واسطے قربانیاں اور طہارے جانے سکھ جاتے تھے) کی ہستی سے عقلی طریقہ انکار کر دیا ہو۔ تو وہ کسی صورت میں منکر الہی نہیں ہو سکتے، خدا کے غیر متغیر اور لازوال قوانین قدرت کی پابندی کرنا۔ قدرتی اصولوں کے موافق اپنے اخلاق اور چال چلن کو بنانا۔ اعلیٰ درجہ کی روحانی و جسمانی زندگی بسر کرنا۔ خدا کی ہستی میں یقین کرنا ہے۔ اور یہی بڑھ اوم ہے۔

# سرفانی

ادھر سے یارو اٹھاؤ دل کو کہ ہے یہ عالم سراسر فانی  
کہاں کی دولت کہاں کی حشمت کہاں کا راجہ کہاں کی رانی

کہاں کا تاج اور کہاں کا تفسر کہاں تخت اور کہاں کشور  
سنے گمانات جل کہاں تک کر گیا جنگ جہل کہاں تناسک  
گیا سکندر کہاں وودار ارا۔ نہ دنیا میں کوئی۔ کیا راجہ  
کہاں وہ خسرو اور تخت تریں کہاں مسند کہاں قالیں  
نہ زور مارو یہاں دکھاؤ نہ باتیں پڑھ پڑھ کے تم سناؤ  
بنائے ہو کیوں بڑی عمارت دکھائے ہو تم کبے امارت  
یہاں جو آیا اسے فنا ہے مر گیا اک دن نہیں بقاء ہے  
کہاں کا فخر کہاں کا گل اور کہاں کا ریا کہاں کا سنیل  
کہاں کا عارض کہاں کا عشوہ کہاں کی چشم اور کہاں کا شہرہ  
توں کو ناحق کہو نہ کا فر ظہور حق کا ہے اُن میں آخر  
وہ سستی کا مذاق لوٹے جو قید ہستی سے اپنی چھوٹے  
تیرا آب کا دل جو سب سے لوٹے ملے خدا سے ہے وہ گیانی



# بھگت منی داس

شری جگن ناتھ پوری میں منی داس نامی ایک مالی رہتا تھا۔ وہ بچوں کے بارہ سچ کر اپنا دواور اپنے کنبے کا گزارہ کیا کرتا تھا۔ لوگوں کی اتحاد میں وہ پڑھا لکھا نہیں تھا۔ مگر دراصل وہ سچی تعلیم کے زیور سے آراستہ تھا۔ سچی تعلیم کیا ہے۔ دین بھکشی کی خدمت کرنا اور باپ سے زور و کرشمہ شری ہری نام کا باپ کرنا۔ بھگوان کے مدد میں وہی بڑا ہے جو باپ کو چھوڑ کر بھگوان کی یاد میں مشغول رہتا ہے۔ جو اس دنیا کے ہر ذی روح کو پر بھوکا روپ مان کر اس کی خدمت کے لئے ہر ذلت طیار رہتا ہے۔ جب وہ دنیا کی نگاہ میں غریب۔ اور اذنی ہی کیوں نہ ہو۔ وہی ایشور کا سچا بھگت کہلانے کا حق دار ہے۔ منی داس اپنی تھوڑی سی کمائی کا ایک بہت بڑا حصہ غریبوں اور بھوکوں کی خدمت میں صرف کر دیتا۔ جو بچتا اس سے اپنا دواور اپنے کنبے کا پیٹ پالتا۔ اور اپنا من اور زبان دونوں بھگوان کے بھجن میں لگائے رکھتا۔ اور ہمیشہ خوش رہتا۔ بھگوان کی پسلا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں منی داس کی بیوی اور سب بیٹے ایک ایک کر کے مر گئے۔ منی داس اس موقع پر بکھرایا نہیں بلکہ اس نے وجہ اسے کام لیا۔ اور اسے بھگوان کا اشیر باد خیال کیا۔

"آپا! دیا لو پر بھوئے پڑی ہی کر پائی بیورت اور لڑکوں میں میرا من چھنسا رہتا تھا۔ شری ہری نے میرے کلیان کیلئے اپنی چتر کو بڑا پس لے لیا۔ ہے جاگیشور! آپ کی دیا کو دھنیہ ہے۔ مجھے آپ نے دنیا کی غلامی سے چھڑا لیا۔ میں آج تک خواہشات کا غلام تھا۔ سو میں چھنسا ہوا آپ کی سیدہ اسے غافل ہو رہا تھا۔ آج آپ کی کرپا سے مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ میرا فرض کیا ہے۔ پر بھو! آپ مجھے اشیر باد دیجئے جس سے کہ میں اپنی زندگی کے بقیہ ایم صرف اپنی سیلا اور آپ کے نام کیرن میں گزارا کیسے سندریں یہ بھاؤ! جو آدمی بیوی۔ بچوں۔ دھن دولت۔ جو بلیاں۔ مدرکان۔ شہرت وغیرہ کا ناقص ہوئے پر یہ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ پر بھوکا تھا۔ پر بھوئے ہی دیا تھا اور اب پر بھوئے داپس لے لیا ہے۔ میرے پاس تو یہ سب کچھ اس کی امانت تھی۔ دراصل وہی سچے بھگت ہیں۔

منی داس نے جو کچھ بھی ہوا تھا۔ اسے بھگوان کی مرضی سمجھ کر اپنے من کو اس کے بھجن میں لگا دیا۔ سدا دھوکا بھلیں بنایا اسٹیں پر بھگت بھجن میں مشغول رہنے لگا۔ صبح اٹھتا۔ شہستان کرتا۔ اور اس کے بعد شری جگن ناتھ جی کے مندر کے دروازے کے پاس جا کر کھڑا ہو جاتا۔ ہاتھ میں کھڑتالیں اور منہ میں شری ہری کا نام! جو اپنی مندر کا دروازہ کھلتا۔ وہ پر بھو کیرن شری کرتا۔ اور کیرن کرتا ہوا آگے بڑھتا۔ شری بھگوان کے چروں میں پر نام کرتا۔ پر بھو سے اس کی آنکھیں پھلک اٹھیں۔ گلا بھڑاتا اور وہ اس طرح بھاؤ تھا کرتا۔

تھے زمین دیال! آپ کی بلہاری! ناتھ اس طرح آپ کا دشمن کرتے کرتے میری مرنی ہو جائے۔ پر بھو! آپ میرے پرائوں کے پرائن ہیں۔ مجھے جیسے کونگاوں کے لئے آپ! داس ہیں پر بھو! آپ کے سوائے نہ تو کوئی میرا آواز نہ کوئی ہو سکتا ہے۔ مجھ مرادھار کے آدھار! آپ ہی ہیں۔ میں آپ کی ہی شرن میں ہوں! اس کے بعد منی داس پھر کیرن کرنے لگا۔ کھتا مست ہو کر اپنے کنبے۔ کنبی ہرستا کنبی اوتا۔ کنبی چپ ہو جاتا۔ اور کنبی بلکہ



آواز سے گاتا۔ کہیں "جے" "جے" کے نعرے لگاتا۔ کبھی پراگھٹنا کرتا۔ کبھی پرنام کرتا۔ اس کے کیرن کی فلک شکاف جھوٹی سے مندر کے ٹینگن دور دیوار گونج اٹھتے۔ وہ اسی طرح سے کمر تار متناجب جب جی چاہا مندر میں آ گیا۔ کیرن کرنے لگا۔ اور جب جی چاہا چلا گیا۔ اگر کسی نے پرشاد دیدیا تو کھالیا۔ نہیں تو بھوکا ہی پڑ گیا۔

شری جگن ناتھ جی کے مندر کے صحن میں ایک طرف ہر روز ٹیرالوں کی گھٹیا ہوتی تھی۔ ایک وودان پنڈت کھٹا کرتے تھے۔ اور ترناری سننے تھے۔ وہ کسی طرح کی شکیلیں بدل کر کھٹا کرتے تھے۔ مگر یہ سب کچھ مرنے پر بھی وہ پریمی نہیں تھے۔ ان کا دل؛ خشک تھا۔ ان میں بھگت پریم کی دھارا نہیں بہتی تھی۔ ایک دن کھٹا ہو رہی تھی۔ کہ پلن آواز سے "رام۔ کرشن۔" "رام کرشن" کہتا ہوا مہنی داس وہاں پہنچا۔ شری جگن ناتھ جی کے درشن کرتے ہوئے وہ حسب معمول دیوانوں کی مانند ناچنے لگا۔ ناچنا چڑا دہ کھٹا وایک کے سر پر پہنچا کھٹا وایک کو اس کی حرکات ایک آنکھ نہ بھائی۔ پھر کیا تھا۔ بہری بھگت مہنی داس کی تواضع گلوں اور گھونسلوں اور لالوں سے کی گئی۔ مگر وہاں ہوش ہی کسے تھا جب ہوش آئی تو بھگت مہنی داس مندر سے باہر نکلے۔ اپنے استھان پر واپس آئے بیوچا۔ اگر شری ہری کے سامنے کھٹا کہنے اور سننے والے دونوں ہی مجھے مار لے ہیں۔ تو پھر میں وہاں کیوں جاؤں۔ شاید شری ہری بھی جانتے ہوں۔" اُدھر کھٹا وایک پنڈت جی نے سچھ لیا کہ میں نے بڑا بھاری میدان جیت لیا ہے۔ جو میری سپہ سالاری میں بیسیوں آدمیوں نے ایک غریب پاگل کو بل کر مارا ہے۔ اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ بچھو کوری و دیا پر نہیں رنجھا کرتے۔ بلکہ وہ تو پریم کے بھوکے ہیں۔ جس ہر دے میں پریم ہوتا ہے۔ وہیں بھگوان کا تو اس ہوتا ہے۔

دن بیت گیا۔ شام ہو گئی۔ مندر میں شام کی آدنی ہوئی۔ بھگت مہنی داس وہاں نہیں گیا۔ آج وہ تمام دن بھوکا ہی رہا۔ مندر کی سپہا ختم ہو گئی۔ چند راہ بند ہو گیا۔ مندر کے بیٹ بھی بند ہو گئے۔

دلے پوری اپنے محل میں سوئے ہوئے ہیں۔ اچانک انہوں نے دیکھا کہ بھگوان شری جگن ناتھ جی پرگٹ ہو کر کہہ رہے ہیں۔ "راجہ۔ تو بڑا بے خبر سا رہتا ہے۔ سچھے یہ خبر نہیں کہ تیرے راجہ میں کیا ہو رہا ہے میرا پریمی بھگت مہنی داس مندر میں کھڑا نہیں بجاتا ہونا چاہتا ہے۔ اور مجھے آئندہ دیا کرتا ہے۔ میں نے آج اس کا آئندہ کیرن نہیں سنا۔ لہذا میرا آئندہ بھی آج پھیکا سا ہو رہا ہے میرا بھگت مہنی داس مندر کے باہر اپنے استھان میں بھوکا پیا سا پڑا ہے۔ تو وہاں جا اور دیکھ۔ نیز آئندہ میرے مندر میں کوئی بھی کھٹا وایک نہ آتا کہ اسے کھٹا شری بخشمی جی کے مندر میں ہو۔ میرے مندر میں میرے پریمی بھگتوں کا کیرن ہی ہو۔"

اپنے استھان میں پڑے ہوئے مہنی داس نے محسوس کیا کہ پریم جو اس کے سر پر ہاتھ پھر رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں۔ بیٹا مہنی داس! آج کھوکے کیوں رہے ہو۔ بیٹا مہناری وجہ سے میں بھی آج بھوکا ہی رہا ہوں۔ اٹھو؛ بھوج کرو؛ جو مہنی داس نے انھیں کھولیں۔ دیکھا کہ بھوجن کا کھٹاں سامنے رکھا ہوا ہے۔

ابہر جب راجہ میدان ہوا۔ تو اس نے سوچا کہ یہ کیسا خواب تھا۔ کیا یہ واقعی شری جگن ناتھ جی نے مجھے درشن دیئے تھے۔ اس معاملہ کا سرانجام ضرور لگانا چاہیے۔ اور اس گھٹی کو ابھی سلجھنا چاہیے۔ راجہ نے اسی وقت کھڑا منگوایا۔ اُس پر سوار ہو کر مندر کی طرف چلا۔ مندر کے سامنے ہی مہنی داس کا استھان تھا۔ مہنی داس وہاں پڑا ہوا تھا۔ راجہ نے اس سے مندر میں چلے کیلئے کہا۔ بھگت دیالو ہوتے ہیں۔ لہذا وہ راجہ کے ساتھ ہو لیا۔ راجہ اسے مندر میں لے گیا۔ مہنی داس کو مندر میں لے جا کر راجہ نے اسے پیا لباس پہنایا۔ اُدو کہا۔ "مہنی داس! تو دھتیر ہے۔ وہ ادنی ذات کس کام کی جس میں بھگوان کا پریم نہیں تیرے مانا تا دھتیر ہیں۔ تو اب میرے سامنے کھڑا نہیں بجا کر کیرن کر اور نرت کر۔ تیرے کیرن سے پریم کو بھی آئندہ ہوگا۔ اور میں کانوں کے



ذریعہ تیرا کیرتن سن کر اور آنکھوں سے دیکھ کر اپنے تئیں گرتا رہتا سمجھوں گا۔

سنی داس نے کیرتن شروع کیا۔ اور آئندہ میں مگن ہو کر ناپائے دگا۔  
راجہ کے حکم سے پنڈت جی کو اسی دن سے شری مگن ناتھ جی کے مندر میں کھانا بند کرنی پڑی۔ راجہ کے حکم کے مطابق  
کھانا شری لکشمی جی کے مندر میں ہونے لگی۔ اور آج تک بدستور وہاں ہی ہو رہی ہے۔ مندر کا صحن کھجور تھکوتوں کے لئے مخصوص  
کر دیا گیا۔

جھک سنی داس جی زندگی بھر وہیں کیرتن کرتے رہے۔ اور شر دھالوؤں کو امرت اس پلاتے رہے۔ بولوبھگتوں  
اور اُن کے بھگوان کی جے۔ ۱۔  
”دوم شرم“

”دوم شرم“

## ارمان دیو

از شریمان دیو راج جی مندر۔ افریقہ

یقیناً مانتے سب ہیں تجھے حاضر بھی ناظر بھی ۵ بھلا کلب کو یہ پھر سجد و مندر شوالے ہیں  
کریں دعویٰ فقیری کا پلے ناز و نعم سے ہیں ۶ یہ عاشق کو لسنی بستی کے یارِ بے منے والے ہیں  
اگر ہے جستجو اسکی تو ہو جان غرق الفت میں ۷ فنا ہو کر ملے گا کچھ ہی ہم کہنے والے ہیں  
جو انان وطن پر کچھ چڑھا ہے رنگ بے ہندو گایا ۸ نہ ہندو ہیں نہ مسلم ہیں نہ کالے ہیں  
کوئی زربفت پہنے ہے ترستا کوئی کارھے کو ۹ عجب ہے شان بھگون کی پھیل سکے نالے ہیں  
ہیں کچھ زیب دیتا ہے تر اپڑے یس یوں رہنا ۱۰ یہ رستے تیری گلیوں کے تو ہم نے دیکھے بھالے ہیں  
وصال یا دیو اب یا ختم ہو دستاں اپنی ۱۱ یہی ارمان ہے دل میں یہی فریاد و نالے ہیں  
لگانے دو لگاتے ہیں ستم ریزی کے وہ چرکے ۱۲ تر ہم اسستاں دیو کیوں اب ہٹنے والے ہیں

یہ رسالہ ماہ جنوری اور فروری ۱۹۶۱ء دو ماہ کا تصور کیا گیا ہے۔  
ماہ فروری کا کوئی علیحدہ پرچہ شائع نہ ہو گا! اگرچہ ہم مارچ ۱۹۶۱ء کو شائع ہو گا۔

”نیراوم“

”دوم شرم“



# سنت گوکرن!

زمانہ گذشتہ میں جنوبی ہند کی تنگ بھدرامدی کے کنارے پر ایک خوبصورت شہر آباد تھا۔ وہاں آتم دیونامی ایک نیک عین عالم اور دولت مند برہمن رہتا تھا۔ اسکی بیوی کا نام رھموی تھا۔ وہ بڑی بارشراج اور فتنہ پرواز تھی۔ اس صاحب اقبال برہمن کو ہر طرح کی راحتیں میسر ہوتے ہوئے بھی اولاد سے محروم ہونے کا صدمہ جاڑکاہ بھرت کھائے جارہا تھا۔ انہوں نے حصول اولاد کی خاطر بہت سے یکبہ کئے۔ مگر تمام کے تمام بے سود ثابت ہوئے ایک دن اسی غم و الم میں برہمن گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اور جنگل میں جا کر ایک نالاب کے کنارے بیٹھ گیا۔ وہاں اسے ایک سنبھاسی ہاتھ لکھی ہوئی مقدس کی تحریر پڑھ کر کہا۔ کہ اسے برہمن ہوتا ہے پر بارہد میں سات جم تک سنتان کا یوگ نہیں ہے۔ لہذا تمہیں اولاد کی فکر چھوڑ کر مکتوبات میں من لگانا چاہیے۔ لیکن برہمن کو جہاں کے الفاظ سے تسلی نہ ہوئی۔ وہ بولا۔ ہمارا ج جھے آپکا آپدیش درکار نہیں ہے۔ مجھے تو سنتان دیجئے۔ ورنہ میں ابھی آپ کے سامنے جان دیئے دیتا ہوں۔

برہمن کی اس صدمہ کو دیکھ کر جہاں نے ارشاد کیا۔ کہ تمہارا یہ اصرار درست نہیں ہے۔ بدھاتا کے لیکر (نوشہ تقدیر) کے خلاف اگر تمہیں قریب حاصل ہو جائے تو اس سے تمہیں راحت نہیں ملے گی۔ لیکن اگر تم بھر بھی اپنی صدمہ بر قائم ہو تو یہ بھیل لے جاؤ۔ اسے تم گھر لے جا کر خود بھی کھا لو۔ اور بیوی کو بھی کھلا دو۔ ایسا کرنے سے تمہارے ہاں بیٹیا پیدا ہوگا لیکن تمہاری بیوی کو چاہئے کہ وہ بیٹیا پیدا ہونے کے وقت تک بالکل پاکیزہ رہے۔ سچ بولے۔ دان کرے۔ اور صرف ایک وقت بھات کھا کر زندگی بسر کرے۔ اس سے نہیں ابھی اولاد حاصل ہوگی۔ یہ کہہ کر برہمن کو ایک بھیل دیا۔ اس نے لے جا کر اپنی بیوی کو دے دیا اس نے سوچا کہ بھیل کھانے سے مجھے مقررہ فائدہ کا پابند رہنا پڑے گا۔ اور میں جو بھیل بھی تکلیف ہوگی۔ پھر بیٹیا پیدا ہوئے پر اس کی بددوس و غیرہ۔۔۔۔۔ میں اپنی جان کو عذاب میں ڈالنا پڑے گا۔ اس سے تو بانجھ رہنا ہی اچھا ہے۔ یہ سوچ کر اس نے وہ بھیل اپنی گائے کو کھلا دیا۔ اور خاندان سے بھوٹ موٹ کہہ دیا کہ میں نے بھیل کھا لیا ہے۔

ابھی ایام ہیں اس کی بھوٹی بہن گر بھوٹی ہوئی۔ دھندولی نے اس کے ساتھ یہ طے کر لیا۔ کہ جو اولاد اس کے ہاں پیدا ہوگی اسے لاکر وہ دھندولی کو دے دیگی۔ وقت آنے پر دھندولی کی بہن کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اور اس نے حسب وعدہ اسے دھندولی کے آگے حاضر کیا۔ اور لوگوں میں یہ مشہور کر دیا گیا۔ کہ دھندولی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اس لڑکے کا نام دھندو کار رکھا گیا۔

تین سال کے بعد گائے نے بھی ایک بچہ جنا۔ جس کے تمام اعضاء انسان کے سے تھے لیکن صرف کان گائے کے سے تھے۔ اسی لئے اس کا نام گوکرن رکھا گیا۔

گوکرن دیکھنے میں بڑے خوبصورت۔ پرمیلا اور دلنش مند تھے جھوٹی بی عمر میں بڑے دودوان اور گلیانی ہو گئے۔ ایزہر دھندو کار بڑا باصورت۔ بد اخلاق۔ بغض و رچور۔ سفاک اور زندی باز نکلا۔ وہ ماں باپ کو بھی بہت ستانے لگا۔



ایران کا تمام زرو مال چھپا کر بازاری عورتوں کو دے آتا۔ تم دیو اسکے طرز عمل سے بہت ہی کبھی فاطر ہو کر گریہ ازی کرنے لگے۔ تب گوکرن نے انہیں سمجھایا اور گیان کا اپدیش دیا۔ بیٹے کے اپدیش سے متاثر ہو کر برہمن دیوتا گھر سے نکل پڑا۔ اور دن میں جا کر ہری کیرتن کرتے ہوئے اس نے اپنا شری تیاگ دیا۔

بتا کے چلے جانے پر دھند کاری نے ان کا تمام زرو مال بر باد کر دیا۔ وہ اپنی ماما کو بہت ستانے لگا۔ جس سے دھکی ہو کر اس نے گنوئیں میں گر کر اپنی جان دیدی۔ گوکرن نے بھی اب گھر میں رہنا مناسب نہ سمجھا اور وہ تیرتھ یا ترا کے لئے وہاں سے چل دیا۔ اسے ماں کی موت۔ باپ کی جلا وطنی اور گھر کی برادری کا ذرا بھی افسوس نہ ہوا۔ کیونکہ ان کو گیان ہو چکا تھا۔ ان کی نظریں نہ کوئی دشمن تھا۔ اور نہ کوئی دوست۔ اور دھند و پتہ کی بازاری عورتوں کو لے کر اراڑی سے گھر میں ہی رہنے لگا۔ ایک دن بازاری عورتوں نے بڑی بے رحمی سے اسے مار ڈالا۔ اور اس کی لاش کو ایک گڑھے میں ڈال دیا۔ دھند و کاری ایسے بد اعمالیوں کی وجہ سے پریش کے قابل میں آ گیا۔ اور ادھر ادھر بھٹکتا ہوا بہت کلیش پاتے لگا۔

گوکرن نے جب اس کی موت کا حال سنا۔ تو گیاجی جا کر وہاں اس کا شرا دھ کیا اور جس جس تیرتھ پر گئے بڑی شرا دھ سے اس کا پٹن دان کیا۔ گوکرن تیرتھ یا ترا کر کے واپس لوٹ آئے۔ جب وہ گھر میں جا کر سونے لگے تو بھت بنا ہوا دھند و کاری وہاں طرح طرح کی شرا دھیں کرنے لگا۔ گوکرن نے دیکھا یہ ضرور کوئی پریت ہے اور جو صلہ سے اس سے دریافت کیا۔ کہ تو کون ہے؟ اور یہی یہ حالت کس طرح سے ہوئی۔ یہ سن کر دھند و کاری بڑے اور سے رو لگا۔ اور کوشش کرنے پر بھی کچھ نہ بول سکا۔ تب گوکرن نے اپنی انجلی میں جل لیکر گائیتری منتر پڑھا اور جل کو پریت کے ادھر بھٹک دیا۔ جس سے وہ گن ہوں سے پاک ہو کر بولنے لگا۔ اس نے بڑے دردناک پیرائے میں اپنی سادی آپ بیتی کہنے سنائی اور پریت جونی سے رہائی پانے کی تدبیر پوچھی۔

گوکرن نے سوچا کہ جب اس کی مٹی گیا شرا دھ سے بھی نہیں ہوئی تب اس کے لئے خاص ایائے سوچنا پڑے گا۔ معمولی تدبیر سے کام نہیں چلے گا۔ انہوں نے پریت سے کہا اس وقت تم جاؤ۔ مہتارے لئے کوئی نہ کوئی ایائے سوچیں گے۔ زرو موت۔ دوسرے دن گوکرن نے کئی دودھان بونگیوں اور خدا شناسوں سے اس بارے میں دریافت کیا۔ سب نے یہ رائے دی کہ جھگوان سورہہ نرائن سے اس کے متعلق پوچھ کر ایائے کیا جائے گوکرن نے سسکے سامنے اسی وقت شرو کے زور سے جھگوان سورہہ دیوی رفتار کو روک کر ان کی حمد و ثنا کی اور ان سے اس معاملہ کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ سورہہ دیو نے صاف الفاظ میں یوں کہا۔

کہ اس کی شری بھاکوت سے ملتی ہو سکتی ہے۔ اس کا سات دن میں پاٹھ کرو۔ یہ سن کر گوکرن شری بھاکوت کے مطالعہ میں مصروف ہوئے۔ گوکرن کے ذریعے شری بھاکوت کے پاٹھ کا سماچار سن کر اس پاس کے دیہات کے سب لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ جس وقت وہ پاس آئے گوکرن نے کچھ کہنی شروع کی۔ اس وقت دھند و کاری پرست بھی کچھ مندپ میں آیا۔ اور بیٹھنے کے لئے ادھر ادھر جگہ ڈھونڈھنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ وہاں سات گانٹھ والا ایک اونچا سا بانس کھڑ ہے۔ وہ دایو (دھوا) روپ ہو کر اس کی جڑ کے ایک سوراخ میں گھس کر بیٹھ گیا۔

جہنی شام ہوئی اور پہلے دن کی کچھ ختم ہوئی۔ لوگوں نے دیکھا کہ بانس کی ایک گانٹھ بڑی کڑکڑاہٹ کر کے ٹوٹ گئی۔ حتیٰ کہ سات کچھائوں کے اختتام پر بانس کی ساتوں گانٹھیں ٹوٹ گئیں۔ وہ دھند و کاری پریت جون کو تیاگ کر اٹھو بیہ میں منتقل ہو گیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ اس کے گلے میں تپسی کی مالا بڑی ہوئی ہے۔ ماتھے پر نکٹ براجمان ہے۔ کانوں میں



گندل شو بھاوے رہے ہیں۔ شام رنگ ہے۔ اور تیسرا (زرد رنگ کی پوشاک) پہنے ہوئے ہے۔ وہ گنوکرن کے سامنے آکر ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ بھائی گنوکرن آپ نے مجھ پر بڑی دیا کی ہے۔ جو کہ مجھے اس جونی سے بھر کر سندر روپ دلایا۔ اب میں بھگوان کے پریم دھام کو سدھار رہا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ سب لوگوں کے دیکھتے ہی دیکھتے یوان پر بیٹھ گیا۔ اور بھگوان دشمنو کے پریم دھام کو چلا گیا۔

ساون کے ہینہ میں گنوکرن نے پھر اسی طرح کی کھانسی کھانسی کے اشتہام پر بھگوان جنات خود اپنے پارکھروں یعنی امصا جان خاص، سمیت کئی یوانوں کو ساتھ لیکر وہاں نمودار ہوئے۔ اور سب جے کاروں کے نعروں سے آسمان گونج اٹھا۔ بھگوان نے خود اپنا یانچ سروں والا تشکھ بچایا۔ اور گنوکرن کو چھاتی سے لگا کر اپنا چتر بچھ روٹھا فرمایا۔ دیکھتے ہی دیکھتے منڈپ میں مقیم صاحبین بھی دشمنو روپ ہو گئے۔ اور اس گاؤں کے اور بھی تمام لوگ جہان گنوکرن کی جہانی سے یوانوں پر بیٹھ کر دشمنو لوگ کو خیلے گئے۔ بھگت پتسل بھگوان بھی اپنے بھگت کو ساتھ لیکر اپنے لوگ کو چلے گئے۔ اس طرح اس پریم سنت نے اپنی ریاضت کے زور سے گاؤں بھر کا بیڑا پار کر دیا۔

بلو بھگت اور ان کے بھگوان کی جے۔

## جر بھرت!

زمانہ گذشتہ میں بھرت نامی ایک عظیم الشان اور الشور بھگت راجہ ہو گزرے ہیں جن کے نام سے یہ لیش بھارت ویش کہلاتا ہے۔ آخری وقت میں ان کا دھیان ایک ہرن کی طرف ہو جانے کے باعث انہیں مرنے کے بعد ہرن کے قباب میں آنا پڑا۔ اور ہرن کا قالب چھوٹنے کے بعد وہ ایک اعلیٰ برہمن خاندان میں جر بھرت کے روپ میں آئے۔

جر بھرت کے پتا انگرس گوتر کے وید پابھی برہمن تھے۔ اور بہت نیک چلن اور اتم گمانی تھے۔ وہ قناعت مضبوط اس۔ پاکیزہ نفس۔ علم دانگسا رو غیر ادھاف سے موصوف تھے۔ اور ریاضت سجاوت اور بھجن بندگی میں محو رہتے تھے۔ بھگوان کی کرپاوشی سے جر بھرت کو اپنے پچھلے جنم کا سب حال یاد تھا۔ لہذا اس خوف سے کہ کہیں وہ دوبارہ مودھ جال میں نہ پھنس جائے۔ وہ ہر قسم کی صحبتوں سے الگ تھلاک گوشہ تنہائی میں رہنا ہی پسند کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی شکل و صورت جان بوجھ کر ایک بے حس و حرکت پتھر یا یوں کہئے۔ کہ اندھے اور بہرے کی مانند بنائی اور اسی بہت کدائی میں جلوہ گر ہو کر وہ ادھر ادھر گھومنے لگے۔ شاہسروں کے احکام کے مطابق وقت مقررہ پر ان کے باپ نے ان کا بیجو پویت سندسکار کرایا۔ اور انہیں پاک و صاف رہنے کی تلقین کرنے لگے۔ لیکن وہ خود پسند لڑکا جان بوجھ کر باپ کی ہدایت کے خلاف چلتا تھا۔ برہمن نے انہیں ویدوں کا مطالعہ کرنے کے خیال سے پہلے جارامہ تک چند سیدھے سادھے تشکو کوں کا ابھاس کرایا۔ لیکن استدر طویل عرصہ میں وہ انہیں سر ملی آواز وغیرہ کے ساتھ گائتری منتر کا اچارن بھی ٹھیک طرح سے نہ سیکھا سکے۔ کچھ عرصہ بعد جر بھرت کے باپ اپنے بیٹے کو عالم دیکھنے کی امید کو دل ہی میں رکھے ہوئے اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ اور ان کی ماں بھی کچھ عرصہ کے بعد انہیں اور اپنی بہن کو انکی سوتیلی ماں کے بیڑہ کو کر کے اپنے ٹاک بقا ہو گئی۔



باب کی وفات کے بعد ان کے سونیلے بھائیوں نے جن کی توجہ آتم ودیا کی طرف مطلق نہ تھی۔ اور جو کرم کا نڈ کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے۔ انہیں ایک بے جان بُت کی طرح بلکھا سمجھ کر انہیں شر مڑھیں اور احمق وغیرہ کے ناموں سے بھارتے تو یہ بھی انہیں احمقانہ اور اول خلیل سنا جواب دے دیتے۔ لوگ انہیں جو کوئی بھی کام کرنے کے لئے کہتے تو یہ اس سے نفی الفور کر دیتے۔ کبھی بریگا رپر اور کبھی مزدوری میں کسی وقت بھی کام نہ کیا کرتا اور کبھی کبھی کبیر کوئی جدو جہد کرنے کے ہی جو کچھ برا بھلا کھانا انہیں مل جاتا اسی سے ہی وہ اپنا گزارہ کر لیتے تھے۔

وہ ذالائقہ کے خیال سے یا اپنے حواس کو مطمئن کرنے کی خاطر کچھ نہ کھاتے تھے بلکہ محض زندگی کو برقرار رکھنے کیلئے سیدھا سادہ سی خوراک پیٹ میں ڈال لیا کرتے تھے۔ اور کسی قسم کا تکلف یا بناؤ سنگار کرنے کا انہیں تو بھول کر بھی خیال نہ آتا تھا۔ کیونکہ وہ اس ام کو بخوبی جانتے تھے کہ قائم بالذات۔ آئندہ سربہ آتما میں خود ہی ہوں اور عزت۔ بے عزتی، فتح شکست وغیرہ متضاد حالتوں سے پیدا ہونے والے رنج و راحت وغیرہ سے وہ ہر طرح متبرکتھے۔ سہمی گری۔ آئندہ ہی۔ اور برسات میں بھی جو ان کی طرح ہمیشہ برہنہ بدن رہتے تھے۔ اس سے ان کا جسم طاقت ور اور مضبوط ہو گیا تھا۔ وہ زمین پر سوا کرتے تھے جسم پر کبھی تیل وغیرہ نہیں لگاتے تھے۔ اور اشتان بھی نہیں کرتے تھے جس سے ان کے بدن پر بھول چم لگی تھی۔ اور ان کے اس میلے کچیلے بھیس کے اندر ان کا برہم تیج (جلال ایزدی) اس طرح چھپ گیا تھا۔ جیسے کہ ہیرے پرستی لم جانے سے اس کا چوہر نمایاں نہیں ہوتا۔

وہ کمر میں ایک میلہ سا کپڑا لپیٹے رہتے۔ اور بدن پر ایک میلہ سا جھنڈا لے رہتے جس سے لوگ انہیں ایک ادنیٰ درجہ کا برہمن سمجھ کر ان کی بے حرمتی کرتے۔ لیکن یہ کچھ بھی پروا نہ کرتے تھے۔ ان کے بھائیوں نے جب دیکھا کہ وہ دوسروں کے ہاں مزدوری کر کے پیٹ پالتے ہیں۔ تو انہوں نے لوگ لالچ کا احساس کرتے ہوئے انہیں وہاں کے بھیت میں کیا ریاں درست کرنے پر لگا دیا۔ لیکن کہاں مٹی وغیرہ زیادہ ڈالنی چاہئے اور کہاں کم۔ ان باتوں کا انہیں کوئی خیال نہیں رہتا تھا۔ اور بھائیوں کے عطا کردہ خیال۔ بھل کی بھڑکی۔ بھٹے ہوئے اُڑد اور برتن میں لگی ہوئی کھڑکی کی کھڑکی وغیرہ کو وہ بڑے شوق سے کھاتے۔ ایک دن کسی لیڈروں کے سہارے او لاد کی فوجش سے دیوی بھدر کا ملی کو نر ملی (انسان کی قربانی) دینے کا ارادہ کیا۔ اس نے اس کام کے لئے کسی آدمی کو کیرنگلوایا۔ لیکن وہ موت کے خوف سے ان کے چنگل سے جھوٹ کر بھاگ گیا۔ اس کی تلاش میں اس کے ساتھیوں نے بڑی دودھ دھوپ کی۔ لیکن اندھیری رات میں اس کا بھیس پتہ نہ چلا۔ اتفاق سے ان کی نگاہ جڑ بھرت پر جا پڑی جو ایک سینڈ پکڑے ہو کر ہرن سو وغیرہ جانوروں سے بھیت کی رکھوالی کر رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر ان لوگوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ پس وہ یہ سمجھ کر کہ یہ انسان نما حیوان ایک اعلیٰ قسم کی قربانی کا کام دے سکتا ہے۔ لہذا اسے دیوی کے آگے بھجیٹ چڑبانے سے ہمارے مالک کا مقصد ضرور پورا ہو گا۔ انہیں کسی سے باز نہ کر مندیں لے گئے۔

انہوں نے حسب قاعدہ اسے اشتان کر کے کیرے پہنائے۔ اور زیورات بھولوں کے بار اور تالک وغیرہ سے مزین کر کے بھوجن کرایا۔ اور پھر ان کا ایک بڑا شاندار جھوس نکال کر گاتے بجاتے ہوئے انہیں دیوی کے در پر لا بٹھایا۔ بعد ازاں ہرن نے دیوی کو اور منترؤں کے ذریعہ سے بلائے ہوئے آسمانی دیوتاؤں کو انسانی خون سے سیر و شکم بنانے کے لئے اپنا خمر۔۔۔۔۔ میان سے باہر نکالا۔ اور جاتا تھا کہ ایک ہی داریں۔۔۔۔۔ جڑ بھرت جی کا سترن سے جھا کر دیوے۔ کہ بیکار کیا دیکھتا ہے۔ کہ مورتی کے منہ سے ایک خوفناک آواز نکلی اور دیوی بھدر کا ملی نے مورتی میں سے ساکشات پرگٹ ہو کر اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ اور اسی سے ان سفاکوں کے سر کاٹ ڈالے۔

ایک دن کی بات ہے۔ کہ راہو کن نامی ایک لاجہ جو کہ ساحل سمندر پر کے چند علاقوں پر حکمران تھا علم معرفت کی تعلیم



حاصل کرنے کے لئے کپس مینی کے آئینہ کی طرف جا رہا تھا۔ اکشومتی زری کے کنارے پر پالکی اٹھانے والے کہاڑوں میں سے ایک کہاڑہ کی کمی ہو گئی۔ اتفاق سے وہاں مہاتما جڑ بھرت آہنچے کہاڑوں نے اسے ہٹا کر لٹو جوان اور کھیلے جسم والا دیکھ کر اور پالکی اٹھانے کے لئے بہت ہی موزوں سمجھ کر انہیں زبردستی پکڑ لیا۔ اور اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ پالکی کا پارہ کھٹام کر جب یہ روانہ ہوئے تو اس خیال سے کہ راستے میں چلتے ہوئے چوٹیاں اور کپڑے بکڑے وغیرہ پادوں تلے پکڑے نہ جائیں۔ انہوں نے بڑے احتیاط سے دیکھتے بھاگتے ہوئے پھینک پھینک کر قدم رکھنے شروع کر دیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انکی رفتار اپنے ساتھیوں کی نسبت بڑھ گئی اور پالکی ٹیڑھی ٹیڑھی چلنے لگی۔ یہ حالت دیکھ کر راجہ کو پالکی برداروں پر بڑا غصہ آیا۔ اور وہ انہیں ڈانٹنے لگا۔ اس پر وہ بولے کہ کیا دھان ہم تو بالکل بھیجاک طرح سے چل رہے ہیں لیکن یہ نیا آدمی ہمارے ہر مقدمہ صحیح طور پر نہیں چل رہا ہے۔

یہ سن کر راجہ راہوگن ایک نہایت ہی متحمل مزاج انسان ہونے کے باوجود غضبناک ہو گیا۔ اور جڑ بھگت کی ہیبت کی بنا پر دیکھ کر انہیں بہت کچھ برا بھلا کہنے لگا۔ جڑ بھرت جی اس کی زبان درازی کو نہایت تحمل اور بردباری سے سنتے رہے۔ اور آخر کار انہوں نے اس کے الفاظ کا ایک ایک بہت ہی مقبول اور خوبصورت جواب دیا۔ راجہ راہوگن بھی اگلے درجہ کی عقیدت مند کی وصف سے بہرہ ور ہونے کی وجہ سے علم حقیقی جاننے کا مستحق تھا۔

جب اس نے ایک اعلیٰ پایہ کی معرفت تقریر ایک پالکی بردار کی زبان سے جو کہ لفظ پر ایک وحشی سا انسان دکھائی دیتا تھا سنی تو اسے یقین ہو گیا کہ سو نہ ہو یہ کوئی مہا پرش ہے۔ جو کہ گنواروں کا سا بھیس بنا ہے ہوئے ہے۔ لہذا وہ غرور اور نخوت کو خیر باد کہہ کر پالکی سے نیچے اتر پڑا۔ اور مجرہ انکسار کے ساتھ ان کے قدموں پر گر کر لگا کر گراڈ کرنے اور سمانی مانگنے۔ یہ سب جڑ بھرت جی نے راجہ کو روک روک کر ہانپتے کا شاندار ادا کر دیا۔ جسے سن کر راجہ ان کا نہایت ہی ممنون و احسان مند ہوا۔ اپنے آپ کو بڑا ہی خوش قسمت تصور کرنے لگا۔

# بوٹوں کی جان اور شان

## بلی بوٹ پاش

### روزانہ لاکھوں استعمال کرتے ہیں







ننگال میں دریا نے گڑگا کے کنارے جگت نارائن داس جی رہتے تھے۔ امیر آدمی تھے جھگوان کی دیر سے سب کچھ موجود تھا۔ مگر جگت ہرنے کی وجہ سے ان میں دولت کا غور نام کو نہ تھا۔ بڑے ہی نیک دل تھے اور سادگی بھی ان میں بہت تھی۔ ہر ایک کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہتا۔ نیز غریب اور محتاج کو فراہمی کے ساتھ خیرات دینا یہ ان کے اوصاف تھے۔ ان کا گھر شرم کے سامان سے بھر پڑا تھا۔ مگر ان کو کسی شے سے رغبت نہ تھی۔ وہ سب کچھ بھگوان کا ہی سمجھتے تھے۔ اور ان کی جگت میں ہی سرشار رہتے تھے۔ نارائن داس جی کی پتی مالتی بھی اسی پریم رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔

جگت نارائن داس کے اندر تو ویراگ تھا۔ عمر بھی بڑھ چلی رہی تھی۔ لہذا وہ مدت سے یسویج رہے تھے کہ اس دنیا کے بھندوں کو چھوڑ کر کسی تیرتھ آستان پر چل کر وہاں کی ہی راہنیش اختیار کریں۔ آخر کار انہوں نے یہ فیصلہ کیا۔ اپنے بقیہ ایام زندگی مریدا پر شوکم جھگوان رام چندر جی کی جنم بھوجی شری اجد دھیاجی میں چل کر گذاریں۔ اکیسے ہی جانا چاہتا تھا مگر پتی برناما لیتی تھی اصرار پر اسے بھی ساتھ لے لیا۔ گھر کا ضروری سامان چار بیلوں پر لاد کر آپ شری اجد دھیاجی کے لئے روانہ ہوئے۔ ملازمین میں سے کئی ایک تے ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کی مگر آپ نے کسی کو بھی ساتھ نہیں لیا۔ پتی پتی شری رام نام کی ترن کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ راستے میں جو دھرم مشالیں آتی ہیں۔ وہاں پھر جلتے ہیں۔ اسی طرح ملے جلتے جلتے وہ شری جیتر کوٹ میں پہنچے۔

کئی دن تک وہاں ہی قیام کیا۔ سادھو مہاتماؤں کے درشن کئے۔ اور ان کے منور اراشیوں سے کراتا دھم جوئے۔ مدت منگ۔ سادھو سینوا بھجن کی ترن اور دال بن وغیرہ کرنے کے بعد انہوں نے اجد دھیاجی جانے کا فیصلہ کیا۔ پتی پتی دونوں کے خیالات نہایت ہی پاکیزہ تھے جب وہ مریدا پر شوکم جھگوان ان شری رام چندر جی کے بن ہاں کے حالات سننے اور ان کی ان میں اٹھائی ہوئی مصیبتوں کا نقشہ ان کی آنکھوں کے سامنے بھرتا۔ تو ان کی آنکھوں سے پریم کے آنسو بہنے لگتے جب وہ جیتر کوٹ سے اجد دھیاجی چلے تو انہوں نے سوچا کہ پریم جھگوان میں جھسکتے پھرتے تھے۔ اور طرح طرح کی تکلیفیں انہوں نے برداشت کیں۔ لہذا انہیں بھی بجائے میدان سے اور صاف راستے کے جنگل کے راستے سے اجد دھیاجی لے جانا چاہئے۔

یسویجک انہوں نے سیدھا اور صحیح راستہ چھوڑ دیا۔ اور ہاڑی اور نامہوار راستے سے سو کر چلنے لگے کہیں کنک کہیں کانٹے۔ کہیں چڑیاں۔ کہیں کھائی۔ کہیں جنگلی جانوروں کی حبیب گرج اور کہیں تو پاؤں ٹپا ہی غائب۔ اگر راستہ بڑا دشوار تھا مگر جگت نارائن داس جی بھگوان کی لیلانوں کو یاد کرتے ہوئے بڑے مزے سے آگے بڑھے جیسے تیار رہے ہیں۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ راستہ کونسا صحیح ہے۔ چلتے چلتے ایک دن صبح کے وقت وہ بھیل ڈاکوؤں کے ایک گانوں میں جا پہنچے۔ وہ بھیلوں



سے راستہ دریافت کرنے کے متعلق سوچ ہی رہے تھے۔ کہ کچھ بھیلوں کا گروہ اُن کے پاس آگیا بھیل آپس میں یہ مشورہ کر کے آئے تھے۔ کہ بھگت نارائن داس جی کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا جاوے۔ اُن میں سے ایک بھیل نے اُن سے کہا۔ بھائی! تم اس جنگل میں کہاں سے آئے ہو۔ اگر ہمارے لائق کوئی کارآمد مت ہو تو کہو۔  
 ہر ایک میں نارائن داس جی دیکھنے والے نارائن داس جی نے بھیل کی بات سن کر خوش ہو کر کہا۔ ”آپ کی ہمدردی کیلئے شکریہ بہم شری رام چندر جی مہاراج کے درشن کے لئے آجودھیا جا رہے ہیں۔“  
 بھیل نے اپنے دل کی بات چھڑا کر کہا۔ ”تو پھر تم ایسے ٹھکنے جنگل میں کیسے آہو پونچے۔ اچھا ہوا ہم مل گئے۔ ہم بھی شری آجودھیا ناٹھ جی کے درشن کرنے کے لئے شری آجودھیا جی ہی جا رہے ہیں۔“  
 بھگت یہ تو بڑا اچھا ہوا کہ تم ہمیں مل گئے۔ جلد سب مل کر اس ہری کی نگر کی طرف۔“  
 سب اکٹھے چلتے چلتے ایک ٹھکنے جنگل میں پہنچے۔ ڈاکوؤں کے لئے یہ جگہ موزوں تھی۔ انہوں نے بھگت نارائن داس جی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں ایک گڑھے میں ڈال دیا۔ اوپر سے بہت سے وزنی پتھر ان پر ڈال کر کہا۔ لو اب یہاں پڑے پڑے رام چندر کے درشن کرو۔“

بھگت نارائن داس جی سخت زخمی ہو گئے۔ بلنے بھینے کی طاقت بھی بدن میں نہ رہی۔ اسی حالت میں ٹپے ٹپے انہوں نے شری ہری سے اس طرح سے پیرا تھا کیا۔ ”جانکی ناٹھ! تمہیں بار بار مندر کا رہے۔ تم ہر جگہ موجود ہو بھگت گھٹ باسی ہو۔ کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں تم موجود نہیں بنسار کے اندر بارہا ہوں۔ دیکھو تم موجود ہو۔ بے ناٹھ! جو کچھ تم ٹھیک سمجھو وہی کرو۔ تنہا ہی مرضی میں ہی میری مسرت ہے۔ پر پھر! میں تنہا ہی شرن میں ہوں۔ ایک تنہا رہنے سہوارے میرا اور کوئی سہارا نہیں ہے۔“

پیرا تھا کرنے کرنے بھگت نارائن داس جی بے سدھ ہو گئے۔ بھیلوں نے سمجھا کہ وہ مر گئے ہیں۔ وہ انہیں بڑا چھوڑ کر نالقی کے پاس آئے۔ مارے غصہ اور خوف کے مالٹی کا جیم کا نیٹے لگا جب اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی تو اس نے پرہیز سے پیرا تھا کیا۔ ”بے پرہیز! کیا آپ شرنات کے رکھنا شک نہیں میں نہیں نے جڑا ہے کہ سیتو کوئی کی رکھنا کے لئے ہی آپ نے دھنش بان باندھ میں لے رکھا ہے۔ کیا آپ شرن میں آئے ہوئے اناتھوں کی رکھنا! نہ کریں گے! مالٹی اسی طرح سے پیرا تھا کر رہی رہی تھی۔ کہ اسے کچھ فاصلہ پر ایک سوار آتا ہوا دکھائی دیا۔ گھوڑے کی ٹاپ کی آواز سننے ہی مالٹی کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ رام نام سحر کرتے ہوئے اس نے دیکھا کہ سفید گھوڑے پر ایک خوبصورت نوجوان سوار ہے۔ اور وہ گھوڑے کو اس کی طرف ہی بڑھائے ہوئے چلا کر رہا ہے۔ اس نے دیکھا کہ اس نوجوان کا لباس بہت ہی خوبصورت ہے۔ اور سر پر تہنی مکٹ زیب دے رہا ہے۔ کم میں تلوار اور پیچیر ترکش لٹک رہے۔ ہاتھ میں دھنش ہے۔ وہ نوجوان کتنا خوبصورت ہے۔ زبان بیان نہیں کر سکتی۔ لیکن اس کی خوبصورتی ڈاکوؤں کو تو خوف کی شکل میں نظر آئی اور اُن کو بھاگنے ہی بنی۔ جس کے جدھر سینک سمائے غائب ہوتا ہوا نظر آیا۔

نوجوان گھوڑے سے اتر کر مالٹی کے پاس آیا۔ اور تمام حالات دریافت کئے۔ مالٹی نے ساری داستان شروع سے لے کر آخر تک کہہ سنائی۔ اور پھر نوجوان کے چہرے میں گر کر کہنے لگی۔ ”تم کون ہو۔ یہ تو میں نہیں جانتی۔ مگر میں ضرور جانتی ہوں۔ کہ میری تکلیف کو دیکھ بھگوان رکھو ناٹھ نے ہی نہیں بھیجا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ میرے پی کو ان ظالموں نے مار کر کہاں پھینک دیا ہے۔ اُن ظالموں کی نیت میں فرق تھا۔ مگر میری حفاظت کے لئے شری آجودھیا ناٹھ نے تم کو یہاں بھیج دیا۔ اور تم کو دیکھ کر ڈاکو یہاں سے بھاگ گئے۔ بھائی! میرے پی اب زندہ نہیں ہیں۔ لہذا تم ایک چٹا پٹا کردہ بین اب اپنے تئیں چلا دو گی۔“



ستی کا پریم اور اس کی بھگتی دیکھ کر وہ نوجوان بہت ہی خوش ہوا۔ مالتی کو تسلی دیتے ہوئے اُس نے کہا: سستی! رنج نہ کر تیرا بی اُمی زندہ ہے۔ اُس کو پھیل لوگوں نے اُس سامنے کے درخت کے ساتھ باندھا ہوا ہے۔ یہ کہہ کر اُس نے فوراً نارائن داس جی کے جسم پر سے سب پتھر مٹا دیئے۔ اُن کی رسیاں کھول دیں۔ پھر انہوں نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور نارائن داس جی پرش میں آ گئے۔ اتنے میں مالتی کو بھی پرش آ گئی۔

بھگت نارائن داس جی نے جب آنکھیں کھولیں، تو اپنے سامنے ایک دھنش دہاری نوجوان کو کھڑے دیکھا۔ یاں ہی مالتی بیٹھی ہوئی تھی۔ خواب میں سے بیدار ہوئی کی مانند بھگت نارائن داس جی تھوڑی دیر کے لئے تو کچھ سوچ نہ سکے۔ پھر اُن کو سب کچھ یاد آیا سوچا کہ اس مصیبت سے سینچا تپا شری اجدو دھیا ناٹھ جی کے سوا اُسے اور کون بچا سکتا ہے۔ یہ وہی ہیں۔ یہ سوچ کر بھگت نارائن داس جی پر بھگت کے چرنوں سے پلٹ گئے۔ اور دونوں ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے۔ "جئے ویر! تم ہی میرے پان آدھا ہو۔ تم ہی میرے پر بھو ہو۔ تم ہی میرے منورہ پورن کرنے والے پراتا ہو۔ تم ہی ان سب جیوؤں کے گورو ہو۔ پر بھو! جب آپ نے کہا کہ اس داس کے سب دکھوں کو دور کر دیا ہے تب پردہ ہٹا کر اپنی اصلی صورتی کے درشن کیوں نہیں کرتے؟"

بھگت دتس اجدو دھیا ناٹھ جانتے تھے ہی کہ بھگت نارائن داس اور مالتی اُن کے درشنوں کے لئے ہی تو اجدو دھیا جارہے ہیں۔ لہذا انہوں نے بھگت کی پرانتھیا پر فوراً اپنی رگھوناتھ مورتی دھارن کر لی۔ بھگت نارائن داس اور مالتی بار بار ان کے چرنوں میں گر کر اُن کو پرنام کرنے لگے۔ ان پر مستی اور بخود کی حالت طاری ہو گئی۔ جب پرش میں آئے تو دیکھا کہ وہ اجدو دھیا جی میں پہنچ گئے ہیں۔ وہاں انہوں نے ہم کو ان کے مندر میں اپنی باقی زندگی گزار دی۔ ادم شرم۔



(۱) اٹھارویں صدی کا ذکر ہے ضلع ستارہ کے ایک پھولے سے گاؤں میں گویا پنیت نامی ایک غریب برہمن گاؤں کے لوگوں کو پڑھا کہ اپنا گزارہ چلاتا تھا۔ وہ زمانہ یونیورسٹیوں کا زمانہ تو نہ تھا۔ یہ غریب برہمنوں سے تعلیم حاصل کئے ہوئے نوجوانوں میں جوق باجلیت آ جاتی تھی۔ وہ آجکل کی تعلیم سے بدرجہا بہتر تھی۔ اس زمانہ کے تعلیم یافتہ طبقہ کے چاچکل میں صلیبی۔ دھرم پریم۔ سادگی۔ شروھا وغیرہ کے اوصاف پائے جاتے تھے۔

پنیت جی کا ایک لڑکا تھا۔ جس کا نام جیوتی تھا۔ بھلا وہ جن کے پڑھانے سے دنیا بھر کے لڑکے وروان بن گئے تھے۔ وہ اپنے لڑکے کے لئے کیا کچھ نہ کرتے۔ وہ چاہتے تھے کہ میرا لڑکا بچے سے بڑھ کر وروان ہو۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ جیوتی کی عمر تیس برس کے قریب ہو گئی۔ مگر اُسے پڑھنا لکھنا آیا صرف رام نام لڑکا کندہن ہوا اور اس کا باپ اتنا عالم ہو۔ اُس باپ کی حالت کا اندازہ دہی عالم باپ لگا سکتا ہے جس کا لڑکا کندہن ہو۔

ایک دن پنیت جی سوچا وہ بے تھے کہ اس لڑکے سے میں لاؤں گی بہن تو اچھا تھا۔ یہ تو میرے علم۔ میری لیاقت۔ میری



"OM" DELHI.

SHANTI ANK

JANUARY 1961.

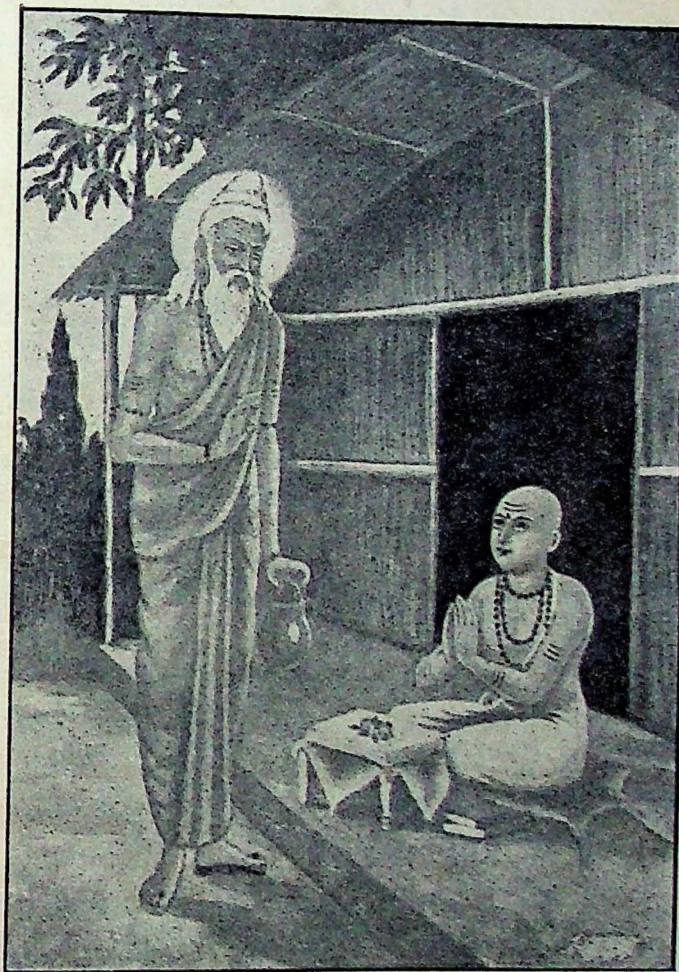
BHAGAT NARAIN DASS



F. 146

MALTI RAKHSHA





F. 148

SHRI JEOTI PANT



خصیلت سب پر کلنگ لگائے گا۔ اتنے میں جیوتی ہمیں سے اُن کے سامنے آ گیا۔ بہت جی کو غصہ تو آ رہی رہا تھا۔ اس نے لگے۔ "اب گھر میں رہنا ہے تو دیا پڑھ کر آؤ۔" یہ کہہ کر انہوں نے جیوتی کو گھر سے نکال دیا۔ جب یہ خبر جیوتی کی ماں کو ملی تو اس نے اور کینٹ جی سے کہا۔ "سوامی! اکلوتے لڑکے کو گھر سے نکالتے وقت آپ کو رحم نہیں آیا۔؟ وہ کہاں گیا ہو گا۔ اور کیا کرتا ہو گا؟ آپ کو یاد کر کے اُسے لائیے۔؟ میں جب تک اُسے نہ دیکھ لوں گی کھانا نہیں کھاؤں گی۔ اتنا کہہ کر وہ رونے لگی۔ بیوی کی حالت دیکھ کر اور اس کی باتیں سن کر نیت جی پیسجے۔ اُنکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ وہ اس کی تلاش میں نکلے مگر اس نے اب کہاں بانٹا تھا۔ انہیں کیا معلوم تھا۔ میری یہی سنگدلی اس کیلئے عیند ہو گی۔

(۲)

جیوتی گھر سے نکلا شہر سے باہر گنیش جی کے پُرانے مندر میں آیا۔ شری گنیش جی کی مورتی کو دیکھ کر اُس نے پوری عقیدت کے ساتھ کہا۔ "یہ تو دیا ذاتا ہی بل گئے۔ اب کیا فکر ہے۔ ان سے چودہ و دیا اور چوسٹھ کلاٹس مارگ لیں گے۔ یہ دیا لو کیا اتنی کر پا بھی ہم پر نہ کریں گے۔؟"

اُس نے مندر کا دروازہ بند کر لیا۔ اور رات دن بھگوان کے سمن دھیان میں لگ گیا۔ جیوتی کے ماں باپ اُس کے نہ ملنے پر رونے لگے۔ اور اُس کے غم میں ناٹھال ہو گئے۔ متواتر چھ دن انہوں نے نہ کچھ کھایا۔ نہ پیا۔ ساتویں دن رات کو اُن کو شری گنیش جی نے خواب میں درشن دیکر کہا کہ تم کچھ فکر نہ کرو۔ میری کرپا سے جیوتی بڑا بھاری روزوان اور بھکت ہو گا۔ اور اس کی کیرتی اور شیش سنسار میں خوب پھیلے گی۔

پھر دن تک جیوتی اُس جاکر اور شری گنیش جی کا دھیان لگا کر بیٹھا رہا۔ وہاں نہ بھوک تھی نہ پیاس اور نہ تندرستیاں دن شبہ کی گنیش جی نے ساکشات درشن دیئے اور جیوتی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے.... اُس سے ورنائے کیلئے کہا۔ اورتھ کام چھوڑتی چاہتا ہوں۔ اُس کے علاوہ مجھے کسی شے کی ضرورت نہیں آپ میری اس اچھا کو پورن کر دیجئے۔

دیا تو دیدی گئی ہے۔ باقی رہی تیری دوسری خواہش اس کے لئے ابھی وقت لئے گا۔ کچھ دنوں کے بعد مجھے شری کا نشی جی جانا ہو گا۔ وہاں چھ مہینہ دھیان کرنے کے بعد شری دیاس جی کے ذریعہ شری گنگا جی میں سے مجھے منتر حاصل ہو گا تب تیری وہ خواہش پوری ہو گی۔ میری بات پر کچھ یقین رکھنا اور جب کوئی کام آپرے مجھے یاد کرنا تھا اسے یاد کرنے کے ساتھ ہی میں تو رہا ہی درشن دوزگا۔ اب تم آیتے گھر جاناؤ۔

دیا حاصل کر کے جیوتی اپنے گھر آیا۔ آج اس کے ماں باپ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جیوتی نے اُن کو سارا حال سنایا۔ اس کی دیا دیکھ کر اُن کو اس کی بات پر یقین ہو گیا۔

(۳)

جیوتی کے ماموں ہی بی بی لونا میں پیشوا کے دربار میں درباری تھے۔ دولت مند آدمی تھے۔ جیوتی کی ماں نے جیوتی کو کام سکھنے کی غرض سے اُن کے پاس بھیج دیا۔ بڑے آدمیوں کا غور و غریب رشتہ داروں کی قدر نہیں ہونے دیتا ہی بی بی نے جیوتی کو رکھ تو لیا۔ مگر اُسے ملازمت صرف دو چار روپیہ ماہوار دلائی۔ اُن ایام میں دو چار روپے ہی بہت کچھ تھے۔ لہذا جیوتی کا مرنے سے کام چلنے لگا۔



دربار کا حساب کتاب کا کام بہت بڑھ گیا تھا۔ پیشوانے اُسے تین دن کے اندر ٹھیک کرنے کا حکم دے دیا۔ کام اتنا تھا کہ دربار میں جتنے محاسب کام کرتے تھے سب ہلکے سے ایک بیٹے میں ختم کر سکتے تھے۔

لیکن پیشوا کا حکم کون مان سکتا تھا۔ جی پی کے ٹیکر کی کوئی انتہا نہ تھی۔ جیوتی نے ماموں کی یہ حالت دیکھ کر کہا: ”آپ فکر نہ کریں۔“ تین چار دن میں سب بھی کھاتے درست ہو جائیں گے۔ آپ کسی غلطی و کمرے میں روات قلم کا غدہ بھی کھلتے۔ بیٹھنے کے لئے گدی۔ نیکہ روشنی۔ پانی۔ بھیل وغیرہ سارا سامان رکھوا دیجئے۔ تین دن کے بعد سارا حساب درست ہو جائیگا۔

لوگوں نے جب یہ بات سنی تو مسکرائے۔ مگر جی پی نے بھانجے کے کہنے کے مطابق سارے بھی کھاتے ایک الگ کمرے میں رکھوا دیئے۔ اور باقی انتظام بھی کر دیا۔ اور جب جیوتی کمرے کے اندر چلا گیا۔ تو باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ جیوتی جی نے اندر جا کر شری گنیش جی کا پوجن اور سمن کیا۔ شری گنیش جی نے پرگٹ ہو کر سمن کرنے کا سبب دریافت فرمایا۔ جیوتی نے اُن کو سارا قصہ سنایا اور تین دن کے اندر حساب کتاب ٹھیک کر دینے کے لئے ملجی ہوا۔ بھگت بھے ہاری لکھنے کے لئے بیٹھ گئے۔ اور تین دن کے اندر سارا حساب طیار کر دیا۔ اور خود انتہر دھیان ہو گئے۔

ادھر لوگوں نے جیوتی کو سمجھایا۔ بھلا اتنا بڑا کام ایک معصوم لڑکا کس طرح سے کر سکتا ہے۔ آپ نے بچے کی زبان پر یقین کر کے بڑی بھول کی۔ اگر کہیں لڑکا کمرے کے اندر دم گھٹ کر مر گیا۔ تو آپ کو برہم ہندیا کا پاپ ملے گا۔ بھلائی اسی میں ہے۔ کہ آپ کمرے کا دروازہ کھول کر اسے باہر نکالیں۔ اور پھر حساب کے ختم کرنے کا کوئی دیگر انتظام کریں۔

تین دن گذر چکے تھے۔ جیوتی نے باہر جرات جیت ہوئی وہ سنی۔ دروازہ کھلوا کر اُسی پر پڑا تھا۔ لہذا اُس نے آواز دی۔ دروازہ کھول دیا گیا۔ سارے ہی کھاتے مکمل دیکھ کر دیکھنے والے حیران رہ گئے۔ جیوتی اُن بھی کھاتوں کو لیکر دربار میں گیا۔ پیشوانے دریافت کیا کہ یہ سارا کام کس نے کیا ہے۔ اُس کو دربار میں حاضر کیا جائے۔

جیوتی نے اُسی وقت ملازمین کے ذریعہ جیوتی کو کہلا بھیجا۔ کہ وہ درباری پوشاک پہن کر خود دربار میں حاضر ہو۔ لیکن جیوتی درباری پوشاک نہ پہن کر روزمرہ کے سادہ لباس میں ہی آکر سر جھکا کر ایک طرف ٹھہرا ہو گیا۔ اس کے نورانی چہرے کو دیکھ کر سب باری رنگ رہ گئے۔ پیشوانے اُسے بڑے پیار سے اپنے پاس بلایا۔ اور دریافت کیا کہ وہ کون ہے۔

جیوتی نے سیدھی سادھی زبان میں جواب دیا۔ ”راجن! میں شری جیوتی جی کی بہن کا لڑکا ہوں۔ ماں کے ارشاد کے مطابق ماموں جی کے ہاں کام کرنے کے لئے آیا ہوا ہوں۔ آپکی مہربانی سے مجھے چار روپے ماہوار مل جاتے ہیں۔ میں سے میرا گزارہ خوب چل رہا ہے۔“

پیشوانے جیوتی کے سیدھے سادھے جواب سے خوش ہو کر پھر دریافت کیا۔ جیوتی تین دن میں اتنا بڑا کام کیسے ہو گیا! ایسا تمھیں تو ہم نے آج تک کبھی نہیں دیکھا۔ سچ بتاؤ کہ یہ کیا ماجرا ہے۔

جیوتی نے کہا۔ ”مہاراج میری پرارٹھنا پر بھگوان شری گنیش جی نے سارا حساب ٹھیک کر دیا ہے۔ اور یہ انکی ہی تحریک ہے۔“

اُس کے بعد پیشوا کے ذریعہ دریافت کرنے پر جیوتی نے اُن کو سارا حال کہہ سنایا۔ سارا حال شکر پیشوا بہت خوش ہوئے۔ پیشوانے اپنے ہاتھ سے اُس کو درباری پوشاک پہنائی۔ اور رُجر نادر کا قلعہ دار بنا دیا۔ آج جیوتی کی عزت بھی جی سے بھی بڑھ گئی۔ اب تو جیوتی بھی بھانجے کی شان سے اپنی شان سمجھنے لگا۔ آج اُس نے اُسے سونے کے کھال میں کھانا کھلایا۔ سچ ہے۔ بھگوان کے پریم کے پاتر سب کی عزت کے ستون کیوں نہ ہوں۔